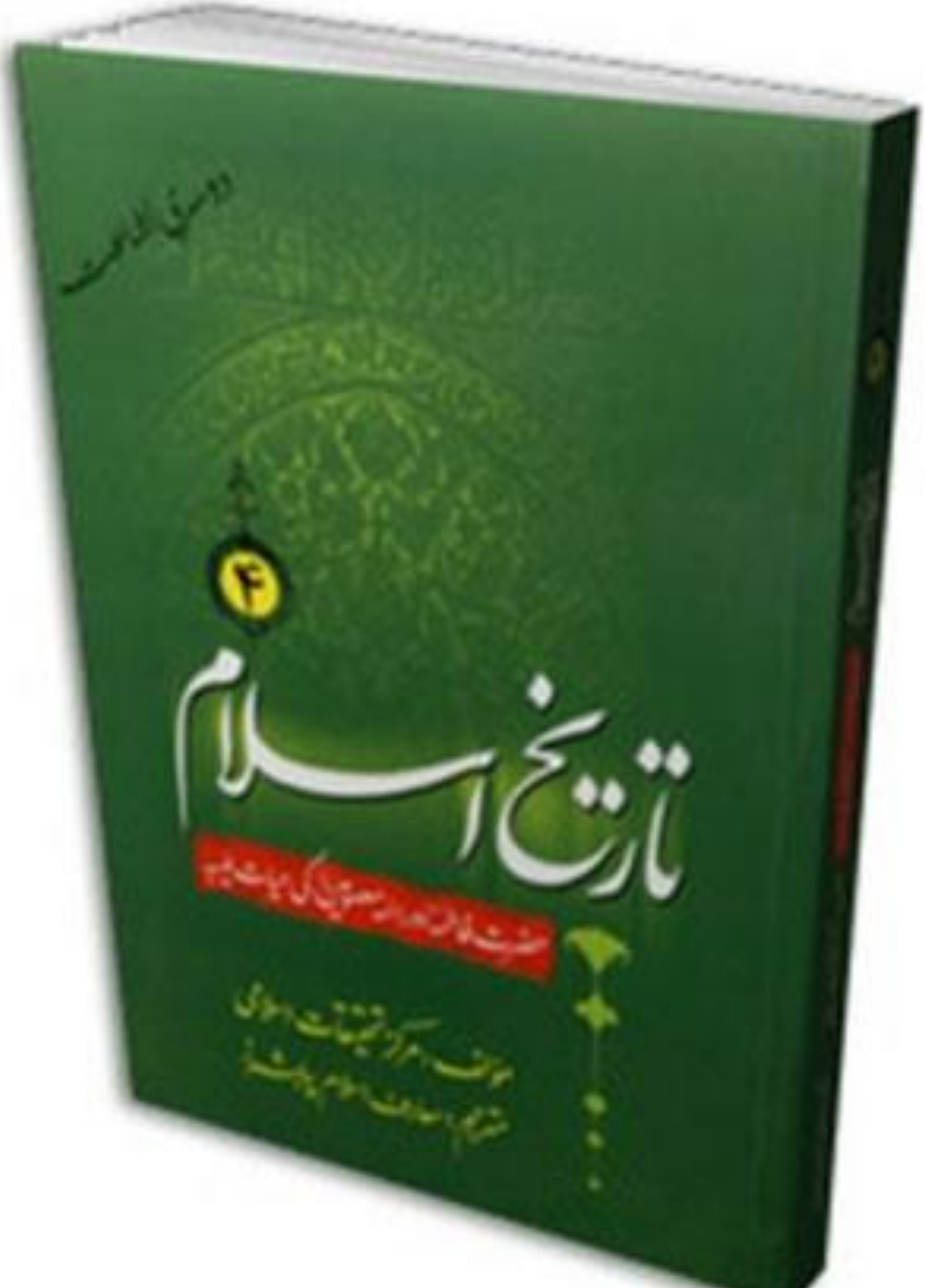
۴
تاریخ اسلام
مؤلف: مرکز تحقیقات اسلامی
مترجم: معارف اسلام پبلشرز

یہ کتاب برقی شکل میں نشرہوئی ہے اور شبکہ الامامین الحسنین (علیہما السلام) کے گروہ علمی کی نگرانی میں تنظیم ہوئی ہے

نام کتاب: تاریخ اسلام ۴ (حضرت فاطمہ(س) اور ائمہ معصومین علیہم السلام کی حیات طیبہ)

مؤلف: مرکز تحقیقات اسلامي

مترجم: معارف اسلام پبلشرز

ناشر: نور مطاف

جلد: چوتھي

اشاعت: دوسری

تاریخ اشاعت: رجب المرجب ۱۴۲۸ھ_ق

تعداد: ۳۰۰۰

Web: www.maaref-foundation.com

E-mail: info@maaref-foundation.com

جملہ حقوق طبع بحق معارف اسلام پبلشرز محفوظ ہیں _

عرض ناشر:

ادارہ معارف اسلام پبلشرز اپنی اصلی ذمہ داری کو انجام دیتے ہوئے مختلف اسلامی علوم و معارف جیسے تفسیر، فقہ، عقائد، اخلاق اور سیرت معصومین (علیہم السلام) کے بارے میں جانے پہچانے محققین کی قیمتی اور اہم تالیفات کے ترجمے اور طباعت کے کام کو انجام دے رہا ہے۔

یہ کتاب تاریخ اسلام ۴ (حضرت زہرا (س) اور ائمہ معصومین علیہ السلام کی حیات طیبہ) جو قارئین کے سامنے ہے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت اطہار علیہ السلام کی سیرت اور تاریخ پر لکھی جانے والی کتابوں کے سلسلے کی ایک کڑی ہے جسے گذشتہ سالوں میں ترجمہ کرواکر طبع کیا گیا تھا۔ اس ترجمہ کے دستیاب نہ ہونے اور معزز قارئین کے مسلسل اصرار کے باوجود اس پر نظر ثانی اور اسے دوبارہ چھپوانے کا موقع نہ مل سکا۔

اب خداوند متعال کے لطف و کرم سے اس نفیس سلسلے کی چوتھی اور آخری جلد کو نظر ثانی اور تصحیح کے بعد زیور طبع سے آراستہ کرکے اردو زبان قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔

آخر میں تمام مترجمین اور تصحیح کرنے والے حضرات کے شکر گزار ہیں اور دعاگو ہیں کہ پروردگار عالم ہم سب کو سیرت معصومین (علیہم السلام) پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عنایت فرمائے۔

ان شاء اللہ تعالی

معارف اسلام پبلشرز

پہلا سبق:

حضرت علی علیہ السلام کی زندگی کے حالات (پہلا حصہ)

ائمہ طاہرین اور ان کی تعداد

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشینوں اور لوگوں کے دین و دنیا کے پیشواؤں کی تعداد بارہ ہے اور اس سلسلہ میں عامہ اور خاصہ دونوں ہی نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت سی روایتیں نقل کی ہیں یہاں تک کہ ان میں سے بہت سی روایتوں میں ائمہ معصومین علیہم السلام کے ناموں کی صراحت بھی موجود ہے[۱]_

ان حضرات کی تعداد اور ناموں پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نص کے علاوہ ہر امام علیہ السلام نے خدا کے حکم سے اپنے بعد والے امام علیہ السلام کا تعارف بھی کرایا ہے_ جیسا کہ پہلے امام حضرت امیر المؤمنین نے شہادت کے وقت اپنے بیٹے امام حسن علیہ السلام کے نام کی تصریح فرمادی تھی اور امام حسن علیہ السلام نے بھی اپنی وفات کے وقت اپنے بھائي امام حسین علیہ السلام کے عہدہ امامت کا اعلان کردیا تھا نیزیہی عمل تمام ائمہ معصومین علیہم السلام نے انجام دیا_

ائمہ معصومین کے نام:

۱_ حضرت امیر المؤمنین علی بن ابیطالب علیہ السلام

۲_ حضرت امام حسن مجتبی علیہ السلام

۳_ حضرت امام حسین علیہ السلام

۴_ حضرت امام سجاد علیہ السلام

۵_ حضرت امام محمد باقر ؑ

٦_ حضرت امام جعفر صادق ؑ

۷_ حضرت امام موسی کاظم ؑ

۸_ حضرت امام رضا ؑ

۹_ حضرت امام محمد تقی ؑ

۱۰_ حضرت امام علی النقی ؑ

۱۱_ حضرت امام حسن العسکری ؑ

۱۲_ حضرت امام مہدی (حجۃ بن الحسن) ؑ

ائمہ معصومین کی سیرت

ہمارے بارہ امام پیغمبر ﷺ اکرم کی تعلیم و تربیت کا کامل نمونہ تھے، ان حضرات کی سیرت ، رسول ﷺ خدا کی سیرت تھی

_

البتہ دو سو پچاس سال کی مدت (یعنی ۱۱ ھ ق سے لیکر ۲٦۰ ھ ق) تک جب یہ معصومین ؑ حضرات لوگوں کے درمیان موجود تھے اس زمانہ میں مختلف حالات پیش آتے رہے کہ جن میں ائمہ معصومین ؑ کی زندگی مختلف شکلوں میں جلوہ گر ہوتی رہی لیکن پھر بھی انہوں نے پیغمبر ﷺ اکرم کے اصلی مقصد یعنی اسلام کی نشر و اشاعت اور اصول و فروع کو تغیر و تبدیلی اور تحریف سے محفوظ رکھنے نیز ممکنہ حد تک لوگوں کی تعلیم و تربیت تا سلسلہ میں کسی قسم کا دریغ نہیں کیا_

پیغمبر اکرم ﷺ اپنے ۲۳ سالہ تبلیغی دور میں زندگی کے تین مرحلوں سے گزرے ہیں ، چنانچہ بعثت کے شروع کے تین سال آپ نے پوشیدہ طور پر تبلیغ کرنے میں گزارے، اس کے بعد دس سال تک مسلسل مکہ میں علی الاعلان لوگوں کو دعوت اسلام دیتے رہے جس میں آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے

پیروکار دونوں ہی دشمنان اسلام کی طرف سے ڈھائے جانے والے سخت مظالم اور آزار کا شکار رہے، اس دور میں آپ ﷺ کو دین اسلام کی تبلیغ کے لئے کسی طرح کی آزادی حاصل نہیں تھی۔ پھر آخر کے دس سال اس حالت میں گزرے کہ حکومت اسلامی کی بنیاد رکھی گئی اور اسلام نے اپنی فاتحانہ ترقی اور پیش قدمی کو جاری رکھا اور ہر لحظہ مسلمانوں پر کمال و دانش کے دروازے کھلتے رہے۔

ائمہ معصومین گوناگوں حالات سے دوچار تھے۔ ان کے زمانے کی صورت حال، پیغمبر اکرم ﷺ کے ہجرت کے پہلے والے زمانہ کے ساتھ بہت زیادہ مشابہت رکھتی تھی کبھی تو بعثت کے پہلے تین سالوں کی طرح، کسی صورت سے بھی اظہار حق ممکن نہ تھا اسی وجہ سے یہ حضرات بھی نہایت احتیاط کے ساتھ اپنے فرائض پر عمل کرتے رہے ہیں جیسا کہ چوتھے امام حضرت زین العابدین علیہ السلام نے یہی کیا۔

اور کبھی ہجرت سے دس سال پہلے کی طرح صرف نشر احکام اور معارف دین کی تعلیم دیتے اور افراد کی تربیت کرتے تھے ادھر حکّام بھی ایذا رسانی سے باز نہیں آتے تھے اور ہر روز ایک نئی مشکل پیدا کردیتے تھے۔

پیغمبر اکرم ﷺ کی ہجرت کے بعد کے حالات سے کسی حد تک حضرت امام علی علیہ السلام کے پانچ سالہ دور حکومت کے حالات اور حضرت امام حسن علیہ السلام کی زندگی کے تھوڑے دنوں کے حالات کے مشابہ تھے۔ نیز اسی طرح کی صورت حال حضرت امام حسین علیہ السلام کی زندگی میں بھی پیش آئی، جس میں حق مکمل طور پر جلوہ گر ہوا اور اس نے شفاف آئینہ کی طرح پیغمبر اکرم ﷺ کے زمانہ کے عمومی حالات کو پیش کیا۔

اس زمانہ کے علاوہ کہ جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور کسی بھی زمانہ میں ائمہ معصومین نے آشکارہ طور پر وقت کے حکمرانوں کی مخالفت نہیں کی اور نہ ہی ان سے کھلم کھلا برسرپیکار ہوسکے اسی وجہ سے ان کے لئے قول و عمل میں تقیہ ناگزیر تھا۔ اس کے باوجود بھی ان کے دشمن، ان کی شمع حیات کو گل کرنے اور ان کے آثار کو مٹانے کی کوششوں میں لگے رہے۔

اختلاف کی اصل وجہ

پیغمبر اکرم ﷺ کے بعد اسلامی معاشرہ میں مختلف حکومتیں بنیں اور انہوں نے اپنے آپ کو حکومت اسلامی کا نام دیا۔ بنیادی طور پر یہ تمام حکومتیں اہل بیت کی مخالف تھیں۔

نیز یہ مخالفت اور دشمنی ناقابل آشتی، بنیادی اور اعتقادی تھی۔ یہ صحیح ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنی احادیث میں اپنے اہل بیت علیہ السلام کے فضائل و مناقب بیان فرمائے ہیں کہ جن میں سے ایک اہم ترین سمجھی جانے والی بات یہ ہے کہ اہل بیت علیہ السلام، احکام دین، معارف قرآن اور خدا کی حلال و حرام کردہ چیزوں سے مکمل طور پر آگاہ تھے اور وہ انھیں لوگوں کے لئے بیان فرماتے تھے نتیجہ میں ان کی تعظیم اور احترام تمام امت پر لازم تھا، لیکن امت نے پیغمبر اکرم ﷺ کی اس وصیت کا حق ادا نہیں کیا۔

مختلف مقامات خصوصاً غدیر خم میں پیغمبر اکرم ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام کو اپنا جانشین معین فرمادیا تھا، لیکن اس کے برخلاف کچھ مسلمانوں نے پیغمبر اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد دوسروں کو پیغمبر ﷺ کا جانشین چن لیا اور اہل بیت علیہ السلام کو ان کے مسلّم حق سے محروم کردیا۔ نتیجہ میں حکومت وقت، اہل بیت کو ہمیشہ اپنا خطرناک رقیب شمار کرتی رہی اور مختلف طریقوں سے انہیں ختم کردینے یا گوشہ نشین بنادینے کی کوشش میں لگی رہی۔ ائمہ معصومین پیغمبر ﷺ اعظم کی سیرت کو امت اسلامی کے سامنے پیش کرتے تھے، حکومت اسلامی کے فرائض کی رعایت اور اسلام کے تمام احکام کے اجراء کو ضروری سمجھتے تھے۔ لیکن پیغمبر ﷺ کے بعد تشکیل پانے والی حکومت، احکام اسلامی کی مکمل رعایت اور سیرت پیغمبر ﷺ کی متابعت کی پابندی نہیں کرتی تھی بلکہ ہمیشہ اپنی نفسانی اور سیاسی خواہشوں کے مطابق احکام اور قوانین کی تفسیر کرتی رہی، امیرالمؤمنین۔ ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

"بیشک یہ دین اشرار کے ہاتھوں میں اسیر، نیز ہوا وہوس اور دنیا طلبی کا ذریعہ ہوگیا ہے" (۲)

ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام کی خصوصیات کو بیان کرتے ہوئے فرماتے

ہیں :

"حضرت علی_شریعت کے پابند تھے اور جو کچھ دین کے خلاف تھا اس کو یکسر نظر انداز کر دیتے تھے اور اس پر عمل نہیں کرتے تھے_"

اسی طرح حضرت علی علیہ السلام خود فرماتے ہیں کہ :

" اگر دین و تقوی مانع نہ ہوتا تو میں عرب کا زیرک ترین شخص ہوتا_"

لیکن دوسرے خلفاء نے جو خود بہتر سمجھا اور جو ان کی رائے کے مطابق تھا اسی پر عمل کیا، چاہے وہ شرع کے مطابق ہو یا نہ ہو_ (۳)

خداوند عالم نے چند آیات میں امت اسلامی کو حتی کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو احکام اسلامی میں تبدیلی کرنے سے منع کیا ہے_ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلام نے بھی ان ناقابل تغییر احکام اور قوانین کی روشنی میں لوگوں کے درمیان ایسی روش اختیار کی کہ جس سے قوانین الہی کے اجراء میں زمان، مکان اور اشخاص کے اعتبار سے کوئي فرق نہ رہ جاتا_

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ کا مقصد صرف یہ تھا کہ احکام آسمانی، لوگوں کے درمیان عادلانہ اور مساوی طورپر جاری ہوسکیں اور اسلام کے قوانین میں کوئي تبدیلی اور تحریف واقع نہ ہو اسی روش کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کے درمیان ہر طرح کے امتیاز کو ختم کردیا حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، خدا کے حکم سے واجب الاطاعت حاکم اور فرمانروا قرار پائے_ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ان کی زندگی میں بجز اس امتیاز کے کہ جو دستور خداوندی کے وجہ سے تھا ذرہ برابر بھی لوگوں کی بہ نسبت کوئي امتیاز نہ تھا_

لیکن ائمہ معصومین کے زمانہ میں برسر اقتدار حکومتوں نے ظاہری لحاظ سے بھی اپنی سیرت کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت سے منطبق نہیں کیا اور اپنی راہ و روش کو یکسر بدل ڈالا_

۱_ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی رحلت کے بعد اسلامی معاشرہ میں شدید ترین اختلافات رونما ہوئے اور امت اسلامي، طاقتور اور کمزور دو دستوں میں تقسیم ہوگئي_ (۴) اور ایک گروہ کی عزت و آبرو اور جان ومال دوسرے گروہ کی ہوا وہوس کا بازیچہ بن گئي_

۲_ نام نہاد اسلامی حکومتیں تدریجاً قوانین اسلامی کو بدلنے لگیں اور کبھی اسلامی معاشرہ کی مصلحت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنی حکومت اور اقتدار کے تحفظ کی خاطر احکام الہی پر عمل کرنے سے کتراتی تھیں اور اسلامی دستور و قوانین کی مخالفت کرتی تھیں_

یہ روش روز بروز وسعت پاتی گئي اور نوبت یہاں تک پہونچی کہ زمامداران حکومت اور کام کرنے والوں میں ذرّہ برابر احکام اسلامی اور دینی حدود کی پابندی کا پاس و لحاظ نہ رہا_

لیکن ائمہ معصومین ، قرآن کے حکم کے مطابق احکام اسلام اور سیرت پیغمبر ﷺ کے اجراء کو ہمیشہ اور تمام لوگوں کے لئے لازم جانتے تھے، اسی اختلاف اور تضاد کی بناپر اس وقت کی حکومتیں اپنی طاقت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ائمہ معصومین کی حیثیت کو کمزور بنانے اور ان کو معاشرے اور لوگوں سے دور کرنے کی کوششیں کرتی رہیں اور ہر ممکن طریقہ سے ان کے نور کو گل کرنے میں لگی رہیں_ (۵)

اہل بیت شدید مشکلات سے دوچار رہے اور سخت ترین کینہ توز دشمنوں میں رہنے کے باوجود بھی حقائق دین کی تبلیغ کرتے رہے اور صالح افراد کی تربیت سے دست بردار نہ ہوئے_

ان کی مسلسل تعلیم و تربیت ہی کا اثر تھا کہ حق کے پیرو کاروں کی تعداد، رحلت پیغمبر ﷺ ﷺ کے وقت مختصر ہونے کے باوجود اواخر عصر ائمہ علیہ السلام میں کثیر ہوگئي_

علی ابن ابیطالب_

مذکورہ بالا مقدمہ میں ہم نے ائمہ معصومین علیہ السلام کی عمومی سیرت اورانکی معاصرحکومتوں کا اجمالی ذکرکیا ہے نیز ان کے درمیان اختلاف کے اسباب کی تحقیق پیش کردی ہے ، اور اب ہم ائمہ معصومین علیہ السلام کی سوانح عمری کے بارے میں بقدر گنجائشے دروس بیان کریں گے یہ تو واضح ہے کہ تمام معصوم پیشواؤں کی مکمل علمی ، سیاسی اور اجتماعی زندگی کو چند گھنٹوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا_ لہذا

مختصر وقت کے پیش نظر، رہبران الٰہی کی زندگی کا سرسری جائزہ ہی پیش کیا جارہا ہے۔
ابتدا پہلے امام حضرت امیرالمؤمنین علیہ السلام کی زندگی سے کی جارہی ہے۔ آپ علیہ السلام کی زندگی کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

الف۔ ولادت سے بعثت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک

ب۔ بعثت سے ہجرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک

ج۔ ہجرت سے رحلت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک

د۔ رحلت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خلافت تک

ہ۔ خلافت سے شہادت تک

اب ہم ان پانچوں حصوں میں سے ہر حصہ کے بارے میں بحث کا نچوڑ پیش کریں گے۔

ولادت سے بعثت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک

حضرت علی بن ابی طالب۔ جمعہ کے دن ۱۳ رجب ۳۰ ھ ق عام الفیل (بعثت سے دس سال پہلے) خانہ خدا میں پیدا ہوئے۔[۶]
ان کے پدر عالیقدر "عمران"[۷] ابن عبدالمطلب ابن ہاشم ابن عبد مناف تھے اور ان کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد ابن ہاشم ابن عبد مناف تھیں۔
حضرت علی۔نے چھ سال کی عمر تک اپنے والدین کے پاس زندگی گزاری اس کے بعد حضرت محمد ابن عبداللہ کی درخواست پر اُن کے پاس چلے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن تربیت میں رہے۔[۸]
حضرت علی علیہ السلام اپنے اس زمانہ کے بارے میں یوں فرماتے ہیں:
وَضَعنی فی حجْرہ وَ اَنا وَلَدٌ یَضُمُّنی الی صَدْرہ وَ یَکْنُفُنی فی فَراشہ وَ یُمِسُّنی جَسَدَہ وَ یُشمَنّی عَرْفَہُ

و كانَ يَمْضَغْ الشيء ثمَّ يُلقمنيه ...وَ لَقَد كُنتُ أتَّبعُهُ أتَّبعُهُ إتّباع الفَضيل أثر اُمّه، يَرفَعُ لی فی كُلّ یوم: من اخلاقه علماً و یا مُرنی بالاقتداء به، وَ لَقَدْ كان يُجاور فی کل سُنَة: بحراء فاراه و لا يراه غيري...[٩]

"بچپن میں پیغمبر ﷺ مجھے اپنی آغوش میں لیتے اپنے سینہ سے لگاتے اور اپنی مخصوص آرامگاہ پر جگہ دیتے اپنا جسم اقدس میرے جسم سے مس کرتے اور اپنی خوشبو سے میرے مشام جاں کو معطر فرماتے غذا چبا کر میرے منہ میں رکھتے۔"

میں رسول ﷺ خدا کی اس طرح پیروی کرتا تھا کہ جیسے (اونٹ کا) شیر خوار بچہ اپنی ماں کے پیچھے پیچھے چلتا ہے۔ آنحضرت ﷺ ہر روز میرے لئے اپنے اخلاق کا عَلَم بلند کرتے تھے اور مجھے حکم دیتے تھے کہ میں ان کے کردار کی پیروی کروں۔ آپ ﷺ ہر سال "غار حرا" میں تشریف لے جاتے تھے اور اس وقت میرے علاوہ آپ ﷺ کو، کوئی دیکھ نہیں پاتا تھا۔"

خورشید رسالت کا اعلی کردار، حسن رفتار، عدالت پسندی، انسان دوستی اور خدا پرستی حضرت علي عليه‌السلام کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے خطوط معین کرنے کے لئے بہترین نمونہ اور سرمشق عمل ہے۔

بعثت سے پیغمبر ﷺ کی ہجرت تک

حضرت علی۔ ابھی نوجوان تھے اور آپ عليه‌السلام کا سن دس سال سے زیادہ نہیں ہوا تھا لیکن پھر بھی آپ عليه‌السلام کی فکر اور آگاہی اتنی تھی کہ جب حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علی و آلہ و سلم نے اپنی پیغمبری کا اعلان فرمایا تو آپ عليه‌السلام نے سب سے پہلے ایمان کا اعلان فرمایا[١٠] اس سلسلہ میں آپ عليه‌السلام فرماتے ہیں :

لم یجمع بیتٌ واحدٌ یومئذ: فی الاسلام غیر رسول و خدیجه و انا ثالثهما اری نور الوحی و الرسالة و اشمّ

ريح النبوة_"[11]

اس زمانہ میں جب اسلام کسی گھر میں نہیں پہونچا تھا_ فقط پیغمبر اکرم ﷺ اور ان کی بیوی خدیجہ مسلمان تھیں اور تیسرا میں مسلمان تھا_ میں نور وحی کو دیکھتا اور نبوت کی خوشبو سونگھتا تھا_"

جب آیہ ﴿و انذر عشيرتك الاقربين﴾[12] نازل ہوئي تو حضرت علي عليه السلام نے پیغمبر اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق اپنے رشتہ داروں میں سے چالیس افراد کو منجملہ اپنے چچا ابو لہب ، عباس اور حمزہ و غیرہ کو مہمان بلایا_ رسول اکرم ﷺ نے کھانے پینے کے بعد فرمایا:

" اے فرزندان عبدالمطلب میں جو چیز تمہارے لئے لایا ہوں مجھے نہیں معلوم کہ عرب کے جوانوں میں سے کوئي بھی اس سے بہتر چیز تمہارے لئے لایا ہو_ میں تمہارے لئے دنیا و آخرت کی بھلائي نیز خیر و سعادت کا تحفہ لایا ہوں_ خدا نے حکم دیا ہے کہ میں تم کو اس کی طرف بلاؤں تم میں سے کون ہے جو اس راستہ میں میری مدد کرے تا کہ وہی میرا بھائي ، میرا وصی اور میرا جانشین قرار پائے؟"

رسول خدا ﷺ نے تین بار یہ بات دہرائي اور ہر بار تنہا حضرت علی عليه السلام ہی کھڑے ہوئے اور انہوں نے اسی امر میں اپنی آمادگی کا اعلان فرمایا_

پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"یہ (علی عليه السلام) ہی میرے بھائي ، میرے وصی اور میرے جانشین ہیں ان کی باتوں کو سنو اور ان کی اطاعت کرو_[13]"

حضرت علیہ_ نے مکہ کی پوری تیرہ سالہ زندگی رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں گزاری اور وحی الہی کو مکتوب فرماتے رہے_

علی عليه السلام ، بستر رسول ﷺ پر

اظہار اسلام کی بناپر قریش کے سر برآوردہ افراد نے اپنی تسلّط طلب خواہشوں کی راہ میں

وجود پیغمبر اکرم ﷺ کو خطرناک تصور کیا_ اسی وجہ سے "دار الندوہ" میں جمع ہوئے اور رسول ﷺ خدا سے برسرپیکار ہونے کے لئے آپس میں مشورہ کرنے لگے_ آخر میں یہ طے پایا کہ ہر قبیلہ سے ایک ایک آدمی چنا جائے تا کہ رات کو پیغمبر اکرم ﷺ کے گھر پر حملہ کیا جائے اور سب مل کر ان کو قتل کردیں _ پیغمبر اکرم ، ﷺ وحی الہی کے ذریعہ کی ان سازشوں سے آگاہ ہوگئے اور یہ حکم ملا کہ راتوں رات مکہ کی طرف ہجرت کرجائیں_(۱۴) آپ ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: کہ "آپ علیہ السلام میرے بستر پر اس طرح سوجاؤ کہ کسی کو یہ معلوم نہ ہونے پائے کہ پیغمبر اکرم ﷺ کی جگہ کون سورہا ہے_"

حضرت علی علیہ السلام کی یہ فداکاری اتنی اہمیت اور قدر و منزلت کی حامل تھی کہ مختلف روایات(۱۵) کی بناپر خدا نے یہاں پر یہ آیت نازل کی:

﴿و من الناس من يشرى نفسه ابتغاء مرضات الله و الله رؤف بالعباد﴾(۱۶)

لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو رضائے خدا کی راہ میں اپنا نفس بیچ دیتے ہیں اور خدا، اپنے بندوں پر مہربان ہے_

ہجرت سے رحلت پیغمبر ﷺ تک

الف_ علی علیہ السلام ، پیغمبر ﷺ کے امین

پیغمبر اکرم ﷺ کو جب ہجرت کا حکم ملا تو آپ ﷺ نے اپنے خاندان کے افراد اور قبیلہ کے درمیان حضرت علی علیہ السلام سے زیادہ کسی کو امانت دار نہیں پایا_ اسی وجہ سے آپ ﷺ نے ان کو اپنا جانشین بنایا تا کہ وہ لوگوں کی امانتیں ان تک پہنچادیں، آپ ﷺ کا قرض ادا کریں اور آپ ﷺ کی دختر حضرت فاطمہ زہراء علیہا السلام اور دوسری عورتوں کو مدینہ پہنچادیں_

حضرت علی_، پیغمبر اکرم ﷺ کے حکم پر عمل کرنے کے بعد، اپنی والدہ گرامی جناب فاطمہ بنت

اسد، بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا، زبیر کی بیٹی فاطمہ اور کچھ دوسرے لوگوں کے ساتھ مدینہ روانہ ہوئے اور مقام "قبا"[۱۷] میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکرم سے جا ملے_[۱۸]

ب_ علی علیہ السلام اور راہ خدا میں جہاد

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد راہ حق میں اپنی جان کی بازی لگانے والوں اور جان کی پروا، نہ کرنے والوں میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کے درمیان حضرت علی علیہ السلام بے نظیر تھے_ آپ علیہ السلام غزوہ تبوک کے علاوہ_ کہ جس میں آپ علیہ السلام، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے مدینہ میں رک گئے تھے_ تمام غزوات میں موجود رہے_ اور زیادہ تر آپ علیہ السلام کی فداکاری وایثار کے سبب، لشکر اسلام نے لشکر کفر و شرک پر غلبہ حاصل کیا_ آپ علیہ السلام نے ہمیشہ اپنے دشمن و مد مقابل کو شکست دی اور کبھی بھی دشمن کو پیٹھ نہیں دکھائي اور فرمایا کہ اگر تمام عرب ایک کے پیچھے ایک مجھ سے لڑیں تو میں اس جنگ میں پیٹھ پھیرنے والا نہیں ہوں_[۱۹]

بلاخوف و تردید یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ اگر اس جانباز اسلام کی جانبازیاں اور فداکاریاں نہ ہوتیں تو بعید نہیں تھا کہ بدر، احد، خندق اور خیبر... یا کسی بھی جنگ میں کفار و مشرکین، چراغ رسالت کو با آسانی گل کرکے پرچم حق کو سرنگوں کردیتے_

اس مقام پر مولا علی علیہ السلام کی جنگ خندق و خیبر کے دو میدانوں کی فداکاریوں کو بیان کرتے ہوئے اب ہم آگے بڑھیں گے_

۱_ اسلام دشمن مختلف گروہوں نے ایک دوسرے سے ہاتھ ملا لیا تاکہ یک بیک مدینہ پر حملہ کرکے اسلام کو ختم کردیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلام نے جناب سلمان فارسی کی پیشکش پر حکم دیا کہ مدینہ کی ان اطراف میں خندق کھود دی جائے کہ جہاں سے دشمن کے داخل ہونے کا خطرہ ہے_

خندق کے دونوں طرف دونوں لشکر ٹھہرے ہوئے تھے، کہ عرب کا نامی گرامی جنگجو "عمرو بن عبدود" دشمن کے لشکر سے خندق کو پار کرکے رجز پڑھتا اور مبارزہ طلبی کرتا ہوا آیا_ حضرت علي علیہ السلام نے

قدم آگے بڑھائے دونوں میں گفتگو کے بعد "عمرو" گھوڑے سے اتر پڑا اور اس نے گھوڑے کو پے کردیا ، تلوار لے کر حضرت علی علیہ السلام پر حملہ آور ہوا تو امام علیہ السلام نے دشمن کے وار کو اپنی ڈھال پر روکا اور اس کے بعد آپ علیہ السلام نے ایک ضرب سے اس کو زمین پر گرادیا پھر قتل کرڈالا_ "عمرو" کے ساتھیوں نے جب یہ منظر دیکھا تو وہ میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے اور جورہ گئے وہ امام کی تلوار ذوالفقار کے لقمہ بن گئے [۲۰]_ جب امام_ فاتحانہ واپس آئے تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: "اگر تمہاری آج کی جنگ کو امت اسلام کے تمام پسندیدہ اعمال سے تولا جائے تو تمہارا یہ عمل سب سے برتر ہے_[۲۱]"

۲_ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکرم نے یہودیوں کے مرکز، خیبر کا محاصرہ کیا اس غزوہ میں آنکھوں کے درد کے سبب حضرت علي علیہ السلام جنگ میں شامل نہ تھے_ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو مسلمانوں کو پرچم دیا اور وہ دونوں ہی کامیابی حاصل کرنے سے پہلے ہی واپس آگئے ، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "پرچم ان کا حق نہیں تھا علی علیہ السلام کو بلاؤ" لوگوں نے عرض کیا کہ " ان کی آنکھوں میں درد ہے" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: " ان کو بلا لاؤ وہ، وہ ہیں جن کو خدا اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوست رکھتا ہے اور وہ بھی خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوست رکھتے ہیں ...

جب حضرت علی_ تشریف لائے تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "علي علیہ السلام کیا تکلیف ہے؟"تو حضرت علی علیہ السلام نے کہا: " آنکھوں میں تکلیف ہے_"

اس وقت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا نے ان کے لئے دعا فرمائي اور ان کی آنکھوں پر اپنا لعاب دہن لگایا_ کہ جس سے حضرت علی علیہ السلام کی آنکھوں کا درد ختم ہوگیا،جب حضرت علي علیہ السلام نے سفید پرچم لہرایا_ تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: " جبرئیل تمہارے ساتھ ہیں اور کامیابی تمہارے آگے آگے ہے ، خدا نے ان لوگوں کے دلوں میں خوف وہراس ڈال دیا ہے..."

حضرت علی علیہ السلام میدان میں گئے تو سب سے پہلے مرحب سے سامنا ہوا کچھ باتیں ہوئیں اور آخر کار اس کو زمین پر گرادیا_ یہودی قلعہ کے اندر چھپ گئے اور دروازہ بند کرلیا_ امام_ دروازہ

کے پیچھے آئے اور جس دروازہ کو بیس آدمی بند کرتے تھے اس کو اکیلے کھولا اور اس کو اپنی جگہ سے اکھاڑ اوریہودیوں کی خندق پرڈال دیایہاں تک کہ مسلمان اس کے اوپر سے گزر کر کامیاب ہوئے_ (۲۲)

ج_ علي عليه السلام اور پیغمبر صلى الله عليه وآله وسلم کی جانشيني

پیغمبر اکرم صلى الله عليه وآله وسلم نے اپنے بعد، مسلمانوں کے امور کی سرپرستی اور ولایت کے مسئلہ میں صرف اپنی پوشیدہ دعوت اور اعلان پرہی اکتفا نہیں کیا تھا بلکہ جس طرح کہ ہم ذکر کرچکے ہیں کہ آپ صلى الله عليه وآله وسلم نے دعوت اور تبلیغ کے پہلے ہی دن سے مسئلہ ولایت کو توحید و نبوت کے ساتھ صریحاً بیان فرمادیا تھا_ اورپھر خصوصیات و فضائل کے مجموعہ حضرت علی_ کے لئے آپ صلى الله عليه وآله وسلم کے پاس، خدا کا یہ فرمان موجود تھا کہ دین و دنیا کے امور میں علي عليه السلام کی ولایت و سرپرستی اور اپنے بعد ان کی جانشینی کا اعلان فرمادیں_

رسول اکرم صلى الله عليه وآله وسلم نے اس کام کو مختلف مواقع پر منجملہ "غدیر خم" میں انجام دیا_ آنحضرت صلى الله عليه وآله وسلم نے ۱۰ھ فریضہ حج کی انجام دہی کے لئے مکہ کا قصد فرمایا، مورخین نے اس سفر میں پیغمبر اکرم صلى الله عليه وآله وسلم کے ساتھیوں کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار لکھی ہے_ (۲۳) حج سے واپسی پر ۱۸ذی الحجہ کو صحراء جحفہ کی "غدیر خم "نامی جگہ پر پہنچے_ منادی نے پیغمبر اکرم صلى الله عليه وآله وسلم کے حکم کے مطابق اعلان کیا "الصلوة جامعة" سب لوگ رسول صلى الله عليه وآله وسلم خدا کے گرد جمع ہوگئے_ اونٹوں کے پالانوں سے ایک بلند جگہ منبر بنایا گیا اور پیغمبر اکرم صلى الله عليه وآله وسلم اس پر تشریف لے گئے، حمد خدا اور مفصل خطبہ کے بعد آپ صلى الله عليه وآله وسلم نے فرمایا: اے لوگو مؤمنین پر ولایت و سرپرستی کا زیادہ حق کون رکھتا ہے؟ تو لوگوں نے کہا: خدا اوراس کا پیغمبر صلى الله عليه وآله وسلم زیادہ بہتر جانتے ہیں تو آپ صلى الله عليه وآله وسلم نے فرمایا: میرا ولی خدا ہے اور میں مومنین پر خود ان کے نفسوں سے زیادہ حق رکھتا ہوں اورپھر فرمایا "من كنت مولاه فهذا عليٌ مولا" (۲۴) جس کا میں سرپرست و ولی ہوں یہ علي عليه السلام بھی اس کے سرپرست وولی ہیں خدایا ان کے دوستوں کو دوست رکھ اور ان کے

دشمنوں کو دشمن قرار دے_ ابھی لوگ پراکندہ نہیں ہوئے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی :

﴿ اليوم اكملت لكم دينكم و اتممت عليكم نعمتي و رضيت لكم الاسلام دينا ﴾[۲۵]

" آج تمہارے دین کو میں نے کامل کردیا اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کردیں ، اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کرلیا_

سوالات

۱_ ائمہ معصومین علیہ السلام کی عمومی سیرت کیا تھی اور کیا ائمہ معصومین علیہ السلام اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت میں کوئي فرق تھا ؟ اور اگر تھا تو وہ کیسا فرق تھا؟

۲_ ائمہ معصومین علیہ السلام اور ان کی معاصر حکومتوں کے درمیان ، اختلاف کی اصل وجہ کیا تھي؟

۳_ امیرالمؤمنین کا بچپن کیسے گزرا اور خود آپ علیہ السلام نے اس بارے میں کیا فرمایا ہے؟

۴_ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب پہلی بار اپنے بعد امیرالمؤمنین کی جانشینی کے مسئلہ کی تصریح کی تو وہ کون سا وقت اور کونسا موقع تھا؟

۵_ جنگوں میں امیرالمؤمنین کی فداکاری کا ایک نمونہ بیان فرمائیں ؟

حوالہ جات

۱ تفصیل کے لئے "کتاب کفایۃ الاثرفی النص علی الائمۃ الاثنی عشر" اور کتاب " الفقیہ للنعمانی" ص ۵۷، ص ۱۱۰_ " بحار الانوار" جلد ۳۶، ص ۲۲۶، ص ۳۷۲، "غیبت شیخ" ص ۹۹، ۸۷_ اور " غیبت مفید" کا مطالعہ فرمائیں اور کے علاوہ ولایت اور اس کی شرائط کے موضوع پر قرآن مجید کا مطالعہ ہم کو بارہ اماموں پر انحصار کرنے کی ہدایت کرتا ہے_

۲ "فانّ ھذا الدین قد کان اسیراً فی ایدی الاشرار یعمل فیہ بالھوی و تطلب بہ الدنیا" (نہج البلاغہ فیض الاسلام خط ۵۳ ص ۱۰۱۰ مالک اشتر کے نام خط)

۳ شرح نہج البلاغہ جلد ۱ ص ۲۸_

۴ مزید معلومات کے لئے "تاریخ اسلام امامت حضرت کے زمانہ میں" سبق ۴ کی طرف رجوع فرمائیں_

۵ جو بیان اس مقدمہ میں کلی طور پر آیا ہے اور جس بات کا دعوی کیا گیا ہے آیندہ دروس میں ائمہ معصومین کے بارے میں خلفاء کے موقف اور معصوم رہبروں کے اقدامات کے نمونوں کے ساتھ پیش کیا جائے گا_

۶ ارشاد مفید/ ۹ مطبوعہ بیروت_ بحار جلد ۳۵/ ۵ منقول از تہذیب، کشف الغمہ مطبوعہ تبریز جلد ۱/ ۵۹ خانہ کعبہ میں آپ علیہ السلام کی ولادت کے موضوع کو اہل سنّت کے بہت سے مورخین و محدثین نے لکھا ہے_ مزید تفصیل کے لئے مروج الذہب جلد ۲/ ۲۳۹_ شرح الشفا جلد ۱/ ۱۵۱_ مستدرک حاکم جلد ۳/ ۲۸۳ شرح قصیدہ عبدالباقی آفندی از آلوسی / ۵ ملاحظہ ہو_

۷ عمران کے چار بیٹے، طالب، عقیل، جعفر اور علی علیہ السلام تھے_ آپ ابوطالب کی کنیت سے مشہور تھے_ لیکن ابن ابی الحدید نے جلد ۱ ص ۱۱ پر حضرت علی علیہ السلام کے والد کا نام عبدمناف لکھا ہے_

۸ سیرۃ ابن ہشام جلد ۱/ ۲۶۲، کامل ابن اثیر جلد ۲/ ۵۸، کشف الغمہ جلد ۷۹، تاریخ طبری ۲/ ۳۱۲_

۹ نہج البلاغہ خطبہ قاصعہ سے چند جملے از صبحی صالح حدیث ۱۹۲ ص ۳۰۰ اور دو سطریں ص ۸۱۲ سے_

۱۰ تاریخ طبری جلد ۲ ص ۳۱۰ کامل ابن اثیر جلد ۲ ص ۵۰_ ابن ہشام جلد ۱ ص ۲۶۲، کشف الغمہ جلد ۱ ص ۸۶

۱۱ نہج البلاغہ فیض الاسلام خطبہ ۲۳ ص ۸۱۱، ص ۸۱۲_

۱۲ سورہ شعراء آیت ۲۱۴_

۱۳ تاریخ طبری جلد ۲/ ۳۲۰_ مجمع البیان جلد ۷_ ۸/ ۲۰۶_ الغدیر جلد ۲/ ۲۷۹_ کامل ابن اثیر جلد ۲/ ۶۲_ ۶۳

إن هذا أخی و وصی و خليفتی فيکم فاسمعوا له و اطعوا"_

۱۴ سیرة ابن ہشام جلد ۲/۱۲۴_ کامل ابن اثیر جلد ۲/ ۱۰۱_۱۰۳_ الصحیح من سیرة النبی جلد ۲/۲۳۸_

۱۵ تفسیر المیزان جلد ۲/۹۹_ (دس جلدوالی) تفسیر برہان جلد ۱/ ۲۰۶ ملاحظہ ہو_

۱۶ سورہ بقرہ /۲۰۷_

۱۷ مدینہ سے دو فرسخ دور قبا قبیلہ بنی عمروبن عوف کے سکونت کی جگہ تھی_ معجم البلدان جلد ۴/ ۳۰۱_

۱۸ مناقب ابن شہرآشوب جلد ۲/۵۸، الصحیح من سیرة النبی جلد ۲/ ۲۹۵_

۱۹ "والله لو تَظَاهَرت الرحب على قتالى لما ولّيت عنها" شرح نہج البلاغہ فیض الاسلام ص، ۹۷۱_

۲۰ ارشاد مفید/۵۲،۵۳_

۲۱ بحار جلد ۲/۲۰۵ "لو وزن اليوم عملک بعمل امة محمد لرجع عملک بعملهم ..."_

۲۲ ارشاد مفید/۶۵،۶۷_

۲۳ الغدیر جلد ۱/۹_

۲۴ سورہ مائدہ /۳_

۲۵- الغدیر جلد ۱/۹_۱۱_

دوسرا سبق:

حضرت علی ؑ کی سوانح عمري (دوسرا حصّہ)

پیغمبر اکرم ﷺ کی رحلت سے خلافت تک

رسول ﷺ اکرم کی وفات کے فوراًبعد، بعض مسلمانوں نے سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوکر جانشین پیغمبر ﷺ معین کرنے کے بارے میں ایک مٹینگ کی، باوجوداس کے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنی زندگی ہی میں حضرت علی ؑ کو حکم پروردگار کے مطابق اپنا جانشین مقرر فرمادیا تھا_ لیکن اس کے برخلاف لوگوں نے حکومت، حضرت ابوبکر کے حوالہ کردی_ حضرت ابوبکر ۱۳ھ ق میں ۶۳ سال کی عمر میں اس دنیا سے چلے گئے_ ان کی مدت خلافت دو سال تین ماہ تھي_ [۱]

ان کے بعد حضرت عمر بن خطاب نے حضرت ابوبکر کی وصیت کے مطابق خلافت کی زمام سنبھالی اور آخر ذی الحجہ ۲۳ھق کو ابو لو لو "فیروز" کے ہاتھوں قتل کردیئے گئے_ اور ان کی خلافت کی مدت دس سال چھ ماہ اور چار دن تھی_ [۲]

حضرت عمر نے اپنا خلیفہ معین کرنے کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی جس کا نتیجہ و ثمرہ حضرت عثمان ابن عفان کے حق میں ظاہر ہوا_ انہوں نے حضرت عمر کے بعد محرم کے اواخر میں ۲۴ھ ق کو خلافت کی باگ ڈور سنبھالی اور ذی الحج ۳۵ھ ق کو نا انصافی اور بیت المال میں خرد برد کے الزامات کی وجہ سے مسلمانوں کی ایک شورش میں ایک کثیر جمعیت کے ہاتھوں قتل کردیئے گئے اور ان کی خلافت بارہ سال سے کچھ کم مدت تک رہی_ [۳]

مذکورہ تینوں خلفاء، پیغمبر اکرم ﷺ کے بعد، یکے دیگرے تقریباً ۲۵ سال تک لوگوں پر حکومت کرتے رہے_ اس طویل مدت میں اسلام اور جانشینی پیغمبر ﷺ کے حوالے سے سب سے زیادہ مستحق

و سزاوار شخصیت امیرالمؤمنین علی بن ابی طالب _کی تھی کہ جنھوں نے صبر و شکیبائي سے کام لیا اور گھر میں بیٹھے رہے_

حضرت علی ؑ جوخلافت کو اپنا مسلم حق سمجھتے تھے، ان لوگوں کے مقابل اٹھے جنہوں نے ان کے حق کو پامال کیا تھا، آپ ؑ نے اعتراض کیا اور جہاں تک اسلام کی بلند مصلحتوں نے اجازت دی اس حدتک آپ نے اپنے احتجاج و استحقاق کو ان پر، روشن فرمایا_

اسلام کی عظیم خاتون حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا نے بھی اس احتجاج میں آپ کا مکمل ساتھ دیا اورتاحیات ہر موڑپر آپ ؑ کی مدد کرتی رہیں اور انہوں نے عملی طورپرثابت کردیا کہ دوسروں کی حکومت غیر قانونی ہے_

لیکن چونکہ اسلام ابھی نیا نیا تھا اس لئے حضرت علي ؑ نے تلوار اٹھانے اور جنگ کی آگ بھڑکانے سے گریز کیا_ کیونکہ طبیعی طورپر اس فعل سے اسلام کو نقصان پہنچتا_ اور ممکن تھا کہ پیغمبر ﷺ کی زحمتوں پر پانی پھر جاتایہاں تک کہ آپ ؑ نے اسلام کی آبرو بچانے کے لئے ضروری مقامات پرتینوں خلفاء کی دینی امور اوربہت سے سیاسی مشکلات میں رہنمائي اور ان کی ہدایت سے دریغ نہیں فرمایا جیسا کہ یہ لوگ بھی مجبوراً، گاہے بہ گاہے آپ ؑ کی علمی بزرگی اور قابل قدر خدمات کا اعتراف کرتے رہے چنانچہ خلیفہ دوم اکثر کہا کرتے تھے: " لو لا عليّ لہلک عمر" (۴) یعنی اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوگئے ہوتے_

خلافت سے شہادت تک

حضرت عثمان کے قتل کے بعد اکثریت کے اصرار اور خواہش پر تقریباً مہاجرین و انصار کے اتفاق سے حضرت علی_ خلافت کے لئے منتخب کئے گئے_ امام ؑ نے پہلے اس عہدہ کو قبول کرنے سے انکار کیا_ واضح رہے کہ یہ انکار اس لئے نہیں تھا کہ آپ ؑ اپنے اندر زمامداری کی توانائي اور

مصائب برداشت کرنے کی طاقت نہیں پاتے تھے، یا یہ کہ ان سے زیادہ مناسب، اصحاب کے درمیان کوئی اور شخص بھی موجود تھا ـ بلکہ یہ انکار اس لئے تھا کہ حضرت علیہ السلام جانتے تھے کہ اسلامی معاشرہ گذشتہ خلفاء کی غلط سیاست کی بنا پر خصوصاً عثمان کے زمانہ خلافت میں طبقاتی اختلاف اور اجتماعی و اقتصادی تفریق کا شکار ہوچکا تھا ـ آپ علیہ السلام دیکھ رہے تھے کہ اصلی اسلام کے اصول و مفاہیم کہ جن پر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زندگی کے طویل عرصہ میں عمل کرتے رہے ہیں وہ فراموشی کی نذر ہوکر ختم ہو چکے ہیں ـ ان تمام چیزوں کو اپنی جگہ پر لانے میں مشکلیں اور سختیاں ہونگی ـ اور ان تمام باتوں کے پیش نظر حضرت علي علیہ السلام نے چاہا کہ لوگوں کو آزما کر دیکھا جائے کہ وہ انقلاب اسلامی کی روش کو عملی طور پر اختیار کرنے پر کس حد تک آمادہ ہیں ، تاکہ بعد میں ایسا نہ سمجھ بیٹھیں کہ علي علیہ السلام نے ان کو غافل بنا کر، ان کی انقلابی تحریک اور شورش سے فائدہ اٹھالیا ـ

ان تمام باتوں اور دوسری باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے امام علیہ السلام نے اصحاب اور جمہور کے بہت اصرار کے باوجود فوری طور پر حکمرانی قبول کرنے سے انکار کردیا اور لوگوں کے جواب میں فرمایا:

"مجھے چھوڑ دو اور کسی دوسرے کو تلاش کرلو ـ کیونکہ جو کام سامنے ہے اس میں طرح طرح کی ایسی مشکلات ہیں کہ دلوں میں ان کے تحمل کی طاقت اور عقلوں میں ان کے قبول کرنے کے توانائی انہیں ہے ـ عالم اسلام کے افق کو ظلم و بدعت کے سیاہ بادلوں نے گھیر رکھا ہے اور اسلام کا روشن راستہ متغیر ہوچکا ہے تم یقین جانو کہ اگر میں نے خلافت کو قبول کیا تو جو کچھ میں جانتا ہوں اس کے مطابق تمہارے ساتھ سلوک کرونگا اور کسی بھی بولنے والے کی بات یا ملامت کرنے والے کی ملامت پر کان نہیں دھروں گا" ـ (۵)

مجمع عام میں تقریر اور اتمام حجت کے بعد جب لوگوں نے بہت زیادہ اصرار کیا تو آپ علیہ السلام نے جمعہ کے دن ۲۵ ذی الحجہ ۲۵ھ ق (۶) کو مجبوراً خلافت قبول کرلی اور لوگوں نے آپ علیہ السلام کی بیعت کي ـ

حضرت علی_ منصب فرماں روائي پر

حضرت علی ؑ نے ایسے حالات میں حکومت کی باگ ڈور سنبھالی کہ جب اسلامی معاشرہ شگاف اور اجتماعی و اقتصادی اختلاف کی بناپر تباہی وہلاکت کے دہانے پر پہنچ چکا تھا اور ہر طرح کی دشواریاں اور پیچیدہ مشکلات آپ کے انتظار میں تھیں_

جن مقاصد کے لئے حضرت علی ؑ نے حکومت قبول کی تھی ان کو بروئے کار لانے کے لئے آپ ؑ نے اپنی انقلابی سیاست کوچند مرحلوں میں رائج کیا_

اس سیاست کے تین مرحلے تھے:

۱_ حقوق کا مرحلہ ۲_ مال کا مرحلہ ۳_ انتظام کا مرحلہ

اب ہم اختصار کے ساتھ مندرجہ بالا ،مراحل کا تجزیہ پیش کرتے ہیں_

الف_ حقوق کا مرحلہ

حقوق کے سلسلہ میں امام ؑ کی اصلاحات ، تمام لوگوں کو مساوی حقوق دینے اور بیت المال سے بخشش و عطا کے سلسلہ میں امتیاز اور برتری کو لغو قرار دینے پر مبنی تھے_ آپ ؑ نے فرمایا: "ذلیل اور ستم دیدہ میرے نزدیک طاقتور ہیں یہاں تک کہ میں ان کا حق انھیں واپس دلادوں اور طاقتور میرے نزدیک ناتواں ہے یہاں تک کہ میں مظلوم کا حق اس سے واپس لے لوں_" (۷)

ب_ مالی مرحلہ

اس سلسلہ میں امام ؑ نے جو پہلا اقدام کیا وہ اس دولت و ثروت کو واپس لینا تھا کہ جو عثمان کی خلافت کے زمانہ میں دیدی گئي تھي_ امیرالمؤمنین ؑ نے اموال، ملکیت، پانی اور زمین(یعنی تیول) کو (۸) کہ جنہیں حضرت عثمان نے اپنے رشتہ داروں اور کارندوں کو بخش دیا تھا ، بیت المال میں واپس لے لیا_ (۹)

اس کے بعد اموال کی تقسیم میں لوگوں کو اپنی سیاست سے آگاہ کیا اور فرمایا:

"اے لوگو میں بھی تم میں سے ایک فرد ہوں اور سود و زیاں میں تمہارے ساتھ شریک ہوں میں پیغمبر اکرم ﷺ کی روش کی طرف تمہاری راہنمائي کرونگا اور ان کے قوانین کو تمہارے درمیان جاری کروں گا _ آگاہ ہوجاؤ کہ ہر قطعہ زمین اور ریتول (یعنی ملک، آب اور زمین) جو عثمان نے دوسروں کو دے دیئے ہیں اور ہر وہ مال، کہ جو مال خدا سے دیا گیا ہے ان سب کو بیت المال میں واپس لوٹ جانا چاہیئے _ بیشک کوئي بھی چیز حق کو ختم نہیں کر سکتي_ خدا کی قسم اگر میں دیکھوں گا کہ یہ مال کسی عورت کو جہیز میں دیا گیا ہے یا اس سے کوئي کنیز خریدی گئي ہے تو میں سب کو واپس پلٹادوں گا _ بیشک عدالت میں وسعت ہے اور اگر کسی پر عدالت سخت اور دشوار ہے تو ظلم و ستم اس پر اور بھی زیادہ دشوار ہوگا"(۱۰)

ج_ انتظامی مرحلہ

حضرت علی_ نے انتظامی سیاست کو دو مرحلوں میں عملی جامہ پہنایا:

۱_ غیر صالح حکمرانوں کو معزول کرنا اور ہٹانا اس سلسلہ میں آپ علیہ السلام فرماتے ہیں :

"مجھے اس بات سے بہت دکھ ہے کہ اس امت کے بیوقوف اور بدکار لوگ، امور کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لئے ہوئے ہیں اس کے نتیجہ میں مال خدا کو اپنے درمیان ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں الٹ پھیر کرتے ہیں اور خدا کے بندوں کو اپنی غلامی کی طرف کھینچے جا رہے ہیں یہ لوگ نیکو کاروں سے لڑتے ہیں اور فاسقوں کو اپنا ساتھی بناتے ہیں اس گروہ میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو شراب پی چکے ہیں اور ان پر حد بھی جاری ہوچکی ہے اور ان میں سے بعض نے اسلام کو قبول ہی نہیں کیا جب تک کہ ان کے لئے کوئي عطیہ معین نہیں ہوا ...(۱۱)"

۲_ صالح اور لائق حکمرانوں کی تعیین اور ان کو مختلف شہروں میں بھیجنا_ عثمان بن حنیف کو بصرہ کا حاکم سہل بن حنیف کو شام کا حاکم اور قیس بن زیاد کو مصر کا حاکم بنایا اور ابوموسی اشعری کو مالک

اشتر کے اصرار کی بنا پر ان کے عہدہ پر کوفہ میں باقی رکھا_[۱۲]

حضرت علی علیہ السلام کے اقدامات پر مخالفین کا رد عمل

حضرت علي علیہ السلام کے اصلاح طلب اقدامات جس طرح غریب اور ستم رسیدہ طبقہ کے لئے مسرت کا باعث تھے اسی طرح قریش کے غرور، خودبینی اور فوقیّت کے جذبہ پر کاری ضرب تھے، اس وجہ سے جب ثروت مندوں کے چیدہ افراد اور بڑے طبقہ نے اپنی ذاتی منفعت اور اپنی اجتماعی حیثیت کو خطرے میں دیکھا تو حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ مذاکرہ اورمالی و حقوقی مسائل میں آپ علیہ السلام کی سیاست میں تبدیلی سے مایوس ہونے کے بعد، علم مخالفت بلند کردیا اور لوگوں کو بیعت توڑدینے پر بھڑکانے، مختلف بہانوں سے امام علیہ السلام کی حیثیت کو کمزور کرنے اور داخلی جنگ و اختلاف کو ہوا دینے لگے_

حضرت علی علیہ السلام نے اپنے بعض ارشادات میں اپنے مخالفین کو تین گروہوں میں تقسیم کیا ہے اور فرمایا ہے کہ:

"میں جب امر خلافت کے لئے اٹھا تو ایک گروہ نے بیعت توڑدی اور کچھ لوگ دین سے باہر نکل گئے اور ایک گروہ نے شروع سے ہی طغیان و سرکشی کي"_[۱۳]

اب امیرالمؤمنین علیہ السلام کی اسلامی حکومت کے بالمقابل ان تینوں گروہوں کے موقف کو مختصراً بیان کیا جائے گا:

الف_ ناکثین (عہد توڑدینے والے)

پیسے کے پرستار، لالچی اور تفرقہ پرداز افراد، امام علیہ السلام کی سیاست کے مقابلہ میں آرام سے نہیں بیٹھے_ انہوں نے پہلا فتنہ بصرہ میں کھڑا کیا_ اس فتنہ کے بیج بونے والے افراد طلحہ و زبیر تھے، یہ دونوں بصرہ اور کوفہ کی گورنری کا مطالبہ کر رہے تھے[۱۴] اور امام علیہ السلام کے سامنے انہوں نے صریحا

اظہار کردیا کہ ہم نے اس لئے آپ علیہ السلام کی بیعت کی ہے کہ خلافت کے کام میں آپ علیہ السلام کے ساتھ شریک رہیں۔[۱۵]

لیکن حضرت علی علیہ السلام نے ان کی خواہش کی موافقت نہیں کی اوردونوں آخر میں عمرہ کے بہانہ سے مکہ چھوڑ کر مدینہ چلے گئے اور وہاں جناب عائشہ کی مدد اور جناب عثمان کے زمانہ کے بر طرف شدہ حکمران مکہ کے توسط سے طلحہ و زبیر نے ایک سازش تیار کی، ان کی اس سازباز سے "ناکثین" کا مرکزی ڈھانچہ تشکیل پا گیا۔

ان لوگوں نے امویوں کی دولت سے استفادہ کرتے ہوئے خون عثمان کے انتقام کی آڑ میں جناب عائشہ کی رہبری میں ایک لشکر تیار کرلیا اور بصرہ کی طرف چل پڑے اور بصرہ کا دفاع کرنیوالوں پر حملہ کردیا، طرفین میں شدید ٹکراؤ ہوا بہت سے لوگ قتل اور مجروح ہوئے اور حاکم بصرہ عثمان بن حنیف کے گرفتار ہوجانے کے بعد شہر بصرہ ان کے قبضہ میں آگیا۔

حضرت علی۔" شام" سے جنگ کرنے کے وسائل مہیا کرنے میں لگے ہوئے تھے (اسلئے کہ معاویہ نے قانونی طور پر خلافت سے سرکشی کا اعلان کرکے امام علیہ السلام کی بیعت کو رد کردیا تھا) جب عائشہ، طلحہ اور زبیر کی شورش کی خبر آپ علیہ السلام تک پہونچی تو آپ علیہ السلام امت کے تفرقہ سے ڈرے اور آپ علیہ السلام نے یہ سمجھا کہ ان لوگوں کا خطرہ معاویہ کی سرکشی سے زیادہ اہم ہے۔ اگر فوری طور پر اس فتنہ کی آگ کو خاموش نہ کیا گیا تو ممکن ہے کہ خلافت حق کی بنیاد متزلزل ہوجائے۔

اس وجہ سے آپ علیہ السلام، ان لوگوں سے جنگ پر آمادہ ہوگئے اور آپ علیہ السلام کا لشکر جلد ہی مدینہ سے باہر آگیا، مقام "رَبذہ"[۱۶] سے آپ علیہ السلام نے کوفہ والوں کے لئے خطوط اور نمائندے بھیجے اور ان کو اپنی مدد کیلئے بلایا۔

چنانچہ حضرت علی علیہ السلام کے نمائندہ امام حسن علیہ السلام اور عمار یاسر کی کوششوں کی بنا پر کوفہ کے ہزاروں افراد، حضرت علی علیہ السلام کی مدد کے لئے کوفہ چھوڑ کر مقام "ذی قار"[۱۷] میں حضرت علي علیہ السلام سے ملحق ہوگئے۔

حضرت علی علیہ السلام نے ان پیمان شکنوں سے ٹکراؤ سے پہلے مختلف ذرائع سے صلح کی کوشش کی اور اپنی طرف سے خون ریزی سے بچنے کے لیئے انتہائي کوشش کی لیکن کامیابی حاصل نہ ہوسکی اس لئے کہ شورش کرنیوالے جنگ کا پختہ ارادہ کرچکے تھے_
حضرت علی علیہ السلام کو مجبوراً ان سے جنگ کرنا پڑی اور شدید جنگ کے بعد، یہ فتنہ حضرت علی علیہ السلام کی فتحیابی اور "ناکثین" کی شکست فاش پر ختم ہوا_ بہت سے لوگ قتل ہوئے اور بقیہ شام کی طرف بھاگ گئے یہ جنگ تاریخ میں جنگ "جمل" کے نام سے مشہور ہے_

ب_ قاسطین

جب حضرت علی علیہ السلام نے اسلامی معاشرہ کی فرماں روائي کی ذمہ داری قبول کی تھی تو اسی وقت سے یہ ارادہ کرلیا تھا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کو، جو مدت سے بھلائي جاچکی تھی زندہ کردیں گے، قانون الہی سے ہر طرح کی سرکشی اور تمرد کی کوشش کو ختم کردیں گے اور بنی امیہ کی روش کو کہ جس کے سربراہ اور اس قانون شکنی کو جاری رکھنے والے معاویہ کو اسلامی معاشرے سے ہٹادیں گے_
لہذا آپ علیہ السلام نے اپنی حکومت کے پہلے ہی دن سے یہ طے کرلیا تھا کہ معاویہ کو شام کی گورنری سے معزول کردیں گے، اس سلسلہ میں کسی کی بات یا سفارش حتی ابن عباس کی بات بھی آپ علیہ السلام کے مؤقف کو بدلنے میں مؤثر نہ ہوسکي_ کیونکہ آپ علیہ السلام کسی بھی صورت میں معاویہ کے وجود کو اسلامی حکومت میں برداشت نہیں کرسکتے تھے_
اولاً: اسلامی حکومت میں معاویہ جیسے گورنروں کا وجود، حضرت عثمان کی حکومت کے خلاف مسلمانوں کی شورش کا اہم ترین سبب تھا_ مسلمانوں نے بارباران لوگوں کو برطرف اور معزول کرنے کا مطالبہ کیا تھا_ اب اگر حضرت علی علیہ السلام ان کو (اگرچہ تھوڑی اور محدود مدت کے لئے بھی) باقی رکھتے تو لوگ نئي حکومت کے بارے میں کیا فیصلہ کرتے؟
ثانیاً: شام میں معاویہ اور اس کی حکومت نے جو مقام و حیثیت پیدا کرلی تھی اس سے حضرت

علی علیہ السلام نے بخوبی یہ اندازہ لگالیا تھا کہ معاویہ کسی طرح بھی شام کی حکومت سے دست بردار نہیں ہوگا۔ اب اگر حضرت علی علیہ السلام کی طرف سے بھی تائید ہوجاتی تو ہوسکتا تھا کہ کل اسی تائید کو معاویہ اپنی حقّانیت کی سند سمجھ لیتا اور اس کو امام علیہ السلام کی حکومت کے خلاف استعمال کرتا۔

امام علیہ السلام بخوبی جانتے تھے کہ معاویہ اپنی زندگی میں شام میں مرکزی حکومت کے نمائندہ اور مامور کی حیثیت سے عمل نہیں کر رہا ہے۔ بلکہ وہ شام کو اپنی حکومت سمجھتا ہے اور اس سرزمین پر اس کے سارے پروگرام اور کام حکومت کے اس سربراہ جیسے تھے جس نے خود حکومت کی بنیاد رکھی ہو اور مختلف ذرائع سے اپنا اقتدار قائم کیا ہو۔ وہ معروف اور صاحب نفوذ شخصیتوں کو خرید لیتا تھا اور قیمت کے ذریعہ دوسروں کو محروم کرکے اور لوگوں کے امن و امان کو چھین کر ایک گروہ کو مال و ثروت فراہم کرتا تھا۔ وہ کسانوں، تاجروں اور تمام مالیات ادا کرنے والوں کو شدید ظلم کا نشانہ بناتا اور ان سے مطلوبہ مال لے کر عربی قبائل کے ان رؤسا کو دیتا کہ، جو اس کی فوج کی مدد سے آزادی پسند ہر طرح کی تحریک کو کچلنے کے لئے آمادہ ہوتے تھے۔ اس طرح انہوں نے اپنے آپ کو بہت دنوں تک اپنے منصب پر باقی رکھنے کے لئے آمادہ کر رکھا تھا۔

معاویہ اور حضرت عثمان کا کرتا

معاویہ، حضرت علی علیہ السلام کو اچھی طرح جانتا تھا وہ اس بات سے بے خبر نہیں تھا کہ علی علیہ السلام بہت جلد اسے تمنّاؤں کی کرسی سے نیچے کھینچ لیں گے اور اس کی مادی خواہشوں، آرام طلبیوں اور ہوس اقتدار کے درمیان ایک مضبوط بند باندھ دیں گے۔ اس لئے معاویہ نے اپنی جھوٹی حکومت کی بنیاد کو مضبوط کرنے اور اپنے مقاصد تک پہونچنے کے لئے انقلابی مسلمانوں کے ہاتھوں حضرت عثمان کے قتل کو بہترین موقع اور ذریعہ سمجھا۔ اسی وجہ سے اس نے قتل عثمان کو بہت بڑا بنا کر پیش کیا اور شدید پروپیگنڈہ کے ذریعہ اس کو ایسا حادثہ و فاجعہ بنادیا کہ شام والوں کے دل لرز گئے۔

معاویہ نے حکم دیا کہ جناب عثمان کے خون آلود کرتے کو انکی بیوی "نائلہ" کی کٹی ہوئی انگلی کے ساتھ_ جس کو نعمان بن بشیر لایا تھا[۱۸]_ دمشق کی جامع مسجد کے منبر کی بلندی پر لٹکایا جائے اوراس نے شام کے کچھ بوڑھوں کو اس کُرتے کے ارد گرد نوحہ سرائی اور عزاداری کے لئے آمادہ کیا_[۱۹] اس طرح انہوں نے شام کے لوگوں کے جذبات کو مرکزی حکومت کے خلاف بھڑکادیا اور ان کو اتنا غصہ دلایا کہ وہ معاویہ سے بھی زیادہ غیظ و غضب میں آگئے اور معاویہ سے زیادہ جنگ اور انتقام کے لئے آمادہ نظر آنے لگے_

طلحہ و زبیر اور عائشےہ کی شورش نے بھی، جو حضرت عثمان کی حمایت کے نام پر وجود میں آئي تھي، معاویہ کے کام کو اور آسان بنادیا_ اب معاویہ ان چیزوں کی مدد سے شام والوں کو برانگیختہ کرسکتا تھا اور ان کو جس طرف چاہتا لے جاسکتا تھا_

آغاز جنگ

معاویہ کے اردگرد جب دنیا پرست اور بے ایمان لوگ جمع ہوگئے تو معاویہ جنگ کیلئے تیار ہوگیا تا کہ حق و عدل والی، شرعی حکومت سے ٹکرا جائیں، معاویہ کا لشکر صفین میں پہنچا اور فرات کے کنارے خیمہ زن ہوگیا اس کے ساتھیوں نے اصحاب امیرالمؤمنین عليه السلام پر پانی بند کردیا_

حضرت علی عليه السلام کوفہ میں تھے جب آپ عليه السلام کو خبر ملی کہ معاویہ ایک کثیر لشکر کے ساتھ صفین میں پہنچ چکا ہے تو آپ عليه السلام اس سے مقابلہ کے لئے آمادہ ہوئے، حضرت علی عليه السلام کے سپاہیوں کی فوج سیلاب کی طرح اٹھی اور فرات کے کنارے پہنچ کر[۲۰] معاویہ کے لشکر کے سامنے آگئي لیکن حضرت علی عليه السلام کے سپاہیوں نے دیکھا کہ فرات تک پہنچنے کا راستہ نہیں ہے_

حضرت علی عليه السلام نے خون ریزی نہ ہونے کی بڑی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوئے جنگ ناگزیر تھي، حضرت علی عليه السلام کے سپاہیوں نے جنگ کے شروع ہی میں شامیوں کو فرات کے کنارے سے

بھگادیا اور شام کے لشکر کو بھاری نقصان پہنچایا۔ جب عراق کے لشکر نے فرات کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا تو حضرت علی علیہ السلام نے بڑے پن کا ثبوت دیا اور فرمایا: "چھوڑدو ان کو پانی لینے دو..."

اس کے بعد دونوں لشکروں کے درمیان چھوٹے چھوٹے حملے ہوتے رہے۔ حضرت علی علیہ السلام نہیں چاہتے تھے کہ اجتماعی حملہ شروع ہو۔ اس لئے کہ آپ علیہ السلام کو یہ امید تھی کہ دشمن، حق کے سامنے اپنی گردن جھکا دےں گے اور جنگ سے ہاتھ روک لےں گے لیکن دشمن اسی طرح آمادہ پیکار رہے۔ طرفین اس کشیدگی کے جاری رہنے سے تھک گئے اس اعتبار سے ان کے درمیان، صلح و موافقت کی کوئي امید باقی نہ رہی۔

جب حضرت علی علیہ السلام نے حالات کا یہ رخ دیکھا تو اپنے اصحاب کو ایک بڑی جنگ کے لئے آمادہ کرلیا۔ معاویہ بھی جنگ کے لئے تیار ہوگیا نتیجہ میں دونوں گروہوں کی آپس میں مڈبھیڑ ہوئي "لیلۃ الھریر"(۲۱) میں سخت ترین جنگ ہوئي۔ ایسی جنگ کہ جس میں سپاہی نماز کے وقت کو سمجھ نہیں پارہے تھے اور بغیر آرام کئے ہوئے مسلسل جنگ کر رہے تھے۔(۲۲)

حضرت علی علیہ السلام کے سپہ سالار، مالک اشتر نہایت مردانگی سے میدان میں حملہ کررہے تھے اور اپنے دلیر اور نامور لشکر کو دشمن کی طرف بڑھاتے جاتے تھے، پھر معاویہ کو ایسی شکست ہوئي کہ اس کے سپاہیوں کی تمام صفیں ٹوٹ گئیں اور ایسا لگتا تھا کہ حضرت علی علیہ السلام کا لشکر، فتحیاب ہوجائے گا۔ لیکن معاویہ، عمرو عاص کی مدد سے مکر و فریب کی فکر کرنے لگا اور دھوکہ سے قرآن کو نیزہ پر بلند کردیا جس کی بنا پر حضرت علی علیہ السلام کے سپاہیوں میں اختلاف اور شورش برپا ہوگئي۔

آخر کار اپنے ساتھیوں کی طرف سے نہایت اصرار پر مجبور ہوکر حضرت علی علیہ السلام نے ابوموسی اشعری اور عمرو عاص کی حکمیت پر چھوڑ دیا کہ وہ لوگ اسلام اور مسلمانوں کی مصلحتوں کا مطالعہ کریں اور اپنے نظریہ کا اعلان کریں۔

مسئلہ حکمیت کو قبول کرنے کے سلسلہ میں حضرت علی علیہ السلام اس منزل تک پہونچ گئے تھے کہ اگر اس کو قبول نہ کرتے تو شاید اپنے ہی کچھ سپاہیوں کے ہاتھوں قتل کردیئے اتے اور مسلمان شدید

بحران میں بتلا ہوجاتے_

جب حکمین کے فیصلہ سنانے کا وقت آگیا تو دونوں نے اپنے نظریہ کو ظاہر کیا، عمرو عاص نے ابوموسی اشعری کو دھوکہ دیا اور اس نے حکومت معاویہ کو برقرار رکھا، اس بات نے معاویہ کی حیلہ گری کو آشکار کردیا_

ج_ مارقین

حکمین کے واقعہ کے بعد، کچھ مسلمان جو حضرت علی علیہ‌السلام کے ساتھ تھے انہوں نے علی علیہ‌السلام کے خلاف خروج کیا اور اس حکمیت کو قبول کرلینے کی بناء پر علی کو تنقید کا نشانہ بنانے لگے کہ جس کے قبول کرلینے کا یہی لوگ اصرار کررہے تھے_

ان لوگوں کو چند دنوں کے بعد اپنی غلطی کا پتہ چل گیا اور وہ نادم ہوئے، انہوں نے اس بات کی کوشش کی کہ حضرت علی علیہ‌السلام عہد و پیمان توڑدیں (۲۳) لیکن علی علیہ‌السلام پیمان توڑنے والوں میں سے نہ تھے_

خوارج نے حضرت علی علیہ‌السلام کے مقابلہ میں صف آرائي کرلي، انہوں نے فتنہ و فساد برپا کیا_ کوفہ سے باہر نکل پڑے اور "نہروان (۲۴)" میں خیمہ زن ہوگئے یہ لوگ بے گناہ افراد سے متعرض ہوئے اور قتل و غارت گری کرکے لوگوں میں خوف و دہشت طاری کررہے تھے_

حضرت علی علیہ‌السلام کوشش کرنے لگے کہ لوگوں کو دوبارہ معاویہ سے جنگ پر آمادہ کیا جائے اور لوگوں نے دوسری بار بھی آپ کی دعوت کو قبول کیا_

جب آپ علیہ‌السلام نے خوارج کی قتل و غارتگری اور فساد کو دیکھا تو خوارج کے خطرہ کو معاویہ کے خطرہ سے بڑا محسوس کیا_ چونکہ وہ لوگ مرکز خلافت کے قریب تھے_ اگر علی علیہ‌السلام کے سپاہی معاویہ سے لڑنے کے لئے جانا چاہتے تو انہیں خوارج کے حملہ کا سامنا کرنا پڑتا اس لئے کہ خوارج اپنے علاوہ مسلمانوں کے تمام فرقوں کو کافر سمجھتے اور ان کے مال اور خون کو حلال جانتے تھے_ (۲۵)

اس وجہ سے حضرت علی علیہ السلام کے سپاہیوں نے نہروان کی جانب کوچ کیا_ دونوں لشکروں میں جنگ چھڑجانے سے پہلے علی علیہ السلام نے اس بات کی کہ کوشش کی منطق کے ذریعہ ان لوگوں کے شبہات کو ان کے سامنے بیان کر کے ان کی ہدایت کی جائے اور خونریزی کا سد باب کیا جائے_ لیکن افسوس کہ وہ نادان ،خرد سے عاري، ہٹ دھرم، استدلال اور حقیقت میں سے کچھ بھی سمجھنے پر آمادہ نہ تھے_

جب حضرت علی علیہ السلام ان کی ہدایت سے مایوس ہوگئے اور یہ یقین ہوگیا کہ وہ لوگ راہ حق کی طرف ہرگز نہیں لوٹیں گے ، تب آپ علیہ السلام نے ان کے ساتھ جنگ کی_ امام علیہ السلام کے لشکر نے دائیں اور بائیں طرف سے دشمن پر یلغار کردی اور خوارج کو درمیان رکھ کر نیزہ و شمشیر کے ساتھ ان پر ٹوٹ پڑے_ ابھی تھوڑی دیر بھی نہ گذری تھی کہ نو افراد کے علاوہ سب کو قتل کرڈالا_

حضرت علی علیہ السلام کی شہادت

آخر کار حضرت علی علیہ السلام نے تقریباً پانچ سال تک حکومت کرنے کے بعد ۱۹ رمضان المبارک کی شب ۴۰ ھ ق کو نماز صبح کی ادائیگی کی حالت میں مسجد کوفہ میں ، پلیدترین انسان ابن ملجم کی زہر آلود تلوار سے جو خوارج میں سے تھا محراب حق میں ضربت کھائي اور آپ علیہ السلام کا چہرہ آپ علیہ السلام کے خون سے گل رنگ ہوگیا_

اور دو روز بعد رمضان المبارک کی ۲۱ ویں شب کو جام شہادت نوش کیا_ شہادت کے بعد ان کے جسد اطہر کو نجف کی مقدس سرزمین میں سپرد خاک کیا گیا_

سوالات

۱_ پیغمبر اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد سقیفہ کے واقعہ کے سلسلہ میں حضرت علی علیہ السلام کا رد عمل کیا تھا اور آپ نے احقاق حق کے لئے تلوار کیوں نہ اٹھائی؟

۲_ قتل عثمان کے بعد، حضرت علی علیہ السلام نے فوراً خلافت کیوں نہ قبول کرلی؟

۳_ مالی، حقوقی اور انتظامی مرحلوں میں، حکمرانی قبول کرنے کے بعد حضرت علی علیہ السلام کے اقدامات کو مختصراً بیان فرمایئے

۴_ حضرت علی علیہ السلام کی حکومت کے مخالفین کون لوگ تھے اور انہوں نے کون سی جنگیں چھیڑدیں ؟

۵_ معاویہ کو محدود وقت تک اس کے عہدہ پر باقی رکھنے کے بارے میں حضرت علی علیہ السلام نے لوگوں کی منجملہ "ابن عباس "کی سفارش کیوں قبول نہیں کی ؟

حوالہ جات

۱ مروج الذہب ، جلد۲/۲۹۸_

۲ مروج الذہب، جلد۲/۳۰۴_

۳ مروج الذہب جلد ۲/۳۳۳_

۴ بحار جلد ۴/۱۳۹، الغدیر جلد ۴/۶۴_۶۶ و جلد ۶ صفحات ۸۱، ۹۳، ۱۰۶، ۱۱۳ و جلد ۱۷ صفحہ ۱۵۱ و جلد ۸/۱۸۶ و شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی جلد ۱ ص ۵۸_

۵ نہج البلاغہ ۹۲" صبحی صالحي"_

۶ کامل ابن اثیر جلد ۳/۱۹۳_

۷ نہج البلاغہ صبحی صالح" الذليل عندی عزيز حتى اخذ الحق له و القوى عندی ضعيف حتى اخذ الحق منه" _

۸ "تیول" سے مراد وہ ملک ، پانی اور زمین ہے جو حکومت کی طرف سے کسی کو واگذار کی جائے تا کہ وہ اس کی آمدنی سے استفادہ کرے (فرہنگ عمید، جلد ۲، ص ۶۵۴)_

۹ مسعودی نے مروج الذہب ج ۲ ، ص ۳۵۳ پر اور ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ جلد ۱، ص ۲۷ پر اس بات کی تصریح کی ہے زیادہ معلومات کے لئے مذکورہ بالا منابع کی طرف اور اسی طرح شرح نہج البلاغہ خوئي جلد ۳، ص ۲۱۵ اور فی ظلال نہج البلاغہ جلد ۱، ص ۱۳۰، شرح بحرانی جلد ۱ ، ص ۲۹۶ اور کتاب سیرۃ الائمہ مصنفہ علامہ سید محمد امین جلد ۱، جزء دوم ص ۱۱ ملاحظہ ہوں_

۱۰ ثورۃ الحسین مہدی شمس الدین ، ص ۴۵، نہج البلاغہ / ۱۵، شرح ابن ابی الحدید جلد ۱، ص ۲۶۹_

۱۱ نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۶۲_

۱۲ تاریخ یعقوبی جلد ۲/ ۱۷۹، کامل ابن اثیر جلد ۳/ ۲۰۱_

۱۳ "فلما نہضت بالأمر نکثت طائفۃ و مرتت أخرى و قسط آخرون"_ خطبہ شقشقیہ_

۱۴ کامل ابن اثیر جلد ، ۲_ ص ۱۹۶_

۱۵ تاریخ یعقوبی جلد ۲، ص ۱۸۰، شرح ابن ابی الحدید جلد ، ۱، ص ۲۳۰_

۱۶ "ابوزر" مدینہ کا ایک دیہات ہے جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور مشہور صحابی "جناب

ابوذ"ر وہیں مدفون ہیں _ معجم البلدان جلد ۳/ ۲۷_

۱۷ ذی قار، بکربن وائل سے متعلق کوفہ اور واسط کے درمیان ایک ایسا حصہ تھا جہاں پانی موجود تھا_ معجم البلدان جلد ۲۹۳/۴_

۱۸ کامل ابن اثیر جلد ۱۹۲/۳_

۱۹ وقعہ صفین ص ۱۲۷_

۲۰ طرفین کے لشکر کی تعداد میں اختلاف ہے_ مسعودی نے مروج الذہب میں حضرت علی علیہ السلام کے لشکر کی تعداد نوے ہزار اور معاویہ کے لشکر کی تعداد پچاسی ہزار لکھی ہے_ مروج الذہب مسعودی جلد ۲ ص ۳۷۵_

۲۱ لغت میں "ہریر" سردی کی وجہ سے کتے کی نکلنے والی آواز کے معنی میں ہے_ چونکہ اس رات شدت جنگ اور دونوں طرف سے سواروں کی یلغار کی بناپر دونوں چلاّرہے تھے_ اسی لئے اس رات کو لیلۃ الہریر کہتے ہیں _ معجم البلدان جلد ۵/ ۴۳ مجمع البحرین جلد ۳/ ۵۱۸ مادہ ہَرَرَ_

۲۲ وقعہ صفین /۴۷۵_

۲۳ یعني: وہ عہد وپیمان جو جنگ بندی کے بعد حضرت علی علیہ السلام اور معاویہ کے درمیان منعقد ہوا تھا__

۲۴ نہروان، واسط اور بغداد کے درمیان ایک وسیع جگہ ہے جہاں اسکان و صافیہ جیسے شہر اس علاقہ میں واقع تھے_ معجم البلدان جلد ۳۲۴/۵_

۲۵ ملل ونحل شہرستانی جلد ۱۱۸/۲_۱۲۲_

تیسرا سبق:

حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی زندگی

ولادت اور بچپن کا زمانہ

۲۰ جمادی الثانی بروز جمعہ، بعثت پیغمبر ﷺ کے پانچویں سال خانہ وحی میں رسول اکرم ﷺ کی دختر گرامی حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہانے ولادت پائي_(۱) آپ کی والدہ ماجدہ جناب خدیجہ بنت خویلد تھیں_

جناب خدیجہ قریش کے ایک شریف و نجیب خاندان میں پیدا اور زیور تربیت سے آراستہ ہوئیں _ان کے خاندان کے تمام افراد حلیم و اندیشمند اور خانہ کعبہ کے محافظ تھے_جب یمن کے بادشاہ" تبّع" نے حجر اسود کو مسجد الحرام سے نکال کر یمن لے جانے کا ارادہ کیا تو جناب خدیجہ کے والد خویلد دفاع کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے آپ کی جنگ اور فداکاریوں کے نتیجہ میں "تبّع" اپنے ارادہ کو عملی جامہ نہ پہنا سکا_(۲)

جناب خدیجہ کے چچا "ورقہ" بھی مکہ کے ایک دانش مند اور علم دوست شخص تھے_تاریخ کے مطابق جناب خدیجہ پر انکا بڑا اثر تھا_

والد کے ساتھ

حضرت فاطمہ صلوۃ اللہ و سلامہ علیہا کی ولادت سے پیغمبر ﷺ وخدیجہ کا گھر اور بھی زیادہ مہر و محبت کا مرکز بن گیا جس زمانہ میں پیغمبر ﷺ اکرم مکہ میں بڑے رنج و الم میں بتلا تھے ، اس زمانہ میں پیغمبر اکرم ﷺ کی بیٹی ، نسیم آرام بخش کی طرح ماں باپ کی تھکان کو صبح و شام اپنی محبت سے دور کرتی تھیں

اور رسول ﷺ اکرم کی پر مشقت زندگی کے رنج و غم کے دنوں میں تسکین بخش تھیں_

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا بچپن، صدر اسلام کے بحرانی اور بہت ہی خطرناک حالات میں گذرا جبکہ رسول ﷺ خدا سخت مشکلات اور خطرناک حوادث سے دوچار تھے_ آپ ﷺ تن تنہا کفر و بت پرستی سے مقابلہ کرنا چاہتے تھے_ چند سال تک آپ پوشیدہ طور پر تبلیغ کرتے رہے جب خدا کے حکم سے آپ ﷺ نے کھلم کھلا دعوت اسلام کا آغاز کیا تو دشمنوں کی اذیّت اور ایذا رسانی نے بھی شدت اختیار کرلی_

جب کفار نے یہ دیکھا کہ اذیت و آزار سے اسلام کی بڑھتی ہوئي ترقی کو نہیں روکا جاسکتا تو انہوں نے ایک رائے ہوکر پیغمبر اکرم ﷺ کو قتل کرڈالنے کا منصوبہ بنایا_

رسول ﷺ خدا کی جان کے تحفظ کے لئے جناب ابوطالب نے بنی ہاشم کے ایک گروہ کے ساتھ "شعب ابی طالب" نامی درّہ میں آنحضرت ﷺ کو منتقل کردیا_ مسلمانوں نے تین سال تک اس تپتے ہوئے درّہ میں نہایت تنگی، تکلیف اور بھوک کے عالم میں زندگی گذاری اور اسی مختصر غذا پر گذارہ کرتے رہے جو پوشیدہ طور پر وہاں بھیجی جاتی تھی_

حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا تقریباً دو سال تک کفار قریش کے اقتصادی بائیکاٹ میں اپنے پدر عالیقدر کے ساتھ رہیں اور تین سال تک ماں باپ اور دوسرے مسلمانوں کے ساتھ بھوک اور سخت ترین حالات سے گذریں_

۱۰ بعثت میں "شعب" سے نجات کے تھوڑے دنوں بعد آپ اس ماں کی شفقتوں سے محروم ہوگئیں جنھیں دس سال کی مجاہدت کے رنج و غم خصوصاً اقتصادی ناکہ بدی کی دشواریوں نے رنجور کردیا تھا_ [۳]

ماں کا اٹھ جانا ہرچند کہ جناب فاطمہ زہراء کے لئے رنج آور اور مصیبت کا باعث تھا اور آپ کی حساس روح کو اس مصیبت نے افسردہ کردیا تھا لیکن اس کے بعد آپ کو پیغمبر اکرم ﷺ کے دامن تربیت میں رہنے کا زیادہ موقع ملا_

۱۰ بعثت میں جناب ابوطالب اورجناب خدیجہ کی وفات نے روح پیغمبر ﷺ پر ایسا اثر کیا کہ آپ ﷺ نے اس سال کا نام "عام الحزن "[۴] (غم واندوہ کا سال) رکھا_ پیغمبر ﷺ کے ان دونوں بڑے حامیوں کے اٹھ جانے سے دشمن کی اذیت اور آزار رسانی میں شدت پیدا ہوگئی، کبھی لوگ پتھر مارتے کبھی آپ ﷺ کے روئے مبارک پر مٹی ڈال دیتے، کبھی ناسزا کلمات کہتے اکثر اوقات آپ نہایت خستگی کے عالم میں گھر کے اندر داخل ہوتے_

لیکن یہ فاطمہ علیہا السلام تھیں جو اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے آپ ﷺ کے سر اور چہرہ اقدس سے گرد جھاڑتیں، نہایت ہی پیار و محبت سے پیش آتیں اور پیغمبر اکرم ﷺ کے لئے آرام اور حوصلہ کا باعث بنتیں، جناب فاطمہ علیہا السلام لوگوں کے غصہ اور بے مہری کی جگہ اپنے باپ سے مہر و محبت سے اس طرح پیش آتی تھیں کہ آپ ﷺ کے والدگرامی نے آپ کو "اُم أبیھا" کا لقب دیا_

ہجرت کے کچھ دنوں بعد آٹھ سال کی عمر میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ مکہ سے مدینہ تشریف لائیں وہاں بھی باپ کے ساتھ رہیں _ پیغمبر اکرم ﷺ کی زندگی کے مشکلات میں حضرت فاطمہ علیہا السلام برابر شریک رہیں، جنگ احد میں جنگ کے خاتمہ کے بعد جناب فاطمہ علیہا السلام مدینہ سے پیغمبر ﷺ کے خیمہ گاہ کی طرف دوڑتی ہوئی پہنچیں اور باپ کے خون آلود چہرہ کو دھویا اور آنحضرت ﷺ کے زخموں کا مداوا کرنے لگیں_[۵]

جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا، اسلام اور قرآن کے ساتھ ساتھ پروان چڑھیں _ آپ نے وحی و نبوت کی فضا میں پرورش پائی_ آپ کی زندگی پیغمبر ﷺ کی زندگی سے جدا نہیں ہوئی یہاں تک کہ شادی کے بعد بچوں کے ساتھ بھی آپ کا گھر پیغمبر ﷺ کے گھر سے متصل تھا اور پیغمبر ﷺ خدا کی ہر جگہ سے زیادہ فاطمہ علیہا السلام کے گھر رفت و آمد تھی_ ہر صبح مسجد جانے سے پہلے آپ ﷺ فاطمہ علیہا السلام کے دیدار کو تشریف لے جاتے تھے_[۶]

پیغمبر ﷺ کے خدمتگار "ثوبان" بیان کرتے ہیں کہ جب رسول ﷺ اکرم سفر پر جانا چاہتے تو آپ ﷺ سب سے آخر میں فاطمہ علیہا السلام سے وداع ہوتے تھے اور جب سفر سے واپس آتے تھے تو سب سے

پہلے فاطمہ عليہا السلام کے پاس جاتے تھے_ [۷]

آخر کار پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے آخری لمحات میں بھی فاطمہ علیہا السلام ان کی بالین پر موجود گریہ فرمارہی تھیں، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو یہ کہہ کردلاسہ دے رہے تھے کہ وہ ہر ایک سے پہلے اپنے باپ سے ملاقات کریں گي_ [۸]

حضرت فاطمہ علیہا السلام کی شادي

۳ ھ میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیرالمؤمنین" علی علیہ السلام "سے فاطمہ علیہا السلام کی شادی کردي_ [۹] حقیقت تو یہ ہے کہ یہ خوشگوار رشتہ انہیں کے لائق تھا_ اس لئے کہ معصومین علیہم السلام کی تصریح کے مطابق حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ کوئي بھی فاطمہ علیہا السلام کا کفو اور ہمسر نہیں ہوسکتا تھا_

اس شادی کی خصوصیتوں میں سے یہ بات بھی ہے جو ان دونوں بزرگ ہستیوں کی بلند منزلت کا ثبوت ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کے صاحب نام افراد، بڑی شخصیتوں اور ثروت مندوں کی خواستگاری کوقبول نہیں کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ فاطمہ علیہا السلام کی شادی کا مسئلہ حکم خدا سے متعلق ہے_ [۱۰]

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا نے فاطمہ زہراء کو علی علیہ السلام کے لئے روکے رکھا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی طرف سے مامور تھے کہ نور کو نور سے ملا دیں_ [۱۱]

اسی وجہ سے جب حضرت علی علیہ السلام نے رشتہ مانگا تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول فرمایا اور کہا: "تمہارے آنے سے پہلے فرشتہ الہی نے مجھے حکم خدا پہنچایا ہے کہ فاطمہ علیہا السلام کی شادی علی علیہ السلام سے کردو" [۱۲]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب فاطمہ علیہا السلام کی رضایت لینے کے بعد حضرت علی علیہ السلام سے پوچھا کہ شادی کرنے کے لئے تمہارے پاس کیا ہے ؟ آپ علیہ السلام نے عرض کیا : " ایک ذرہ، ایک شمشیر اور پانی لانے کے لئے ایک شتر کے علاوہ میرے پاس اور کچھ نہیں ہے_" علی علیہ السلام نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق ذرہ بیچ

دی اور اس کی قیمت سے ، جو تقریباً پانچ سو درہم تھي، جہیز کا معمولی سامان خریدا گیا ، ضیافت بھی ہوئي اور مسلمانوں کو کھانا بھی کھلایا گیا ۔ مسرت و شادمانی اور دعائے پیغمبر ﷺ کے ساتھ فاطمہ کو علی علیہ السلام کے گھر لے جایا گیا ۔ (١٣)

فاطمہ علیہا السلام علی علیہ السلام کے گھر میں

حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا باپ کے گ٥ھر سے شوہر کے گھر اور مرکز نبوّت سے مرکز ولایت میں منتقل ہوگئیں ۔ اور اس نئے مرکز میں فاطمہ کے کاندھوں پر فرائض کا گراں بار آگیا ۔

آپ چاہتی تھیں کہ اس مرکز میں ایسی زندگی گذاریں کہ جو ایک مسلمان عورت کے لئے مکمل نمونہ بن جائے تا کہ آئندہ زمانہ میں ساری دنیا کی عورتیں آپ علیہا السلام کے وجود اور آپ علیہا السلام کی روش میں حقیقت و نورانیت اسلام دیکھ لیں ۔

گھر کے محاذ میں جناب فاطمہ کے کردار کے تمام پہلوؤں کو پیش کرنے کے لئے ایک مفصل کتاب کی ضرورت ہے لیکن اختصار کے پیش نظر یہاں چند چیزوں کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:

الف ۔ گھر کا انتظام

حضرت فاطمہ زہراء اگر چہ بڑے باپ اور عظیم پیغمبر ﷺ کی نور چشم تھیں اور کائنات میں ان سے بڑی شریف زادی کا وجود نہیں تھا لیکن ان باتوں کے باوجود آپ گھر میں کام کرتی تھیں اور گھر کے دشوار کاموں سے بھی انکار نہیں کرتی تھیں ۔

گھر کے اندر آپ اتنی زحمت اٹھاتی تھیں کہ علی علیہ السلام بھی ان سے ہمدردی کا اظہار کرتے اور ان کی تعریف کرتے ہوئے نظر آتے ہیں ۔ اس سلسلہ میں حضرت علی علیہ السلام نے اپنے ایک صحابی سے

فرمایا:کہ تم چاہتے ہو کہ میں اپنی اور فاطمہ علیہا السلام کی حالت تم کو بتاؤں ؟

...آپ گھر کے لئے اتنا پانی بھر کرلاتی تھیں کہ آپ کے جسم پر مشک کا نشان پڑجاتا تھا اور اسی قدر چکیاں چلاتی تھیں کہ ہاتھ میں چھالے پڑجاتے تھے گھر کو صاف ستھرا رکھنے ، روٹی اور کھانا پکانے میں اتنی زحمت برداشت کرتی تھیں کہ آپ کا لباس گرد آلود ہوجاتا تھا_ (۱۴)

جناب سیدہ علیہا السلام نے گھر کو ، حضرت علي علیہ السلام اور اپنے بچوں کے لئے مرکز آسائشے بنادیا تھا اس حد تک کہ جب حضرت علی علیہ السلام پر رنج و غم ، دشواریوں اور بے سروسامانیوں کا حملہ ہوتا تھا تو آپ علیہ السلام گھر آجاتے اور تھوڑی دیر تک جناب فاطمہ علیہا السلام سے گفتگو کرتے تو آپ علیہ السلام کے دل کو اطمینان محسوس ہونے لگتا_

امام جعفر صادق_ فرماتے ہیں کہ علی علیہ السلام گھر کی ضرورت کے لئے لکڑی اور پانی مہیا کرتے گھر میں جھاڑو دیتے اور فاطمہ چکی پیستیں اور آٹا گوندھ کر روٹی پکاتی تھیں_ (۱۵)

ب_ شوہر کی خدمت

جناب فاطمہ وہ بی بی ہیں جنہوں نے غریب لیکن انتہائي با فضیلت انسان کے ساتھ عقد فرمایا_ انہوں نے ابتدا ہی سے اسلام اور اپنے شوہر کے حساس حالات کو محسوس کرلیا تھا_ وہ جانتی تھیں کہ اگر علی علیہ السلام کی تلوار نہ ہوتی تو اسلام کو اتنی پیش قدمی حاصل نہ ہوتی اور یہ بھی جانتی تھیں کہ اسلام کا بہادر سپہ سالار اس صورت میں میدان جنگ میں کامیاب ہوسکتا ہے جب گھر کے داخلی حالات کے اعتبار سے اس کی فکر آزاد اور وہ بیوی کی مہر و محبت اور تشویق سے مالامال ہو_ جب علی علیہ السلام میدان جنگ سے تھک کر واپس آتے تھے تو ان کو مکمل طور پر بیوی کی مہربانیاں اور محبتیں ملتی تھیں_ حضرت فاطمہ انکے جسم کے زخموں کی مرحم پٹی کرتیں ، اور ان کے خون آلود لباس کو دھوتی تھیں_ چنانچہ جب حضرت علی علیہ السلام جنگ احد سے واپس لوٹے تو انہوں نے اپنی تلوار فاطمہ علیہا السلام کو دی اور فرمایا اس کا خون دھوڈالو_ (۱۶)

آپ زندگی کی مشقتوں میں حضرت علی علیہ السلام کی ہم فکر اور ان کی شانہ بشانہ تھیں_ آپ ان کے

کاموں میں ان کی مدد کرتیں ، ان کی تعریف اور تشویق فرماتیں ، ان کی فداکاری اور شجاعت کی ستائشے کرتیں اور ان کی کوششوں اور زحمتوں کے سلسلہ میں بڑی فرض شناس تھیں_پوری زندگی میں کوئي موقعہ بھی ایسا نہیں آیا کہ جس میں آپ نے اپنے شوہر سے دل توڑنے والی کوئي بات کہی ہو یا ان کے دل کو رنج پہنچایا ہو_ بلکہ ہمیشہ آپ اپنی بے لاگ محبت و عنایت سے ان کی دکھی روح اور تھکے ماندہ جسم کو تسکین دیتی رہی ہیں_ حضرت علی علیہ السلام اس سلسلہ میں فرماتے ہیں :

"جب میں گھر آتا تھا اور میری نظر فاطمہ زہرا پر پڑتی تو میرا تمام غم و غصہ ختم ہوجاتا تھا_"[۱۷]

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السلام سے سوال کیا تھا کہ آپ نے "فاطمہ کو کیسا پایا؟" تو آپ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا تھا کہ " فاطمہ اطاعت خداوند عالم میں میری بہترین مددگار ہیں_[۱۸]

ج_ تربیت اولاد

جناب فاطمہ کے فرائض میں سے ایک اہم فریضہ ،بچوں کی پرورش اور ان کی تربیت تھی_ آپ کو خداوند عالم نے پانچ اولادیں عطا کی تھیں، حسن علیہ السلام ، حسین علیہ السلام ، زینب علیہا السلام ، ام کلثوم علیہا السلام اور محسن علیہ السلام _پانچویں فرزند جن کا نام محسن تھا، وہ سقط ہوگئے تھے_ آپ کے تمام بچے پاکباز ، با اخلاص اور خدا کے مطیع تھے_جناب فاطمہ نے ایسی اولاد کی پرورش کی کہ جو سب کے سب اسلام کے محافظ اور دین کی اعلی اقدار کے نگہبان تھے_کہ جنھوں نے اس راستہ میں اپنی جان دینے کی حد تک مقاومت کا مظاہرہ کیا_ ایک نے صلح کے ذریعہ اور دوسرے نے اپنے خونین انقلاب سے نہال اسلام کی آبیاری کی اور دین اسلام کو بچا لیا_[۱۹]

ان کی بیٹیوں نے بھی خاص کر واقعہ کربلا میں اپنے بھائیوں کی آواز اور امام حسین علیہ السلام کے پیغام کو کوفہ ، شام اور تمام راستوں میں دوسروں تک پہنچایا_

جناب فاطمہ کی معنوی شخصیت

تمام عورتوں کی سردار، حضرت فاطمہ کی معنوی شخصیت ہمارے ادراک اور ہماری توصیف سے بالاتر ہےں_ یہ عظیم خاتون کہ جو معصومین علیہ السلام کے زمرہ میں آتی ہیں ان کی اور ان کے خاندان کی محبت و ولایت دینی فریضہ ہے_ اور ان کا غصہ اور ناراضگی خدا کا غضب اور اسکی ناراضگی شمار ہوتی ہے[۲۰] ان کی معنوی شخصیت کے گوشے ہم خاکیوں کی گفتار و تحریر میں کیونکر جلوہ گر ہوسکتے ہیں ؟

اس بناء پر، فاطمہ کی شخصیت کو معصوم رہبروں کی زبان سے پہچاننا چاہیئے_ اور اب ہم آپ کی خدمت میں جناب فاطمہ کے بارے میں ائمہ معصومین علیہ السلام کے چند ارشادات پیش کرتے ہیں :

۱_ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : جبرئیل نازل ہوئے اورانہوں نے بشارت دی کہ "... حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام جوانان جنّت کے سردارہیں اور فاطمہ علیہ السلام جنّت کی عورتوں کی سردارہیں_[۲۱]

۲_ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دنیا کی سب سے برتر چار عورتیں ہیں : مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ دختر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آسیہ دختر مزاحم (فرعون کی بیوی)[۲۲]

۳_ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: " خدا ، فاطمہ کی ناراضگی سے ناراض اور ان کی خوشی سے خوشنود ہوتا ہے"_[۲۳]

۴_ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: " اگر خدا ، امیرالمؤمنین کو خلق نہ کرتا تو روئے زمین پر آپ کا کوئي کفو نہ ہوتا "_[۲۴]

۵_ امام جعفر صادق_ سے سوال ہوا کہ : " حضرت فاطمہ کا نام "زہرا" یعنی درخشندہ کیوں ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ : "جب آپ محراب میں عبادت کے لئے کھڑی ہوتی تھیں تو آپ کا نور اہل آسمان کو اسی طرح چمکتا ہوا دکھائي دیتا تھا کہ جس طرح ستاروں کا نور، زمین والوں کے لئے جگمگاتا ہے_[۲۵]

حضرت فاطمہ سے پیغمبر ﷺ کی مہر و محبت

جناب فاطمہ علیہا السلام کے ساتھ پیغمبر اعظم ﷺ کی مہر و محبت اتنی شدید تھی کہ اس کو پیغمبر ﷺ کی زندگی کی تعجب خیز باتوں میں سمجھنا چاہئے۔ رسول خدا ﷺ تمام امور میں معیار حق اور میزان عدل و اعتدال تھے ان کی تمام حدیثیں اور ان کے تمام اعمال یہاں تک کہ تقریر پیغمبر ﷺ (یعني: ہر وہ کام کہ جس کو دیکھ کر آپ ﷺ اپنی خاموشی سے اس کی تصدیق کردیتے) بھی شریعت کا حصہ اور حجت ہے، اور ضروری ہے کہ یہ چیزیں، ساری امت کے اعمال کا قیامت تک نمونہ قرار پائیں۔ اس نکتہ پر توجہ کر لینے کے بعد، جناب فاطمہ کی معنوی منزلت اور کردار کی بلندی کو زیادہ بہتر طریقہ سے سمجھا جا سکتا ہے۔

پیغمبر اکرم ﷺ کے ہاں اور بھی بیٹیاں تھیں (۲۶) اور پیغمبر ﷺ اپنے خاندان حتی غیروں کے ساتھ بھی بڑی مہربانی اور نیکی سے پیش آتے تھے لیکن فاطمہ سے آپ ﷺ کو خصوصی محبت تھی اور فرصت کے مختلف لمحات میں اس محبت کا صریحاً اعلان اور اس کی تاکید فرماتے تھے۔ یہ اس بات کی سند ہے کہ فاطمہ اور آنحضرت ﷺ کے گھرانے کی سرنوشت، اسلام کے ساتھ ساتھ ہے اور پیغمبر ﷺ اور حضرت فاطمہ کا تعلق صرف ایک باپ اور بیٹی کا ہی نہیں ہے۔ بلکہ پوری کائنات کے لئے پیغمبر اکرم ﷺ کی عملی تبلیغ کا شعبہ فاطمہ زہرا کی عملی سیرت سے ہی مکمل ہوتا ہے۔

اس مقام پر پیغمبر ﷺ کی حضرت فاطمہ سے مہر و محبت کے چند نمونوں کا ذکر کردینا مناسب ہے۔ یہ نمونے ان نمونوں کے علاوہ ہوں گے کہ جو پہلے بیان ہو چکے ہیں۔

۱۔ امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق۔ فرماتے ہیں کہ۔ پیغمبر اکرم ﷺ ہمیشہ سونے سے پہلے فاطمہ کے چہرے کا بوسہ لیتے، اپنے چہرہ کو آپ کے سینہ پر رکھتے اور فاطمہ علیہا السلام کیلئے دعا فرماتے۔ (۲۷)

۲_ پیغمبر اکرم ﷺ نے فاطمہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر فرمایا:

"جو انھیں پہچانتا ہے وہ توپہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا (وہ پہچان لے کہ) یہ فاطمہ محمد ﷺ کی بیٹی ہیں ، یہ میرے جسم کا ٹکر ااور میرا قلب و روح ہیں_ جو ان کو ستائے گا وہ مجھے ستائے گا اور جو مجھے ستائے گا وہ خدا کو اذیت دے گا_" (۲۸)

۳_ امام جعفر صادق_ فرماتے ہیں :

"رسول خدا، ﷺ فاطمہ کو بوسہ دیتے تھے ، جناب عائشہ نے اعتراض کیا ،تو پیغمبر ﷺ نے جواب دیا ، میں جب معراج پر گیا اور جنت میں پہنچا تو میں نے طوبی کے پھل کھائے اور اس سے نطفہ پیدا ہوا_ اور جب میں زمین پر پلٹ کر آیا اور خدیجہ علیہا السلام سے ہمبستر ہوا تو فاطمہ کا حمل قرار پایا_ اس لئے جب میں فاطمہ کو بوسہ لیتا ہوں تو مجھے ان سے شجرہ طوبی کی خوشبو محسوس ہوتی ہے_" (۲۹)

ایمان و عبادت فاطمہ

پیغمبر اکرم ﷺ نے آپ کے ایمان کے بارے میں فرمایا کہ :"ان کے دل کی گہرائي اور روح میں ایمان اس طرح نفوذ کئے ہوئے ہے کہ عبادت خدا کیلئے وہ اپنے آپ کو تمام چیزوں سے جدا کر لیتی ہیں (۳۰)"

امام حسن مجتبی_ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ ماجدہ، حضرت فاطمہ علیہا السلام زہرا کو دیکھا کہ شب جمعہ محراب میں سپیدہ سحری تک عبادت' رکوع و سجود میں مشغول رہتی تھیں_ میں نے سنا کہ آپ صاحب ایمان مردوں اور عورتوں کے لئے تودعا کرتی تھیں _ مگر اپنے لئے کوئي دعا نہ مانگتی تھیں_ میں نے ان سے عرض کیا کہ جس طرح آپ دوسروں کے لئے دعا کرتی ہیں ویسے ہی اپنے لئے دعا کیوں نہیں فرماتیں ؟ فرمانے لگیں میرے لال، پہلے ہمسایہ پھر اپنا گھر (۳۲)_

حسن بصری کہا کرتے تھے کہ امت اسلامی میں فاطمہ سے زیادہ عبادت کرنیوالا ،کوئي اورپیدا نہیں ہوا وہ عبادت حق تعالی میں اس قدر کھڑی رہتی تھیں کہ ان کے پائے مبارک ورم کر جاتے تھے (۳۳)_

فاطمہ علیہا السلام باپ ﷺ کے بعد

پیغمبر اکرم ﷺ کی وفات کے وقت'ان کا سر اقدس حضرت علي علیہ السلام کی گود میں تھا اور حضرت فاطمہ علیہا السلام اور حسن و حسین آپ ﷺ کے چہرہ اقدس کو دیکھ دیکھ کر رو رہے تھے، آپ ﷺ کی آنکھیں بند اور زبان حق خاموش ہوچکی تھی اور روح عالم ملکوت کو پرواز کرچکی تھي، رسول اکرم ﷺ کی رحلت کے سبب، حضرت فاطمہ زہراء علیہا السلام پر سارے جہاں کا غم و اندوہ ٹوٹ پڑا، فاطمہ علیہا السلام جنہوں نے اپنی عمر کو مصیبت و آلام میں گذارا تھا اور تنہا انکی دلی مسرت باپ کا وجود تھا اس تلخ حادثہ کے پیش آنے کے بعد آپکی سب امیدیں اور آرزوئیں تمام ہوگئیں_

"سقیفہ بنی ساعدہ" میں مسلمانوں کے ایک گروہ کے اجتماع کی خبر

ابھی رسول ﷺ خدا کا جسم اقدس زمین پر ہی تھا کہ حضرت ابوبکر کی خلافت و جانشینی کی تعیین کیلئے لوگوں کے اجتماع سے فاطمہ علیہا السلام کے ذہن کو جھٹکا لگا، اس غم و غصہ کی کیفیت میں تھکے ہوئے اعصاب کو چوٹ پہنچي_

فاطمہ کہ جنہوں نے توحید و خداپرستي، مظلوم کے دفاع اور ظلم و ستم سے مقابلہ کرنے کے لئے تمام سختیوں، دشواریوں، بھوک اور وطن سے دور ہوجانے کی مصیبت کو برداشت کیا تھا وہ اس انحرافی روش کو برداشت نہ کرسکیں_

حضرت فاطمہ علیہا السلام زہراء کے مبارزات و مجاہدات

فاطمہ علیہا السلام اور علی علیہ السلام جب پیغمبر ﷺ کے کفن و دفن سے فارغ ہوئے اور مسئلہ خلافت کے سلسلہ میں انجام شدہ عمل سے دوچار ہوئے تو آپ لوگوں نے مدبرانہ اور زبردست مبارزہ کا ارادہ کیا تاکہ اسلام کو ختم ہونے اور مٹ جانے کے خطرہ سے بچالیا جائے_ ان کے مبارزات کے چند مراحل، ملاحظہ ہوں_

پہلا مرحلہ:

حضرت علی ؑ نے یہ ارادہ کیا کہ خلیفہ وقت کی بیعت نہیں کریں گے اور اس طرح آپ ؑ نے سقیفہ کی انتخابی حکومت کی روش سے اپنی مخالفت کا اظہار کیا۔جناب فاطمہ زہراء ؑ نے بھی اس نظریہ کی تائید فرمائي اور اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا کہ شوہر پر آنے والے ہر ممکنہ خطرہ اور حادثہ کا واقعی دفاع کریں گي۔

انہوں نے اپنی اس روش کے ذریعہ ثابت کردیا کہ تمام جنگیں تیر و تلوار سے ہی نہیں ہوتیں، سب سے پہلے اسلام کا اظہار کرنے والے شخص کے خاندان کے افراد اور قریبی افراد کی بے اعتنائي اور حکومت وقت کی تائید نہ کرنا اس کے غیر قانونی ہونے کی سب سے بڑی اور بہترین دلیل ہے۔

جناب فاطمہ جانتی تھیں کہ علی ؑ کے حق کے دفاع میں اس طرح کی جنگ کا نتیجہ رنج اور تکلیف ہے۔ لیکن انہوں نے تمام دکھوں اور تکلیفوں کو خندہ پیشانی سے قبول کیا اور اس جنگ کو آخری مرحلہ تک پہنچایا۔

دوسرا مرحلہ:

فاطمہ و علی علیہما السلام ،جناب امام حسن ؑ و حسین ؑ کی انگلی پکڑے ہوئے مدینہ کے بزرگوں اور نمایاں افراد کے پاس جاتے اور ان کو اپنی مدد کی دعوت دیتے اور انہیں پیغمبر اکرم ﷺ کی وصیتوں اور ارشادات کو یاد دلاتے تھے [۳۳]۔

جناب فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا فرماتی تھیں "اے لوگو کیا میرے باپ ﷺ نے علی ؑ کو خلافت کے لئے معین نہیں فرمایا تھا؟ کیا تم ان کی قربانیوں کو بھول گئے؟... کیا میرے باپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ، میں تمہارے درمیان سے جارہا ہوں مگر دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اگر تم ان سے تمسک کرو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے ایک کتاب خدا، اور دوسرے میرے اہل بیت ؑ ہیں، اے لوگو کیا یہ مناسب ہے کہ تم ہم کو تنہا چھوڑ دو اور ہماری مدد سے ہاتھ اٹھا لو؟ [۳۴]"

تیسرا مرحلہ:

زمام حکومت سنبھالنے کے بعد حضرت ابوبکر نے جناب فاطمہ زہراء سے "فدک "[۳۵] لینے کا ارادہ کیا اور حکم دیا کہ فدک میں کام کرنے والوں کو نکال باہر کیا جائے اور ان کی بجائے دوسرے کارکنوں کو وہاں مقرر کردیا[۳۶]۔

فدک کو قبضہ میں کرنے کے وجوہات میں سے ایک وجہ یہ تھی کہ وہ لوگ اس بات کو بخوبی جانتے تھے کہ حضرت علی علیہ السلام کے ذاتی فضائل و کمالات ،ان کا علمی مقام اور ان کی فداکاریاں قابل انکار نہیں ہیں ، اوران کے بارے میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیتیں بھی لوگوں کے درمیان مشہورہیں اگر ان کی اقتصادی حالت بھی اچھی ہوگئي اور ان کے پاس پیسے آگئے تو ممکن ہے کہ ایک گروہ ان کے ساتھ ہوجائے اور پھر خلافت کے لئے خطرہ پیدا ہوجائے۔ اس نکتہ کو ان باتوں میں دیکھا جاسکتا ہے جو حضرت ابوبکر کو مخاطب کرکے حضرت عمر نے کہی ہیں : " لوگ دنیا کے بندے ہیں اور سوائے دنیا کے انکا کوئي مقصد نہیں ہے اگر خمس و بیت المال اور فدک کو علی علیہ السلام سے چھین لو تو پھر لوگ خود بخود ان سے علی حدہ ہوجائیں گے [۳۷]۔

جب جناب فاطمہ علیہا السلام ، ابوبکر کے اس اقدام سے مطلع ہوئیں تو انہوں نے سوچا کہ اگر اپنے حق کا دفاع نہ کیا تو لوگ یہ سمجھ بیٹھیں گے کہ حق سے چشم پوشی اور ظلم کے بوجھ کے نیچے دب جانا ایک پسندیدہ کام ہے۔یا یہ تصور کریں گے کہ حق ،ابوبکر کے ساتھ ہے۔ جیسا کہ اس وقت ان تمام مبارزوں کے باوجود حضرت ابوبکر کے پیروکار، ابوبکر کی اس روش کو حق بنا کرپیش کرتے ہیں۔

ان سب باتوں کے پیش نظر ،جناب فاطمہ زہراء س نے ممکنہ حد تک اپنے حق کے دفاع کا ارادہ کیا۔

البتہ جس بی بی علیہا السلام کا باپ تازہ ہی دنیا سے رخصت ہوا ہو اورجس کا بچہ تازہ ہی سقط ہوا ہو نیز جس نے اور بہت سے مصائب برداشت کئے ہوں اس کے لئے یہ سب کام سہل اور آسان نہیں

تھے، ان حادثات میں سے ایک حادثہ ہی ایک عورت کو ہمیشہ کیلئے ستمگروں سے مرعوب کرنے کے لئے کافی تھا_ لیکن فاطمہ (ع) ، کہ جنھیں فداکاری اور شجاعت کی خو ماں اور باپ سے وراثت میں ملی تھیں _ اور جنھوں نے فداکار افراد کے درمیان زندگی گذاری تھي، انھیں یہ چھوٹی چھوٹی دھمکیاں خوفزدہ نہیں کر سکتی تھیں_

اس مرحلہ میں جناب فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کے مبارزات کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے_

۱_ بحث و استدلال:

جناب فاطمہ (س) نے حضرت ابوبکر سے گفتگو کے دوران قرآنی آیات کی شہادت وگواہیاں پیش کرکے برہان و استدلال سے ثابت کیا کہ فدک ان کی ملکیت ہے اورخلفاء کی شیزی کا یہ اقدام غیرقانونی ہے_

۲_ مسجد نبوي (ص) میں تقریر:

جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا نے دلائل اور براہین کے ذریعہ خلافت کی مذمت اور اپنی حقانیت ثابت کرنے کے بعد یہ ارادہ کیا کہ مسجد میں جائیں اور لوگوں کے سامنے حقائق کو بیان کریں_

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے مسجد میں مہاجرین و انصار کے کثیر مجمع کے درمیان ایک مفصل خطبہ دیا آپ (ع) نے لوگوں کو خدا کی طرف دعوت دي_ پیغمبر اکرم (ص) اور ان کی رسالت کی تعریف کی فلسفہ احکام کے بارے میں گفتگو فرمائي، ولایت اور رہبر و قائد کی عظمت کی تشریح فرمائي اوردوسرے بہت سے اہم مسائل پر روشنی ڈالنے کے بعد لوگوں سے مخاطب ہوئیں کہ جو کہنے کی باتیں تھیں میں نے وہ کہدیں_

آخر میں فرمایا:

" اے لوگو جو کہنا چاہئے تھا وہ میں کہہ چکي، باوجود اس کے کہ مجھے معلوم ہے کہ تم میری مدد نہیں کروگے، تمہارے بنائے ہوئے نقشے مجھ سے پوشیدہ نہیں ہیں لیکن میں کیا کروں یہ ایک درد

دل تھا جس کو میں نے شدت غم کی بنا پر بیان کردیا تا کہ تمہارے اوپر حجت تمام ہوجائے_ (۳۸)

۳_ ترک کلام:

جناب فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا نے مبارزہ کو جاری رکھنے کے لئے ترک کلام کو منتخب فرمایا اور حضرت ابوبکر سے کھلے عام کہدیا کہ اگر فدک کو واپس نہ کروگے تو میں جب تک زندہ رہوں گی تم سے کلام نہیں کرونگی، جہاں بھی ابوبکر سے سامنا ہوتا اپنا رخ ان کی طرف سے پھیر لیتیں اور ان سے بات نہ کرتیں (۳۹)_ اس بی بی علیہا السلام نے جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول کے مطابق رضائے خدا کے بغیر کبھی غضبناک نہیں ہوتی تھیں، اپنی اس روش کے ذریعہ امت کے جذبات و احساسات کی موج کو خلافت کی مشینری کے خلاف ابھارا_

۴_ رات میں تدفین:

نہ صرف یہ کہ شہزادی نے اپنی زندگی کے آخری لمحات تک مبارزہ کو جاری رکھا بلکہ آپ نے اسے قیامت کی سرحدوں سے ملادیا_ اپنے شوہر حضرت علی کو وصیت کرتے ہوئے کہا کہ "اے علی علیہ السلام مجھ کو رات میں غسل دینا، رات میں کفن پہنانا اور پوشیدہ طور پر سپرد خاک کردینا، میں اس بات سے راضی نہیں ہوں کہ جن لوگوں نے مجھ پر ستم کیا ہے وہ میرے جنازہ کی تشیع میں شریک ہوں_ حضرت علی علیہ السلام نے بھی شہزادی کی وصیت کے مطابق ان کو راتوں رات دفن کردیا اور ان کی قبر کو زمین کے برابر کردیا اور چالیس نئي قبروں کے نشان بنادیئےہ کہیں ان کی قبر پہچان نہ لی جائے (۴۰)_

شہادت

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کا رنج اور خلافت امیر المؤمنین علیہ السلام غضب کرنے والوں کی روش نے بھی

جناب فاطمہ علیہا السلام کے وجود اور ان کے جسم و جان کو سخت تکلیف پہنچائی، آپ علیہا السلام پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد، مسلسل گریہ کناں اور غمزدہ رہتیں ۔ کبھی باپ کی قبر کی زیارت کو تشریف لے جاتیں اور کبھی شہداء کے مزار پر جاکر گریہ فرماتیں [۴۱]۔ نیز گھر میں گریہ و عزاداری میں مصروف رہتی تھیں ۔

آخر کار، شہزادی دو عالم جاکر کی طاقت کو کم کردینے والے غم اور دیگر پہنچنے والے صدموں نے آپ کو مضمحل اور صاحب فراش بنادیا ۔ بالاخر انہیں صدمات کے نتیجے میں آپ ۱۳ جمادی الاولی [۴۲] یا سوم جمادی الثانیہ [۴۳]- ۱۱ ھ ق یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے ۷۵ یا ۹۵ دن بعد، دنیا سے رخصت ہوگئیں اور آپ نے اپنی شہادت سے اپنے پیروکاروں کے دلوں کو ہمیشہ کیلئے غم والم میں بتلا کردیا ۔

سوالات

۱_ جناب فاطمہ زہراء علیہا السلام کی ولادت کس تاریخ کو ہوئي اور مکہ میں آپ کا بچپن کیسے ماحول اور کن حالات میں گذرا؟

۲_ جناب خدیجہ (علیہا سلام) کے انتقال کے بعد جناب فاطمہ زہرا علیہ‌السلام کا باپ کے ساتھ کیسا سلوک رہا اور "ام ابیہا" آپ کا لقب کیوں پڑا؟

۳_ حضرت علی علیہ السلام سے آپ کی شادی کس سن اور کس تاریخ میں ہوئي اور اس شادی کی خصوصیت کیا تھي؟

۴_ ایک بیوی کے عنوان سے علی علیہ السلام کے ساتھ جناب معصومہ علیہا السلام کا کیا سلوک رہا؟

۵_ جناب سیدہ کی عبادت کا ایک نمونہ کا ذکر کیجئے؟

٦_ سقیفہ کی کاروائي اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی کے مسئلہ میں جناب فاطمہ علیہا السلام کا کیا رد عمل تھا؟

۷_ خلافت کی مشینری کے ساتھ آپ کے مبارزہ کی کیا روش تھي؟ اس کے دو نمونے بیان فرمایئے

حوالہ جات

۱ مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳/ ص ۳۵۷، بحارالانوار جلد ۴۳ ص ۶_ دلائل الامامہ ص ۱۰ _ اصول کافی جلد ۱ _

۲ الروضہ الانف جلد ۱ ص ۲۱۳، منقول از بانوی نمونہ اسلام مصنفہ ابراہیم امینی ص ۱۸ _

۳ و ۴ مناقب ابن شہر آشوب جلد ۱ ص ۱۷۴ _

۵ بحارالانوار جلد ۲۰ ص ۸۸، الصحیح من سیرۃ النبی جلد ۴ ص ۳۲۴ _

۶ کشف الغمہ مطبوعہ تبریز جلد ۱ ص ۳۵۷ _

۷ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد ۱ ص ۳۵۷ _

۸ امالی طوسی جلد ۲ ص ۱۴ _

۹ جناب معصومہ کی شادی کی تاریخ میں اختلاف ہے سید ابن طاؤس نے مرحوم شیخ مفید کی کتاب حدائق الریاض میں اقبال کے مطابق ازدواج کی تاریخ ۲۱ محرم ۳ ھ نقل کی ہے _ لیکن مصباح میں اول ذی الحجہ مانتے ہیں _ امالی میں آیا ہے: فاطمہ کی شادی عثمان کی بیوی رقیہ کی وفات کے سولہ دن بعد اور جنگ بدر سے واپسی پر ہوئی بحار جلد ۴۳/ ۹۳ _ ۹۷ _

۱۰ " امرہا الی ربہا" کشف الغمہ جلد ۱ ص ۳۵۳ _ مطبوعہ تبریز بحار جلد ۴۳ ص ۱ _

۱۱ دلائل الامامہ ص ۱۹ _

۱۲ بحار ۴۳/ ۱۲۷ _

۱۳ کشف الغمہ مطبوعہ تبریز جلد ۱ ص ۳۶۰ _ ۳۶۹ _ بحار جلد ۴۳ ص ۱۲۷ _ ص ۱۳۳ _

۱۴ بحار الانوار جلد ۴۳/ ۸۲ _

۱۵ بحار جلد ۴۳/ ۱۵۱ منقول از کافی "... كانَ اَميرُ الْمُؤمنينَ عليه‌السلام يَحْتَطبُ وَ يَسْقي وَ يَكنُسُ وَ كانَتْ فاطمَةُ عليها‌السلام تَطْحَن و تَعْجنُ و تَخْبزُ"

۱۶ سیرۃ ابن ہشام جلد ۳ ص ۱۰۶، الصحیح من سیرۃ النبی جلد ۴ ص ۳۲۴ _ بحار جلد ۲ ص ۸۸ _

۱۷ مناقب خوارزمی، ص ۲۵۶ _

۱۸ بحار الانوار جلد ۴۳/ ۱۱۱ "... نعم الصون علی طاعۃ اللہ" _

۱۹ یہ حصہ کتاب " بانوی نمونہ اسلام " مصنفہ ابراہیم امینی کا اقتباس ہے _

۲۰ بحار الانوار جلد ۳۳ ۱۹/_ و ۲۶ کشف الغمہ جلد ۱ مطبوعہ تبریز ۳۵۸/، الغدیر جلد ۳ ۲۰/_

۲۱ امالی مفید ص ۳، امالی طوسی جلد ۱ ص ۸۳، کشف الغمہ جلد ۱ ص ۳۵۶_

۲۲ بحار جلد ۴۳ ۹/_ ۲۶ .... مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ ص ۳۲۲_

۲۳ بحار جلد ۴۳ ۹/_ کشف الغمہ جلد ۱ ص ۳۶۷_

۲۴ بحار جلد ۴۳ ۱۹/_ ۲۶، کشف الغمہ مطبوعہ تبریز جلد ص ۳۸۲_

۲۵ بحار جلد ۴۳ ص ۱۲، علل اشرائع مطبوعہ مکتبہ الداوری قم ص ۱۸۱ "قال : سئلت ابا عبدالله عن فاطمه ، لِمَ سمیّت زهرائ؟ فقال: لانّها كانت اذ اقامت فی محرابها زهر نورها لاهل السماء كما يزهر نور الكواكب لاهل الارض"_

۲۶ فاطمہ کے علاوہ پیغمبر کی دیگر بیٹیوں کا ثبوت اہل سنت کی کتابوں سے ملتا ہے جبکہ اکثر شیعہ علماء نے تفصیلی تحقیق کے بعد یہ سمجھا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ کی صرف ایک ہی بیٹی فاطمہ تھیں_

۲۷ بحار الانوار جلد ۴۳ ۴۲/، مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ ۳۳۳/"... کان النبی ﷺ لاينام حتّى يقبل عرض وجه فاطمة عليها السلام يَضَعُ وَجهَہ بين ثديي فاطمة و يدعو لها ..."_

۲۸ کشف الغمہ مطبوعہ تبریز جلد ۱ / ۳۶۷، فصول المهمہ / ۱۳۶، بحار جلد ۴۳ ۵۲/، الغدیر جلد ۳ ۲۰/ "... من عرف هذه فقد عرفها و من لم يعرفها فهى فاطمة ينت محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم و هى بضعة منّى و هى قلبى الذى بين جنبى فمن آذاها فقد آذانى و من آذانى فقد آذى الله_

۲۹ بحار الانوار جلد ۴۳ ۶/ منقول از تفسیر علی بن ابراہیم، کشف الغمہ جلد ۱ ص ۳۵۹_

۳۰ بحار ج ۳۳ / ۳۶_

۳۱ بحار الانوار جلد ۴۳ / ۸۲، کشف الغمہ مطبوعہ تبریزی جلد ۱ ص ۳۶۸ "... فقالت یا بنی الجار ثم الدار"_

۳۳ بحار الانوار جلد ۴۳ / ۷۶، ۸۴ "ما كان فی هذه الامة اعبد من فاطمة كانت تقوم حتى تورّم قدماها"_

۳۳ الامامۃ و السیاسۃ جلد ۱ ص ۱۹_

۳۴ "بانوئے نمونہ اسلام" مصنفہ ابراہیم امینی ص ۱۳۳_

۳۵ "فدک" مدینہ سے چند فرسخ کے فاصلہ پر ایک دیہات تھا جو ۷ ھ میں رسول ﷺ خدا اور یہودیوں کے درمیان صلح کے معاہدہ میں بغیر کسی خونریزی کے رسول ﷺ کو ملا تھا اور یہ صرف رسول ﷺ کا حق تھا چنانچہ آپ ﷺ نے

خدا کے حکم کے مطابق فدک کو اپنی بیٹی فاطمہ (س) کو بخش دیا تھا_

۳۶ تفسیر نور الثقلین جلد ۳/ ۱۵۴ مطبوعہ حکمت قم اصول مالکیت جلد ۲_ موضوع فدک و الاحصہ ملاحظہ ہو_

۳۷ ناسخ التواریخ ج زہراء / ۱۲۲_

۳۸ کشف الغمہ مطبوعہ تبریز جلد ۱ ص ۴۹۱ ، احتجاج طبرسی جلد ۱ ص ۱۴۱ "ألاقد قلت ما قلت هذا على معرفة منى بالجذلة التى خامرتكم و العذرة التى استشعرتها قلوبكم ولكنّها فيضة النفس و نفثة الغيظ ..."_

۳۹ شرح ابن ابی الحدید جلد ۶/ ۳۶ ، کشف الغمہ جلد ۱/ ۴۷۷_

۴۰ دلائل الامۃ طبری /۳۶، مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳/۳۶۳_ یہ حصہ ابراہیم امینی کی کتاب "بانوی نمونہ اسلام" کا اقتباس ہے_

۴۱ بحار الانوار جلد ۱۹۵/۴۳_

۴۲ بحار الانوار ج ۱۹۵/۴۳_

۴۳ کشف الغمہ جلد ۵۰۳/۱ دلائل الامامہ / ۴۵ ، بحار ۱۹۶/۴۳ منقول از اقبال الاعمال_

چوتھا سبق:

امام حسن مجتبی علیہ السلام کي سوانح عمري

بچپن کا زمانہ

علی علیہ السلام اور فاطمہ علیہا السلام کے پہلے بیٹے ۱۵ رمضان ۳ھ ق کو شہر مدینہ میں پیدا ہوئے[۱]_ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکرم تہنیت کیلئے جناب فاطمہ علیہا السلام کے گھر تشریف لائے اور خدا کی طرف سے اس بچہ کا نام "حسن" رکھا[۲]

امام حسن مجتبی علیہ السلام سات سال تک پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلام کے ساتھ رہے[۳]_

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے نواسہ سے بہت پیار کرتے تھے_ کبھی کاندھے پر سوار کرتے اور فرماتے:

"خدایا میں اس کو دوست رکھتا ہوں تو بھی اس کو دوست رکھ"[۴]

اور پھر فرماتے:

"جس نے حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام کو دوست رکھا اس نے مجھ کو دوست رکھا_ اور جو ان سے دشمنی کرتا ہے وہ میرا دشمن ہے"[۵]_

امام حسن علیہ السلام کی عظمت اور بزرگی کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ کم سنی کے باوجود پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت سے عہدناموں میں آپ کو گواہ بنایا تھا_ واقدی نے نقل کیا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبیلہ "ثقیف" کے ساتھ ذمّہ والا معاہدہ کیا، خالد بن سعید نے عہدنامہ لکھا اور امام حسن و امام حسین علیہما السلام اس کے گواہ قرار پائے[۶]

والد گرامی کے ساتھ

رسول ﷺ اکرم کی رحلت کے تھوڑے ہی دنوں بعد آپ کے سر سے چاہنے والی ماں کا سایہ بھی اٹھ گیا_ اس بنا پر اب تسلی و تشفی کا صرف ایک سہارا علی ﵇ کی مہر و محبت سے مملو آغوش تھا امام حسن مجتبی ﵇ نے اپنے باپ کی زندگی میں ان کا ساتھ دیا اور ان سے ہم آہنگ رہے_ ظالموں پر تنقید اور مظلوموں کی حمایت فرماتے رہے اور ہمیشہ سیاسی مسائل کو سلجھانے میں مصروف رہے_

جس وقت حضرت عثمان نے پیغمبر ﷺ کے عظیم الشان صحابی جناب ابوذر کو شہر بدر کر کے رَبَذہ بھیجنے کا حکم دیا تھا، اس وقت یہ بھی حکم دیا تھا کہ کوئي بھی ان کو رخصت کرنے نہ جائے_ اس کے برخلاف حضرت علی ﵇ نے اپنے دونوں بیٹوں امام حسن اور امام حسین علیہما السلام اور کچھ دوسرے افراد کے ساتھ اس مرد آزاد کو بڑی شان سے رخصت کیا اور ان کو صبر و ثبات قدم کی وصیت فرمائي_ (۷)

۳٦ھ میں اپنے والد بزرگوار کے ساتھ مدینہ سے بصرہ روانہ ہوئے تا کہ جنگ جمل کی آگ جس کو عائشہ و طلحہ و زبیر نے بھڑکایا تھا ، بجھادیں_

بصرہ کے مقام ذی قار میں داخل ہونے سے پہلے علی ﵇ کے حکم سے عمار یاسر کے ہمراہ کوفہ تشریف لے گئے تا کہ لوگوں کو جمع کریں_ آپ کی کوششوں اور تقریروں کے نتیجہ میں تقریباً بارہ ہزار افراد امام کی مدد کے لئے آ گئے_ (۸) آپ نے جنگ کے زمانہ میں بہت زیادہ تعاون اور فداکاری کا مظاہرہ کیا یہاں تک کہ امام ﵇ کے لشکر کو فتح نصیب ہوئي_ (۹)

جنگ صفین میں بھی آپ نے اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ ثبات قدم کا مظاہرہ فرمایا_ اس جنگ میں معاویہ نے عبداللہ ابن عمر کو امام حسن مجتبی ﵇ کے پاس بھیجا اور کہلوایا کہ آپ اپنے باپ کی حمایت سے دست بردار ہوجائیں تو میں خلافت آپ کے لئے چھوڑ دونگا_ اس لئے کہ قریش ماضی میں اپنے آباء و اجداد کے قتل پر آپ کے والد سے ناراض ہیں لیکن آپ کو وہ لوگ قبول کرلیں گے_

لیکن امام حسن علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: "نہیں ، خدا کی قسم ایسا نہیں ہوسکتا"۔ پھر اس کے بعد ان سے خطاب کرکے فرمایا: گویا میں تمہارے مقتولین کو آج یا کل میدان جنگ میں دیکھوں گا، شیطان نے تم کو دھوکہ دیا ہے اور تمہارے کام کو اس نے اس طرح زینت دی ہے کہ تم نے خود کو سنوارا اور معطّر کیا ہے تا کہ شام کی عورتیں تمہیں دیکھیں اور تم پر فریفتہ ہوجائیں لیکن جلد ہی خدا تجھے موت دے گا۔ (۱۰)

امام حسن۔ اس جنگ میں آخر تک اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ رہے اور جب بھی موقع ملا دشمن پر حملہ کرتے اور نہایت بہادری کے ساتھ موت کے منہ میں کود پڑتے تھے۔

آپ علیہ السلام نے ایسی شجاعت کا مظاہرہ فرمایا کہ جب حضرت علی علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی جان، خطرہ میں دیکھی تو مضطرب ہوئے اور نہایت درد کے ساتھ آواز دی کہ "اس نوجوان کو روکو تا کہ (اسکی موت) مجھے شکستہ حال نہ بنادے۔ میں ان دونوں۔ حسن و حسین علیہما السلام۔ کی موت سے ڈرتا ہوں کہ ان کی موت سے نسل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا منقطع نہ ہوجائے" (۱۱)

واقعہ حکمیت میں ابو موسی کے ذریعہ حضرت علی علیہ السلام کے برطرف کردیئے انے کی دردناک خبر عراق کے لوگوں کے درمیان پھیل جانے کے بعد فتنہ و فساد کی آگ بھڑک اٹھی۔ حضرت علی علیہ السلام نے دیکھا کہ ایسے افسوسناک موقع پر چاہیے کہ ان کے خاندان کا کوئی ایک شخص تقریر کرے اور ان کو گمراہی سے بچاکر سکون اور ہدایت کی طرف رہنمائی کرے لہذا اپنے بیٹے امام حسن علیہ السلام سے فرمایا: میرے لال اٹھو اور ابو موسی و عمروعاص کے بارے میں کچھ کہو۔ امام حسن مجتبی علیہ السلام نے ایک پرزور تقریر میں وضاحت کی کہ:

"ان گوں کو اس لئے منتخب کیا گیا تھا تا کہ کتاب خدا کو اپنی دلی خواہش پر مقدم رکھیں لیکن انہوں نے ہوس کی بناپر قرآن کے خلاف فیصلہ کیا اور ایسے لوگ حَکَم بنائے جانے کے قابل نہیں بلکہ ایسے افراد محکوم (اور مذمت کے قابل) ہیں۔ (۱۲)

شہادت سے پہلے حضرت علی علیہ السلام نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کی بناء پر حضرت حسن علیہ السلام کو اپنا جانشین معین

فرمایا اور اس امر پر امام حسین علیہ السلام اور اپنے تمام بیٹوں اور بزرگ شیعوں کو گواہ قرار دیا_ (۱۳)

اخلاقی خصوصیات

امام حسن علیہ السلام ہر جہت سے حسن تھے آپ کے وجود مقدس میں انسانیت کی اعلی ترین نشانیاں جلوہ گر تھیں_ جلال الدین سیوطی اپنی تاریخ کی کتاب میں لکھتے ہیں کہ "حسن علیہ السلام بن علی علیہ السلام اخلاقی امتیازات اور بے پناہ انسانی فضائل کے حامل تھے ایک بزرگ ، باوقار ، بردبار، متین، سخي، نیز لوگوں کی محبتوں کا مرکز تھے_ (۱۴)

ان کے درخشاں اور غیر معمولی فضائل میں سے ایک شمہ برابر یہاں پیش کئے جارہے ہیں :

پرہیزگاري:

آپ خدا کی طرف سے مخصوص توجہ کے حامل تھے اور اس توجہ کے آثار کبھی وضو کے وقت آپ کے چہرہ پر لوگ دیکھتے تھے جب آپ وضو کرتے تو اس وقت آپ کا رنگ متغیر ہوجاتا اور آپ کانپنے لگتے تھے_ جب لوگ سبب پوچھتے تو فرماتے تھے کہ جو شخص خدا کے سامنے کھڑا ہو اس کے لئے اس کے علاوہ اور کچھ مناسب نہیں ہے_ (۱۵)

امام جعفر صادق_ نے فرمایا: امام حسن علیہ السلام اپنے زمانہ کے عابدترین اور زاہدترین شخص تھے_ جب موت اور قیامت کو یاد فرماتے تو روتے ہوئے بے قابو ہوجاتے تھے_ (۱۶)

امام حسن علیہ السلام ، اپنی زندگی میں ۲۵ بار پیادہ اور کبھی پابرہنہ زیارت خانہ خدا کو تشریف لے گئے تاکہ خدا کی بارگاہ میں زیادہ سے زیادہ ادب و خشوع پیش کرسکیں اور زیادہ سے زیادہ اجر ملے_ (۱۷)

سخاوت:

امام علیہ السلام کی سخاوت اور عطا کے سلسلہ میں اتنا ہی بیان کافی ہے کہ آپ نے اپنی زندگی میں دوبار

تمام اموال اور اپنی تمام پونجی خدا کے راستہ میں دیدی اور تین بار اپنے پاس موجود تمام چیزوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا_ آدھا راہ خدا میں دیدیا اور آدھا اپنے پاس رکھا_ (۱۸)

ایک دن آپ نے خانہ خدا میں ایک شخص کو خدا سے گفتگو کرتے ہوئے سنا وہ کہہ رہا تھا خداوندا: مجھے دس ہزار درہم دیدے_ امام_ اسی وقت گھر گئے اور وہاں سے اس شخص کو دس ہزار درہم بھیج دیئے_ (۱۹)

ایک دن آپ کی ایک کنیز نے ایک خوبصورت گلدستہ آپ کو ہدیہ کیا تو آپ علیہ السلام نے اس کے بدلے اس کنیز کو آزاد کردیا_ جب لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ خدا نے ہماری ایسی ہی تربیت کی ہے پھر اس کے بعد آپ علیہ السلام نے آیت پڑھی_ و اذاحُيِّيتم بتحيّة: فحَيّوا باحسن منها (۲۰) "جب تم کو کوئي ہدیہ دے تو اس سے بہتر اس کا جواب دو_" (۲۱)

بردباري:

ایک شخص شام سے آیا ہوا تھا اور معاویہ کے اکسانے پر اس نے امام علیہ السلام کو برا بھلا کہا امام علیہ السلام نے سکوت اختیار کیا، پھر آپ نے اس کو مسکرا کر نہایت شیرین انداز میں سلام کیا اور کہا:

" اے ضعیف انسان میرا خیال ہے کہ تو مسافر ہے اور میں گمان کرتا ہوں کہ تو اشتباہ میں پڑگیا ہے_ اگر تم مجھ سے میری رضامندی کے طلبگار ہو یا کوئي چیز چاہیے تو میں تم کو دونگا اور ضرورت کے وقت تمہاری راہنمائي کروں گا_ اگر تمہارے اوپر قرض ہے تو میں اس قرض کو ادا کروں گا_ اگر تم بھوکے ہو تو میں تم کو سیر کردونگا ... اور اگر، میرے پاس آؤ گے تو زیادہ آرام محسوس کروگے_

وہ شخص شرمسار ہوا اور رونے لگا اور اس نے عرض کي: " میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ زمین پر خدا کے خلیفہ ہیں_ خدا بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کہاں قرار دے_ آپ اور آپ کے والد میرے نزدیک مبغوض ترین شخص تھے لیکن اب آپ میری نظر میں سب سے زیادہ محبوب

ہیں"_[۲۲]

مروان بن حکم_ جو آپ کا سخت دشمن تھا_ آپ علیہ السلام کی رحلت کے بعد اس نے آپ کی تشیع جنازہ میں شرکت کی امام حسین _نے پوچھا_ میرے بھائي کی حیات میں تم سے جو ہوسکتا تھا وہ تم نے کیا لیکن اب تم ان کی تشیع جنازہ میں شریک اور رورہے ہو؟ مروان نے جواب دیا" میں نے جو کچھ کیا اس شخص کے ساتھ کیا جس کی بردباری پہاڑ (کوہ مدینہ کی طرف اشارہ) سے زیادہ تھي_[۲۳]

خلافت

۲۱/ رمضان المبارک ۴۰ ھ ق کی شام کو حضرت علی علیہ السلام کی شہادت ہوگئي_اس کے بعد لوگ شہر کی جامع مسجد میں جمع ہوئے حضرت امام حسن مجتبی علیہ السلام منبر پر تشریف لے گئے اور اپنے پدربزرگوار کی شہادت کے اعلان اور ان کے تھوڑے سے فضائل بیان کرنے کے بعد اپنا تعارف کرایا_ پھر بیٹھ گئے اور عبداللہ بن عباس کھڑے ہوئے اور کہا لوگو یہ امام حسن علیہ السلام تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند حضرت علی علیہ السلام کے جانشین اور تمہارے امام علیہ السلام ہیں ان کی بیعت کرو_

لوگ چھوٹے چھوٹے دستوں میں آپ کے پاس آتے اور بیعت کرتے رہے_[۲۴] نہایت ہی غیر اطمینان نیز مضطرب و پیچیدہ صورت حال میں کہ جو آپ کو اپنے پدربزرگوار کی زندگی کے آخری مراحل میں درپیش تھے آپ نے حکومت کی ذمہ داری سنبھالي_ آپ نے حکومت کو ایسے لوگوں کے درمیان شروع کیا جو مبارزہ اور جہاد کی حکمت عملی اور اس کے اعلی مقاصد پر چنداں ایمان نہیں رکھتے تھے چونکہ ایک طرف آپ علیہ السلام پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و علی علیہ السلام کی طرف سے اس عہدہ کے لئے منصوب تھے اور دوسری طرف لوگوں کی بیعت اور ان کی آمادگی نے بظاہر ان پر حجت تمام کردی تھی اس لئے آپ نے زمام حکومت کو ہاتھوں میں لیا اور تمام گورنروں کو ضروری احکام

صادر فرمائے اور معاویہ کے فتنہ کو سلادینے کی غرض سے لشکر اور سپاہ کو جمع کرنا شروع کیا، معاویہ کے جاسوسوں میں سے دو افراد کی شناخت اور گرفتاری کے بعد قتل کرادیا_ آپ علیہ السلام نے ایک خط بھی معاویہ کو لکھا کہ تم جاسوس بھیجتے ہو؟ گویا تم جنگ کرنا چاہتے ہو جنگ بہت نزدیک ہے منتظر رہو انشاء اللہ_ [۲۵]

معاویہ کی کارشکنی

جس بہانہ سے قریش نے حضرت علی علیہ السلام سے روگردانی کی اور ان کی کم عمری کو بہانہ بنایا معاویہ نے بھی اسی بہانہ سے امام حسن علیہ السلام کی بیعت سے انکار کیا_ [۲۶] وہ دل میں تو یہ سمجھ رہے تھے کہ امام حسن علیہ السلام تمام لوگوں سے زیادہ مناسب ہیں لیکن ان کی ریاست طلبی نے ان کو حقیقت کی پیروی سے باز رکھا_

معاویہ نے نہ صرف یہ کہ بیعت سے انکار کیا بلکہ وہ امام علیہ السلام کو درمیان سے ہٹا دینے کی کوشش کرنے لگا کچھ لوگوں کو اس نے خفیہ طور پر اس بات پر معین کیا کہ امام علیہ السلام کو قتل کردیں_ اس بناپر امام حسن علیہ السلام لباس کے نیچے زرہ پہنا کرتے تھے اور بغیر زرہ کے نماز کے لئے نہیں جاتے تھے، معاویہ کے ان مزدوروں میں سے ایک شخص نے ایک دن امام حسن علیہ السلام کی طرف تیر پھینکا لیکن پہلے سے کئے گئے انتظام کی بناپر آپ کو کوئی صدمہ نہیں پہونچا_ [۲۷]

معاویہ نے اتحاد کے بہانہ اور اختلاف کو روکنے کے حیلہ سے اپنے عمال کو لکھا کہ "تم لوگ میرے پاس لشکر لے کر آو" پھر اس نے اس لشکر کو جمع کیا اور امام حسن علیہ السلام سے جنگ لڑنے کے لئے عراق کی طرف بھیجا_ [۲۸]

امام حسن علیہ السلام نے بھی حجر بن عدی کندی کو حکم دیا کہ وہ حکام اور لوگوں کو جنگ کے لئے آمادہ کریں_ [۲۹]

امام حسن علیہ السلام کے حکم کے بعد کوفہ کی گلیوں میں منادی نے " الصّلوۃ الجامعۃ" کی آواز بلند کی اور لوگ مسجد میں جمع ہو گئے امام حسن علیہ السلام منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ : " معاویہ تمہاری طرف جنگ کرنے کے لئے آرہا ہے تم بھی نُخَیلہ کے لشکر گاہ کی طرف جاؤ ..." پورے مجمع پر خاموشی طاری رہی ـ

حاتم طائي کے بیٹے عدی نے جب ایسے حالات دیکھے تو اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے کہا سبحان اللہ یہ کیسا موت کا سناٹا ہے جس نے تمہاری جان لے لی ہے؟ تم امام علیہ السلام اور اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند کا جواب نہیں دیتے ... خدا کے غضب سے ڈرو کیا تم کو ننگ و عار سے ڈر نہیں لگتا ...؟ پھر امام حسن علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا اور کہا" میں نے آپ کی باتوں کو سنا اور ان کی بجا آوری کے لئے حاضر ہوں ـ پھر اس نے مزید کہا ـ اب میں لشکرگاہ میں جارہا ہوں ، جو آمادہ ہو وہ میرے ساتھ آجائے ـ قیس بن سعد، معقل بن قیس اور زیاد بن صَعصَعہ نے بھی اپنی پرزور تقریروں میں لوگوں کو جنگ کی ترغیب دلائي پھر سب لشکر گاہ میں پہنچ گئے ـ (۳۰)

امام حسن علیہ السلام کے پیروکاروں کے علاوہ ان کے سپاہیوں کو مندرجہ ذیل چند دستوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱ـ خوارج، جو صرف معاویہ سے دشمنی اور ان سے جنگ کرنے کی خاطر آئے تھے نہ کہ امام علیہ السلام کی طرف داری کے لئے ـ

۲ـ حریص اور فائدہ کی تلاش میں رہنے والے افراد جو مادی فائدہ اور جنگی مال غنیمت حاصل کرنے والے تھے ـ

۳ـ شک کرنے اور متزلزل ارادہ کے حامل افراد جن پر ابھی تک امام حسن علیہ السلام کی حقانیت ثابت نہیں ہوئي تھي، ظاہر ہے کہ طبعی طور پر ایسے افراد میدان جنگ میں اپنی جاں نثاری کا ثبوت نہیں دے سکتے تھے ـ

۴ـ وہ لوگ جنہوں نے اپنے قبیلہ کے سرداروں کی پیروی میں شرکت کی تھی ان میں کوئي

دینی جذبہ نہ تھا۔[۳۱]

امام حسن علیہ السلام نے لشکر کے ایک دستہ کو حَکَم کی سرداری میں شہر انبار بھیجا، لیکن وہ معاویہ سے جاملا اور اس کی طرف چلاگیا۔ حَکَم کی خیانت کے بعد امام علیہ السلام مدائن کے مقام "ساباط" تشریف لے گئے اور وہاں سے بارہ ہزار افراد کو عبیداللہ بن عباس کی سپہ سالاری میں معاویہ سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا اور قیس بن سعد کو بھی اس کی مدد کے لئے منتخب فرمایا کہ اگر عبیداللہ بن عباس شہید ہوجائیں تو وہ سپہ سالاری سنبھال لیں۔

معاویہ ابتداء میں اس کوشش میں تھا کہ قیس کو دھوکہ دیدے۔ اس نے دس لاکھ درہم قیس کے پاس بھیجے تاکہ وہ اس سے مل جائے یا کم از کم امام حسن علیہ السلام سے الگ ہوجائے، قیس نے اس کے پیسوں کو واپس کردیا اور جواب میں کہا: "تم دھوکہ سے میرے دین کو میرے ہاتھوں سے نہیں چھین سکتے۔"[۳۲]

لیکن عبیداللہ بن عباس صرف اس پیسہ کے وعدہ پر دھوکہ میں آگیا اور راتوں رات اپنے خاص افراد کے ایک گروہ کے ساتھ معاویہ سے جاملا صبح سویرے لشکر بغیر سرپرست کے رہ گیا، قیس نے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی اور اس واقعہ کی رپورٹ امام حسن علیہ السلام کو بھیج دی۔[۳۳]

قیس نے بڑی بہادری سے جنگ کی چونکہ معاویہ نے قیس کو دھوکہ دینے کے راستہ کو مسدود پایا اس لئے اس نے عراق کے سپاہیوں کے حوصلہ کو پست کردینے کے لئے دوسرا راستہ اختیار کیا۔ اس نے امام حسن علیہ السلام کے لشکر میں، چاہے وہ مَسکن[۳۴] میں رہا ہو یا مدائن میں، چند جاسوس بھیجے تاکہ وہ جھوٹی افواہیں پھیلائیں اور سپاہیوں کو وحشت میں بتلا کریں۔

مقام مَسکن میں یہ پروپیگنڈہ کردیا گیا کہ امام حسن علیہ السلام نے معاویہ سے صلح کی پیشکش کی ہے اور معاویہ نے بھی قبول کرلی ہے۔[۳۵] اور اس کے مقابل مدائن میں بھی یہ افواہ پھیلادی کہ قیس بن سعد نے معاویہ سے سازباز کرلی اور ان سے جاملا ہے۔[۳۶]

ان افواہوں نے امام حسن علیہ السلام کے سپاہیوں کے حوصلوں کو توڑ دیا اور یہ پروپیگنڈے امام علیہ السلام کے

اس لشکر کے کمزور ہونے کا سبب بنے جو لشکر ہر لحاظ سے طاقت ور اور مضبوط تھا_

معاویہ کی سازشوں اور افواہوں سے خوارج اور وہ لوگ جو صلح کے موافق نہ تھے انہوں نے فتنہ و فساد پھیلانا شروع کردیا_ انھیں لوگوں میں سے کچھ افراد نہایت غصّہ کے عالم میں امام علیہ السلام کے خیمہ پر ٹوٹ پڑے اور اسباب لوٹ کرلے گئے یہاں تک کہ امام حسن علیہ السلام کے پیر کے نیچے جو فرش بچھا ہوا تھا اس کو بھی کھینچ لے گئے_ (۳۷)

ان کی جہالت اور نادانی یہاں تک پہنچ گئي کہ بعض لوگ فرزند پیغمبر کو (معاذ اللہ) کافر کہنے لگے_ اور "جراح بن سَنان" تو قتل کے ارادہ سے امام علیہ السلام کی طرف لپکا اور چلّا کر بولا، اے حسن علیہ السلام تم بھی اپنے باپ کی طرح مشرک ہوگئے (معاذاللہ) اس کے بعد اس نے حضرت کی ران پر وار کیا اور آپ علیہ السلام زخم کی تاب نہ لاکر زمین پر گرپڑے، امام حسن علیہ السلام کو لوگ فوراً مدائن کے گور نر "سعدبن مسعود ثقفي" کے گھر لے گئے اور وہاں کچھ دنوں تک آپ کا علاج ہوتا رہا_ (۳۸)

اس دوران امام علیہ السلام کو خبر ملی کہ قبائل کے سرداروں میں سے کچھ نے خفیہ طور پر معاویہ کو لکھا ہے کہ اگر عراق کی طرف آجاؤ تو ہم تم سے یہ معاہدہ کرتے ہیں کہ حسن علیہ السلام کو تمہارے حوالے کردیں_

معاویہ نے ان کے خطوط کو امام حسن علیہ السلام کے پاس بھیج دیا اور صلح کی خواہش ظاہر کی اور یہ عہد کیا کہ جو بھی شرائط آپ علیہ السلام پیش کریں گے وہ مجھے قبول ہیں_ (۳۹)

ان دردناک واقعات کے بعد امام علیہ السلام نے سمجھ لیا کہ معاویہ اور اس کے کارندوں کی چالوں کے سامنے ہماری تمام کوششیں نقش بر آب کے سوا کچھ نہیں ہیں_ ہماری فوج کے صاحب نام افراد معاویہ سے مل گئے ہیں لشکر اور جانبازوں نے اپنے اتحاد و اتفاق کا دامن چھوڑدیا ہے ممکن ہے کہ معاویہ بہت زیادہ تباہی اور فتنے برپا کردے_

مذکورہ بالا باتوں اور دوسری وجوہ کے پیش نظر امام حسن علیہ السلام نے جنگ جاری رکھنے میں اپنے پیروکاروں اور اسلام کا فائدہ نہیں دیکھا_ اگر امام علیہ السلام اپنے قریبی افراد کے ہمراہ مقابلہ کیلئے اٹھ کھڑے ہوتے اور قتل کردیئے جاتے تو نہ صرف یہ کہ معاویہ کی سلطنت کے پایوں کو متزلزل

کرنے یا لوگوں کے دلوں کو جلب کرنے کے سلسلہ میں ذرّہ برابر بھی اثر نہ ہوتا، بلکہ معاویہ اسلام کو جڑ سے ختم کردینے اور سچے مسلمانوں کا شیرازہ منتشر کردینے کے ساتھ ساتھ اپنی مخصوص فریب کارانہ روش کے ساتھ لباس عزاپہن کر انتقام خون امام حسن علیہ السلام کے لئے نکل پڑتا اور اس طرح فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون کا داغ اپنے دامن سے دھوڈالتا خاص کر ایسی صورت میں جب صلح کی پیشکش معاویہ کی طرف سے ہوئي تھی اور وہ امام علیہ السلام کی طرف سے ہر شرط قبول کرلینے پر تیار نظر آتا تھا۔ بنابرایں (بس اتنا) کافی تھا کہ امام علیہ السلام نہ قبول کرتے اور معاویہ ان کے خلاف اپنے وسیع پروپیگنڈے کے ذریعہ اپنی صلح کی پیشکش کے بعد ان کے انکار کو خلاف حق بناکر آپ علیہ السلام کی مذمت کرتا۔ اور کیا بعید تھا۔ جیسا کہ امام علیہ السلام نے خود پیشین گوئي کردی تھي۔ کہ ان کو اور ان کے بھائي کو گرفتار کرلیتا اور اس طریقہ سے فتح مکہ کے موقع پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں اپنی اور اپنے خاندان کی اسیری کے واقعہ کا انتقام لیتا۔ اس وجہ سے امام علیہ السلام نے نہایت سخت حالات میں صلح کی (۴۰) پیشکش قبول کرلي۔

معاہدہ صلح

معاہدہ صلح امام حسن۔ کا متن، اسلام کے مقدس مقاصد اور اہداف کو بچانے میں آپ کی کوششوں کا آئینہ دار ہے۔ جب کبھی کوئي منصف مزاج اور باریک بین شخص صلح نامہ کی ایک ایک شرط کی تحقیق کرے گا تو بڑی آسانی سے فیصلہ کرسکتا ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے ان خاص حالات میں اپنی اور اپنے پیروکاروں اور اسلام کے مقدس مقاصد کو بچالیا۔

صلح نامہ کے بعض شرائط ملاحظہ ہوں:

۱۔ حسن علیہ السلام زمام حکومت معاویہ کے سپرد کر رہے ہیں اس شرط پر کہ معاویہ قرآن وسیرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شائستہ خلفاء کی روش پر عمل کرے۔ (۴۱)

۲_ بدعت اور علی علیہ السلام کے لئے ناسزا کلمات ہر حال میں ممنوع قرار پائیں اور ان کی نیکی کے سوا اور کسی طرح یاد نہ کیا جائے_ (۴۲)

۳_ کوفہ کے بیت المال میں پچاس لاکھ درہم موجود ہیں ، وہ امام مجتبی علیہ السلام کے زیر نظر خرچ ہوں (۴۳) گے اور معاویہ "داراب گرد" کی آمدنی سے ہر سال دس لاکھ درہم جنگ جمل و صفین کے ان شہداء کے پسماندگان میں تقسیم کرے گا جو حضرت علی علیہ السلام کی طرف سے لڑتے ہوئے قتل کردیئے گئے تھے_ (۴۴)

۴_ معاویہ اپنے بعد کسی کو خلیفہ معین نہ کرے_ (۴۵)

۵_ ہر شخص چاہے وہ کسی بھی رنگ و نسل کا ہو اس کو مکمل تحفظ ملے اور کسی کو بھی معاویہ کے خلاف اس کے گذشتہ کاموں کو بناپر سزا نہ دی جائے_ (۴۶)

٦_ شیعیان علی علیہ السلام جہاں کہیں بھی ہوں محفوظ رہیں اور کوئي ان سے معترض نہ ہو_ (۴۷)

امام علیہ السلام نے اور دوسری شرطوں کے ذریعہ اپنے بھائي امام حسین علیہ السلام اور اپنے چاہنے والوں کی جان کی حفاظت کی اور اپنے چند اصحاب کے ساتھ جن کی تعداد بہت ہی کم تھی ایک چھوٹا سا اسلامی لیکن با روح معاشرہ تشکیل دیا اور اسلام کو حتمی فنا سے بچالیا_

معاویہ کی پیمان شکني

معاویہ وہ نہیں تھا جو معاہدہ صلح کو دیکھ کر امام علیہ السلام کے مطلب کو نہ سمجھ سکے_ اسی وجہ سے صلح کی تمام شرطوں پر عمل کرنے کا عہد کرنے کے باوجود صرف جنگ بندی اور مکمل غلبہ کے بعد ان تمام شرطوں کو اس نے اپنے پیروں کے نیچے روند دیا اور مقام نُخَیلہ میں ایک تقریر میں صاف صاف کہہ دیا کہ "میں نے تم سے اس لئے جنگ نہیں کی کہ تم نماز پڑھو، روزہ رکھو اور حج کے لئے جاؤ بلکہ میری جنگ اس لئے تھی کہ میں تم پر حکومت کروں اور اب میں حکومت کی کرسی پر پہنچ گیا ہوں اور

اعلان کرتا ہوں کہ صلح کے معاہدہ میں جن شرطوں کو میں نے ماننے کیلئے کہا تھا ان کو پاؤں کے نیچے رکھتا ہوں اور ان کو پورا نہیں کروں گا_ (۴۸)

لہذا اس نے اپنے تمام لشکر کو امیرالمؤمنین علیہ السلام کی شان میں ناسزا کلمات کہنے پر برانگیختہ کیا_ اس لئے کہ وہ جانتا تھا کہ انکی حکومت صرف امام کی اہانت اور ان سے انتقامی رویہ کے سایہ میں استوار ہوسکتی ہے_ جیسا کہ مروان نے اس کو صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ " علی کو دشنام دیئے غیر ہماری حکومت قائم نہیں رہ سکتی "(۴۹)

دوسری طرف امیرالمؤمنین علیہ السلام کے چاہنے والے جہاں کہیں بھی ملتے ان کو مختلف بہانوں سے قتل کردیتا تھا_ اس زمانہ میں تمام لوگوں سے زیادہ کوفہ کے رہنے والے سختی اور تنگی سے دوچار تھے_ اس لئے کہ معاویہ نے مغیرہ کے مرنے کے بعد کوفہ کی گورنری کو زیاد کے حوالہ کردیا تھا اور زیاد شیعوں کو اچھی طرح پہچانتا تھا، وہ ان کو جہاں بھی پاتا بڑی بے رحمی سے قتل کردیتا تھا_ (۵۰)

مدینہ کی طرف واپسي

معاویہ ہر طرف سے طرح طرح کی امام_ کو تکلیفیں پہنچانے لگا_ آپ علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے اصحاب پر اس کی کڑی نظر تھی ان کو بڑے سخت حالات میں رکھتا اور علي علیہ السلام و خاندان علی علیہ السلام کی توہین کرتا تھا_

یہاں تک کہ کبھی تو امام حسن علیہ السلام کے سامنے آپ کے پدر بزرگوار کی برائي کرتا اور اگر امام علیہ السلام اس کا جواب دیتے تو آپ علیہ السلام کو بھی ادب سکھانے کی کوشش کرتا_ (۵۱) کوفہ میں رہنا مشکل ہوگیا تھا اس لئے آپ نے مدینہ لوٹ جانے کا ارادہ کیا_

لیکن مدینہ کی زندگی بھی آپ کے لئے عافیت کا سبب نہیں بنی اس لئے کہ معاویہ کے کارندوں میں سے ایک پلید ترین شخص مروان مدینہ کا حاکم تھا، مروان وہ ہے جس کے بارے

میں پیغمبر ﷺ نے فرمایا تھا: "ہو الوزغ بن الوزغ، الملعون بن الملعون"[۵۲] "اس نے امام علیہ السلام اور آپ کے اصحاب کا جینا مشکل کردیا تھا یہاں تک کہ امام حسن علیہ السلام کے گھر تک جانا مشکل ہوگیا تھا، باوجودیکہ امام علیہ السلام دس برس تک مدینہ میں رہے لیکن ان کے اصحاب، فرزند پیغمبر کے چشمہ علم و دانش سے بہت کم فیض یاب ہوسکے_

مروان اور اس کے علاوہ دس سال کی مدت میں جو بھی مدینہ کا حاکم بنا اس نے امام حسن علیہ السلام اور ان کے چاہنے والوں کو تکلیف و اذیت پہونچانے میں کوئي کمی نہیں کی_

شہادت

معاویہ جو امام علیہ السلام کی کمسنی کے بہانہ سے اس بات کے لئے تیار نہیں تھا کہ آپ علیہ السلام کو خلافت دی جائے وہ اب اس فکر میں تھا کہ اپنے نالائق جوان بیٹے یزید کو ولی عہدی کے لئے نامزد کرے تا کہ اس کے بعد مسند سلطنت پر وہ متمکن ہوجائے_

اور ظاہر ہے کہ امام حسن علیہ السلام اس اقدام کے راستہ میں بہت بڑی رکاوٹ تھے اس لئے کہ اگر معاویہ کے بعد امام حسن علیہ السلام مجتبی زندہ رہ گئے تو ممکن ہے کہ وہ لوگ جو معاویہ کے بیٹے سے خوش نہیں ہیں وہ امام حسن علیہ السلام کے گرد جمع ہوجائیں اور اس کے بیٹے کی سلطنت کو خطرہ میں ڈالدیں لہذا یزید کی ولی عہدی کے مقدمات کو مضبوط بنانے کے لئے اس نے امام حسن علیہ السلام کو راستہ سے ہٹادینے کا ارادہ کیا_ آخر کار اس نے دسیسہ کاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے امام حسن علیہ السلام کی بیوی "جعدہ بنت اشعب" کے ذریعہ آپ علیہ السلام کو زہر دیدیا اور امام معصوم علیہ السلام سینتالیس سال کی عمر میں ۲۸/ صفر ۵۰ھ ق کو شہید ہوگئے اور مدینہ کے قبرستان بقیع میں دفن ہوئے_ [۵۳]

سوالات

۱_ پیغمبر ﷺ کے ساتھ امام حسن علیہ السلام کتنے دن رہے اور اس مدت میں پیغمبر ﷺ کی محبت امام حسن علیہ السلام سے کس طرح کی تھي؟ پیغمبر ﷺ کی احادیث میں سے ایک کا ذکر فرمایئے

۲_ اپنے پدر بزرگوار کے زمانے میں، امام حسن علیہ السلام کا جنگ جمل و صفین میں کیا عمل رہا؟ مختصراً بیان کیجئے؟

۳_ امام علیہ السلام کی پرہیزگاری اور سخاوت کے واقعات میں سے ایک ایک نمونہ بیان فرمایئے

۴_ حکومت کی ذمہ داری قبول کرنے کے بعد معاویہ کے سلسلہ میں امام علیہ السلام کا کیسا موقف رہا؟ مختصراً بیان کیجئے_

۵_ امام کے سپاہیوں میں کس طرح کے لوگ تھے؟

۶_ صلح کے اسباب و علل کو مختصراً بیان کیجئے_

۷_ صلح کی تین شرائط کو بیان کرتے ہوئے صلح کے نتائج کو امام علیہ السلام کے نظریہ کے مطابق بیان کیجئے_

۸_ امام علیہ السلام کس تاریخ کو کیسے اور دشمن کے ذریعہ کن وجوہ کی بنا پر شہید ہوئے؟

حوالہ جات

١ ارشاد مفید ص ١٨٧_تاریخ الخلفاء سیوطی /١٨٨_

٢ بحار جلد ٢٣٨/٤٣_

٣ دلائل الامامہ طبری /٦٠_

٤ تاریخ الخلفاء /١٨٨، تذکرۃ الخواص /١٤٧ "اللهم انی احبّہ فاحبّہ"_

٥ بحار جلد ٤٣/ ٢٦٣، کشف الغمہ جلد ١/ ٥٥٠ مطبوعہ تبریز سنن ترمذی جلد ٥/٤ "من احبّ الحسن و الحسين عليه‌السلام فقد احبّني و من ابغضهما فقد ابغضني_"

٦ طبقات کبیر جلد ١ حصہ ٢٣/٢_

٧ حیاۃ الامام حسن جلد ١ ص ٢٠، مروج الذہب جلد ٣٣١/٢، تاریخ یعقوبی جلد ٢ ص ١٤٢_ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ٢٥٢/٨_٥٥_

٨ کامل ابن اثیر جلد ٢٢٧/٣_٢٣١_

٩ حیاۃ الامام الحسن جلد ٣٩٦/١_٣٩٩_

١٠ وقعہ صفین /٢٩٧_

١١ نہج البلاغہ فیض الاسلام خطبہ ١٩٨ ص ١١٦٦٠ ،املكو عنّي هذا الغلام لا يهدّني فانّني انفس بهذين يعني الحسن و الحسين على الموت لئلا ينقطع بهما نسل رسول الله _

١٢ الامامہ و السیاسۃ جلد ١ ص ١١٩، حیاۃ الامام الحسن جلد ١ ص ٣٤٣_

١٣ اصول کافی جلد ١/ ص ٢٩٧_

١٤ تاریخ الخلفاء /١٨٩_

١٥ مناقب ابن شہر آشوب جلد ١٤/٣ "حقّ علی کل من وقف بین یدی رب العرش ان یصفر لونہ و ترتعد مفاصلہ"_

١٦ بحار جلد ٣٣١/٤٣_

١٧ بحار جلد ٣٣١/٤٣، تاریخ الخلفاء /١٩٠، مناقب ابن شہر آشوب ١٤/٣_ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ١٠/١٦، تذکرۃ الخواص /١٧٨_

١٨ تاریخ یعقوبی جلد ٢١٥/٢، بحار جلد ٤٣/ ٣٣٢، تاریخ الخلفاء /١٩٠، مناقب جلد ١٤/٣ _

۱۹ کشف الغمہ مطبوعہ تبریز جلد ۱/ ۵۵۸_

۲۰ سورہ نساء / ۸٦_

۲۱ بحار جلد ۴۳/ ۳۳۲_

۲۲ بحار جلد ۴۳ / ۳۳۴_

۲۳ تاریخ الخلفاء / ۱۹۱ ، شرح ابن ابی الحدید جلد ۱٦ / ۱۳ ، ۵۱ واقعہ کے آخری حصہ میں تھوڑے فرق کے ساتھ_

۲۴ ارشاد مفید / ۱۸۸ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۱٦/ ۳۰ مقاتل الطالبین مطبوعہ بیروت ۵۰_ ۵۲_

۲۵ ارشاد مفید ۱۸۹ ، بحار جلد ۴۴/ ۴۵ ، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۱٦ / ۳۱ مقاتل الطالبین مطبوعہ بیروت / ۵۳ اما بعد فانك دسّست الرجال للاحتی ال و الاغتیال و ارصدت العیون کانك تحت اللقاء و ما اشك فی ذالك فتوقعه انشاء الله_

۲٦ امام حسین علیہ السلام کے مقابل معاویہ کی منطق سے واقفیت کے لئے امام حسن علیہ السلام کے نام معاویہ کا وہ خط پڑھا جائے جس کو ابن ابی الحدید نے اپنی شرح کی ج ۱٦ / ۳۷ پر درج کیا_

۲۷ بحار جلد ۴۴/ ۲۳_

۲۸ شرح شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدیج ۱٦/ ۳۷ و ۳۸ مقاتل الطالبین مطبوعہ بیروت / ٦۰_

۲۹ ارشاد مفید / ۱۸۹ ، بحار جلد ۴۴ / ۳٦ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ۱٦ / ۳۸ مقاتل الطالبین / ٦۱_

۳۰ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۱٦ / ۳۷_ ۴۰ ، بحار جلد ۴۴ / ۵۰_

۳۱ ارشاد مفید / ۱۸۹ ، بحار ۴۴/ ۳٦_

۳۲ تاریخ یعقوبی ج ۲ / ۲۱۴_

۳۳ ارشاد مفید ۱۹۰_

۳۴ مسکن منزل کے وزن پرہے_ نہر دجیل کے کنارے پر ایک جگہ ہے جہاں قیس کی سپہ سالاری میں امام حسن علیہ السلام کا لشکر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا_

۳۵ تاریخ یعقوبی جلد ۲ / ۲۱۴_

۳٦ تاریخ یعقوبی ج ۲ / ۲۱۴_

۳۷ ارشاد مفید / ۱۹۰ ، تاریخ یعقوبی جلد ۲ / ۲۱۵ ، بحار جلد ۴۴ / ۴۷ ، شرح ابن ابی الحدید جلد ۱٦/ ۴۱ مقاتل الطالبین مطبوعہ بیروت / ٦۳_

۳۸ ارشاد مفید / ۱۹۰ ، تاریخ یعقوبی ج ۲ / ۲۱۵ ، بحار جلد ۴۴ / ۴۷ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۱۶ / ۴۱ مقاتل الطالبین مطبوعہ بیروت / ۶۳_

۳۹ ارشاد مفید / ۱۹۰_ ۱۹۱ ، تاریخ یعقوبی جلد ۲ / ۲۱۵_

۴۰ بحار جلد ۴۴ / ۱۷ ، شرح ابن ابی الحدید ۱۶ / ۳۱_ ۳۲، مقاتل الطالبین مطبوعہ بیروت / ۱۳_

۴۱ بحار جلد ۴۴ / ۶۵_

۴۲ ارشاد مفید / ۱۹۱ ، مقاتل الطالبین، حیاۃ الامام الحسن بن علی جلد ۲ / ۲۳۷ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ۱۶ / ۴_

۴۳ تاریخ دول الاسلام جلد ۱ / ۵۳ ، حیاۃ الامام الحسن بن علی ج ۲ / ۲۳۸، تذکرۃ الخواص ابن جوزی / ۱۸۰ ، تاریخ طبری ج ۵ / ۱۶۰_

۴۴ جوہرۃ الکلام ، حیاۃ الامام الحسن بن علی جلد ۲ / ۳۳۷_

۴۵ بحار الانوار جلد ۴۴/۶۵_

۴۶ مقاتل الطالبین / ۴۳_

۴۷ ارشاد مفید حیاۃ الامام الحسن بن علی جلد ۲/۲۳۷ شرح ابن ابی الحدید ۱۶/۴_

۴۸ حیاۃ الامام الحسن بن علی جلد ۲/۲۳۷ مقاتل الطالبین / ۴۳ ، ذخائر العقبی میں اتنا مزید ہے کہ معاویہ نے شروع میں ان شرائط کو مطلقاً قبول نہیں کیا اور دس آدمیوں کو منجملہ قیس بن سعد کے مستثنی کیا اور لکھا کہ ان کو جہاں بھی دیکھوں گا ان کی زبان اور ہاتھ کاٹ دوں گا امام حسن علیہ السلام نے جواب میں لکھا کہ : ایسی صورت میں، میں تم سے کبھی بھی صلح نہیں کرونگا، معاویہ نے جب یہ دیکھا تو سادہ کاغذ آپ کے پاس بھیجدیا اور لکھا کہ آپ جو چاہیں لکھدیں میں اسکو مان لونگا اور اس پر عمل کرونگا_

۴۹ بحار ۴۴ / ۳۹ ، ابن شرح نہج البلاغہ ابی الحدید ج ۱۶ / ۱۴_ ۱۵ ، ۴۶ مقاتل الطالبین مطبوعہ بیروت / ۷۰ ارشاد، مفید ۹۱_

۵۰ الصواعق المحرقہ / ۳۳ (لا يستقيم لنا الامر الا بذالك اى بسبّ علي)_

۵۱ حیاۃ الامام الحسن ابن علی جلد ۲/ ۳۵۶_

۵۲ ارشاد مفید / ۱۹۱ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۱۶ / ۴۷_

۵۳ حیاۃ الامام الحسن بن علی جلد ۱/ ۲۳۹ ، مستدرک حاکم جلد ۳/ ۴۷۹_

۵۴ دلائل الامامہ طبری / ۶۱ ، کشف الغمہ جلد ۱ ص ۵۱۵ ص ۵۱۶ مطبوعہ تبریز، ارشاد مفید / ۱۹۲ ، مرحوم مفید علیہ الرحمہ نے شہادت کے وقت آپ کی عمر ۴۸ سال بیان کی ہے_

پانچواں سبق:

امام حسین علیہ السلام کی سوانح عمري (پہلا حصہ)

ولادت

تین شعبان ۴ھ_ق کو علی علیہ السلام و پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دختر گرامی کے دوسرے بیٹے کی پیدائشے ہوئي_ (۱)

ان کانام رکھنے کی رسم بھی ان کے بھائي حسن علیہ السلام بن علی علیہ السلام کی طرح پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ انجام پائي، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا کے حکم کے مطابق اس نومولود کا نام حسین رکھا_ (۲)

ولادت باسعادت کے ساتویں دن جناب فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا نے اپنے فرزند کے لئے ایک بھیڑ عقیقہ کے عنوان سے قربان کی اور ان کے سر کے بالوں کو تراش کر بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ میں دي_ (۳)

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن میں

حسین علیہ السلام بن علی علیہ السلام نے اپنے بچپن کے چھ سال اورچند ماہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن میں پرورش پائي اور منبع فیاض رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علم و معرفت حاصل کیا_

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، امام حسین علیہ السلام سے جو اظہار محبت و لطف فرماتے تھے وہ شیعوں کے تیسرے رہنما کی عظمت و بلندی کو بیان کرتا ہے_

حضرت سلمان فارسی فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسین علیہ السلام کو اپنے زانو پر بیٹھا رکھا ہے اور بوسے دے رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تو سید و سردار ہے، بڑے سردار کا بیٹا ہے، بڑے سرداروں کا باپ ہے، تو امام، فرزند امام اور ابوالائمہ ہے_ تو حجت خدا فرزند حجت خدا

اور جو نو افراد حجت خدا ہیں انکا باپ ہے انکا خاتم ان کا قائم ہوگا_ (۴)

جب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے پوچھا گیا کہ آپ اپنے اہل بیت علیہم السلام میں سے کس کو زیادہ دوست رکھتے ہیں تو فرمایا: حسن و حسین علیہما السلام کو_ (۵)

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم بار بار حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام کو سینہ سے لگاتے، ان کی خوشبو سونگھتے، بوسہ دیتے اور فرماتے تھے حسن و حسین (علیہما السلام) جوانان بہشت کے سردار ہیں_ (۶)

پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اور امام حسین علیہ السلام کے درمیان معنوی اور وراثتی رابطہ کو بیان کرنے کے لئے بلندترین قریب ترین اور واضح ترین جملہ، اس جملہ کو کہا جاسکتا ہے جس میں پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا کہ حسین علیہ السلام مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں_" (۷)

والد ماجد کے ساتھ

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی آنکھیں بند ہوجانے کے بعد امام حسین علیہ السلام نے اپنی عمر مبارک کے تیس سال اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ گذارے_ اس پوری مدت میں آپ دل و جان سے پدر عالیقدر کی اطاعت کرتے رہے اور باپ کی پانچ سالہ حکومت کے زمانہ میں امام حسین علیہ السلام اسلام کے مقاصد کو آگے بڑھانے میں ایک جاں باز فداکار کی طرح اپنے بڑے بھائی کی مانند کوشش کرتے رہے اور جمل و صفین و نہروان کی جنگوں میں شریک رہے_ (۸)

بھائی کے ساتھ

حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد، علی علیہ السلام کے بڑے بیٹے حسن بن علی علیہما السلام کی طرف امامت و رہبری منتقل ہوگئی_ امام حسین علیہ السلام جو مکتب رسالت و ولایت کے پروردہ تھے، اپنے بھائی کے ساتھ ہم فکر تھے_ جب اسلام اور مسلمانوں کے معاشرہ کے مصالح کے پیش نظر امام حسن_ معاویہ کی

صلح کی پیشکش کو قبول کرنے کے لئے مجبور ہوئے تو اس وقت امام حسین علیہ السلام بھائي کے غموں میں شریک تھے_ اورچونکہ آپ جانتے تھے کہ یہ صلح، اسلام اور مسلمانوں کی بھلائي کیلئے ہوئي ہے اس لئے آپ نے ہرگز اعتراض نہیں کیا اور ہمیشہ امام حسن علیہ السلام کے موقف کا دفاع کرتے رہے_ (۹)

ایک دن معاویہ، امام حسن و امام حسین علیہما السلام کے سامنے امام حسن علیہ السلام اور ان کے پدر بزرگوار امیرالمومنین کی بدگوئي کیلئے لب کشاہوا_ امام حسین علیہ السلام اٹھے تا کہ اس کی اہانت کا جواب دیں لیکن آپ کے بھائي نے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور پھر خود ہی انہوں نے معاویہ کو بہت مناسب اور جھنجھوڑنے والے بیان کے ذریعہ خاموش کردیا_ (۱۰)

اخلاقی فضائل و مناقب

امام حسین علیہ السلام کی مکمل حق طلب اور خداپرست ۵۶ سالہ زندگی پر اگر اجمالی نظر ڈالی جائے تو ہم کو پتہ چلے گا کہ آپ علیہ السلام کی زندگی ہمیشہ پاک دامني، خدا کی بندگي، محمدی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پیغام کی نشر و اشاعت اور انسانیت کی بلند قدروں کی حفاظت میں گذری ہے_

آپ کو پروردگار کی نماز و بندگي، قرآن، دعا اور استغفار سے بڑا شغف تھا_ کبھی کبھی شب و روز میں سینکڑوں رکعت نماز پڑھتے تھے، (۱۱) حتی کہ اپنی زندگی کی آخری رات میں بھی عبادت و دعا سے دست بردار نہیں ہوئے اور اس رات آپ علیہ السلام نے دشمنوں سے مہلت مانگی تا کہ خلوت میں اپنے خدا سے راز و نیاز کرسکیں اور فرمایا: خدا جانتا ہے کہ میں نماز تلاوت قرآن اور دعا و استغفار کو بہت زیادہ دوست رکھتا ہوں_ (۱۲)

ابن اثیر نے لکھا ہے کہ حسین علیہ السلام بہت روزے رکھتے_ نمازیں پڑھتے حج کو جاتے، صدقہ دیتے اور تمام اچھے کاموں کو انجام دیتے تھے_ (۱۳)

حضرت اباعبداللہ الحسین علیہ السلام زیارت خانہ خدا کیلئے بارہا پیدل تشریف لے گئے اور حج کا

فریضہ ادا کیا_ (۱۴)

امام حسین علیه‌السلام کی شخصیت ایسی پر شکوہ اور با عظمت تھی کہ جب آپ علیه‌السلام اپنے بھائي امام حسن مجتبی_ کے ساتھ حج کے لئے پیدل جارہے تھے تو تمام بزرگ اور اسلام کے نمایاں افراد آپ علیه‌السلام کے احترام میں مرکب اور سواری سے اترپڑتے اور آپ علیه‌السلام کے ہمراہ پیدل راستہ طے کرتے_ (۱۵)

امام حسین علیه‌السلام کا احترام اور ان کی قدردانی کا معاشرہ اس لئے قائل تھا کہ آپ علیه‌السلام ہمیشہ لوگوں کے ساتھ زندگی بسر کرتے اور دوسروں کی طرح ایک معاشرہ کی نعمتوں اور مصیبتوں میں شامل رہتے تھے اور خداوند عالم پر پُر خلوص اعیان کی بناپر آپ عوام کے غم خوار اور مددگار تھے_

آپ ایک ایسی جگہ سے گذرے جہاں کچھ فقیر اپنی اپنی چاردیں بچھائے ہوئے بیٹھے تھے اور سوکھی روٹیوں کے ٹکڑے کھارہے تھے_ امام حسین علیه‌السلام کو ان لوگوں نے دعوت دی تو آپ نے ان کی دعوت قبول کی اور ان کے پہلو میں بیٹھ گئے اور پھر آپ نے یہ آیت پڑھي: انّه لا یحب المستکبرین_ (۱۶)

اس کے بعد آپ علیه‌السلام نے فرمایا کہ: "میں نے تمہاری دعوت قبول کی اب تم بھی میری دعوت قبول کرو_ وہ لوگ امام حسین علیه‌السلام کے ساتھ ان کے گھر آئے_ امام علیه‌السلام نے حکم دیا کہ جو کچھ گھر میں ہے وہ مہانوں کے لئے لایا جائے_ (۱۷)

اس طرح آپ نے معاشرہ کو تواضع اور انسان دوستی کا درس دیا_

اس حصّہ کو علائلی کی اس بات کے خلاصہ کے ساتھ ختم کرتا ہوں جو انہوں نے اپنی کتاب میں ابا عبداللہ الحسین علیه‌السلام کے بارے میں کہی ہے وہ فرماتے ہیں کہ: "تاریخ میں ہم کو ایسے بزرگ افراد نظر آتے ہیں جن میں ہر ایک نے کسی نہ کسی جہت اور کسی نہ کسی محاذ پر اپنی عظمت و بزرگی کو عالمی حیثیت دی ہے_ ایک شجاعت میں تو دوسرا زہد میں تو تیسرا سخاوت میں ...

لیکن امام حسین کی عظمت و بزرگی کا ہر پہلو فراز تاریخ کی عظمت کو دوبالا کرنے والا ہے_ گویا آپ علیه‌السلام میں تمام خوبیاں اور بلندیاں جمع ہوگئي تھیں_ (۱۸)

امام حسین علیہ السلام معاویہ کے زمانہ میں ابو عبداللہ الحسن اپنے پدر بزرگوار کی شہادت کے بعد خدا کے حکم اور اپنے بھائي کی وصیت سے اسلامی معاشرہ کی قیادت اور امامت کے منصب پر فائز ہوئے آپ نے اپنی امامت کے تقریباً دس سال معاویہ کی حکومت کے زمانہ میں گزارے اس مدت میں آپ نے امام حسن علیہ السلام کی روش کو قائم رکھا اور جب تک معاویہ زندہ رہا آپ علیہ السلام نے کوئي مؤثر اقدام نہ کیا_

امام حسین اگرچہ یہ دیکھ رہے تھے کہ معاویہ اسلام ہی کی طاقت سے اسلامی معاشرہ کی بنیاد اور قوانین الہی کو بدل ڈالنے کی کوشش کر رہا ہے_ چنانچہ آپ کو قلق بھی تھا_ لیکن جانتے تھے کہ اگر اس کے مقابلہ کے لئے اٹھا جائے تو ہر مفید اقدام و تحریک (اور کوئي بھی نتیجہ حاصل ہونے) سے پہلے آپ کو قتل کردیا جائے گا_

کبھی تو آپ علیہ السلام معاویہ کے حرکات و اعمال پر صرف تنقید کرتے اور لوگوں کو آئندہ کے لئے امید دلاتے اور اس تمام مدت میں جب معاویہ ،یزید کی ولی عہدی کے لئے لوگوں سے بیعت لے رہا تھا امام حسین علیہ السلام نے شدّت سے مخالفت کی اوریزید کی بیعت کے لئے ہرگز آمادہ نہیں ہوئے یہاں تک کہ کبھی معاویہ کو سرزنش کرتے اور تنقیدی خط لکھتے تھے_ (۱۹)

قیام حسيني

معاویہ کی موت کے بعد خلافت_ جو کہ سلطنت میں تبدیل ہوگئي تھي_ اس کے بیٹے یزید کی طرف منتقل ہوگئي_ زمام حکومت کو ہاتھوں میں لیتے ہی یزید نے اپنے ارکان سلطنت کو مضبوط بنانے کیلئے عالم اسلام کی اہم شخصیتوں اور جانے پہچانے لوگوں سے اپنی بیعت لینے کا ارادہ کیا_ اس غرض سے اس نے حاکم مدینہ کے نام خط لکھا اور حکم دیا کہ امام حسین علیہ السلام سے میری بیعت لے اور اگر وہ مخالفت کریں تو ان کو قتل کردو_

مدینہ کے گورنر نے حکم کے مطابق بیعت کا سوال امام علیہ السلام کے سامنے رکھا، امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:"اناللہ و انا الیه راجعون و علی الاسلام السلام اذا بلیت الامة براع: مثل یزید [۲۰]"یعنی جب یزید جیسے لوگ (شراب خوار، جواري، بے ایمان اور ناپاک) حکومت اسلامی کی مسند پر بیٹھ جائیں تو اسلام پر فاتحہ پڑھ دینا چاہیے۔

امام علیہ السلام نے بیعت کی پیش کش کو ٹھکرانے کے بعد یہ سمجھ لیا کہ اگر مدینہ میں رہے تو آپ علیہ السلام کو قتل کردیا جائے گا۔ لہذا رات کے وقت پوشیدہ طور پر ۲۸ رجب ٦٠ ھ کو اپنے یار و انصار کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوگئے۔[۲۱]

آپ کے مکہ میں پہنچنے اوریزید کی بیعت سے انکار کرنے کی خبر مکہ اور مدینہ کے لوگوں کے درمیان پھیل گئي اور یہ خبر کوفہ بھی پہنچ گئي۔ اس طرح لوگوں کو امام حسین علیہ السلام کی مدد اور ان کی موافقت کے لئے اپنے کوآمادہ کرنے کا موقع نظر آیا کہ شاید اس طرح بنی امیہ کے ظلم سے نجات مل جائے۔

کوفیوں نے۔ مندرجہ بالا نکات کے پیش نظر۔ مکہ پہنچنے کی خبر سنتے ہی بہت سے خطوط کے ذریعہ آپ علیہ السلام کو دعوت دی کہ آپ کوفہ تشریف لائیےور ہماری رہنمائي کی ذمہ داری قبول کرلیجئے۔

حضرت ابو عبداللہ الحسین علیہ السلام نے جناب مسلم کو روانہ کرنے کے ساتھ ان تمام خطوط کا جواب مختصر جملوں میں اس طرح لکھا" اما بعد یہ خط حسین بن علی (علیہما السلام) کی طرف سے عراق کے مسلمانوں اور مؤمنوں کی جماعت کی طرف بھیجا جارہا ہے۔ تم یہ جان لو کہ ہانی اور سعید جو تمہارے بھیجے ہوئے آخری افراد تمہارے خطوط لے کر آئے۔ ان تمام باتوں کی جو تمہاری تحریروں سے عیاں تھیں مجھے اطلاع ملي۔ خلاصہ یہ کہ تمہارا مطلب یہ تھا کہ "ہمارے پاس کوئي لائق رہبر اور امام نہیں ہے ہمارے پاس آجایئے اید خدا ہم کو آپ کے ذریعہ ہدایت تک پہنچا دے۔ فوری طورپرمیں حضرت مسلم کو جو میرے چچا کے بیٹے اور میرے معتمدہیں، تمہارے پاس بھیج رہا ہوں اگر انہوں نے لکھا کہ تمہارے آخری نظریات عملی طور پر اسی طرح ہیں جیسا کہ تم نے

خط میں لکھا ہے تو میں اسے قبول کر کے تمہاری طرف آؤں گا۔ آخر میں آپ علیہ السلام نے مزید لکھا۔ مجھے اپنی جان کی قسم، امام و پیشوا صرف وہ ہے جو خود دین کا پابند ہو اور عدل و انصاف کرتا ہو اور خدا کی رضا کے لئے حلیم ہو۔" (۲۲)

حضرت مسلم اس خط کو لیکر کوفہ پہنچے، ان کے پہنچنے کی خبر بڑی تیزی سے کوفہ میں پھیل گئی۔ اہل کوفہ نے پر تپاک طریقہ سے امام علیہ السلام کے نمائندہ حضرت مسلم بن عقیل کا استقبال کیا۔ ایسا استقبال پہلے کبھی نہیں ہوا تھا، پھر جناب مسلم بن عقیل کے ہاتھوں بیعت کی اور دن بدن بیعت کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا۔

کوفہ سے دو خط

امام حسین علیہ السلام کے حق اور یزید کی مخالفت میں انقلابی صورت حال پیدا ہوجانے کے بعد دو خط لکھے گئے۔ ایک خط حسین علیہ السلام بن علی علیہ السلام کو لکھا گیا اور دوسرا یزید کو جناب مسلم نے امام حسین علیہ السلام کو لکھا: "اب تک بے شمار لوگوں نے میری بیعت کی ہے۔ اب آپ کوفہ آجایئے" (۲۳)

یزید کے پیروکاروں نے اس کو لکھا کہ: "اگر عراق کی حکومت کو بچانا ہے تو کسی لائق گورنر کو بھیجو تاکہ ان فتنوں کو ختم کردے اس لئے کہ نعمان بن بشیر (حاکم کوفہ) ایک کمزور آدمی ہے یا اس نے اپنے آپ کو کمزور بنا رکھا ہے۔ (۲۴)

ان دو خطوط کے نتیجہ میں دو اقدام سامنے آئے۔ پہلے خط نے امام حسین علیہ السلام کی کوفہ کی طرف روانگی کے مقدمات فراہم کئے اور دوسرے خط نے پہلے حاکم کو معزول اور اس کی جگہ پر عبیداللہ ابن زیاد کو معین کیا۔

امام حسین علیہ السلام ہرچند کہ کوفیوں کو بخوبی پہچانتے تھے اور ان کی بے وفائی، ان کے عقیدہ کا تزلزل اپنے پدر گرامی اور برادر بزرگ کی حکومت کے زمانہ میں دیکھ چکے تھے لیکن اتمام حجّت

اورخداوند عالم کے اوامر کے اجراء کے لئے آپ علیہ السلام نے کوفہ جانے کا ارادہ کیا۔ خصوصاً مکہ میں چند ماہ قیام کے بعد آپ علیہ السلام نے یہ سمجھ لیا کہ یزید(لعن) کسی طرح بھی آپ سے دست بردار ہونے کے لئے تیار نہیں ہے اور اگر آپ علیہ السلام بیعت نہیں کرتے تو آپ کا قتل، اور وہ بھی خانہ خدا کے نزدیک یقینی ہے۔

اس صورت حال میں امام حسین علیہ السلام ۸ ذی الحجہ تک۔ جس دن تمام حُجاج منیٰ کی طرف جانے کا ارادہ کررہے تھے[۲۵] مکہ میں رہے اور حج تمتع کو عمرہ مفردہ سے بدلنے کے بعد اپنے اہل بیت اور اصحاب کو لے کر مکہ کو ترک کیا اور عراق کی طرف چل پڑے۔ [۲۶]

امام۔ کا ایسے زمانہ میں اور ایسی جگہ سے کوچ کرنا، جہاں لوگ دور دور سے ارکان حج بجا لانے کے لئے آتے ہیں، ایسا بے نظیر اقدام تھا کہ جس کی ایک عام مسلمان سے بھی توقع نہیں کی جاسکتی تھی چہ جائیکہ فرزند پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے، اسی وجہ سے تھوڑی ہی مدت میں سارے شہرمکہ میں امام کے سفر کی خبر گشت کرنے لگي۔

امام حسین علیہ السلام نے اپنے ناگہانی اور آشکار سفر سے اپنے فریضہ پر بھی عمل کیا اور مسلمانوں کو بھی سمجھا دیا کہ فرزند پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یزید کی حکومت کو قانونی نہیں سمجھا اور نہ صرف اس کی بیعت نہیں کی بلکہ اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔

حضرت مسلم ابن عقیل کی شہادت

حضرت مسلم کے ہاتھ پر اہل کوفہ کی بیعت اور امام حسین علیہ السلام کی طرف ان کے میلان کی اطلاع یزید کو مل چکی تھی۔ اس نے ابن زیاد کو کوفہ بھیجا ابن زیاد نے شیطانی چال کے ذریعہ ایک نیا بھیس بدلا، چہرہ پر نقاب ڈالا اور بنی ہاشم کے کسی شریف اور بڑی شخصیت کے روپ میں رات کے اندھیرے میں کوفہ میں وارد ہوا۔ جو لوگ امام حسین علیہ السلام کے منتظر تھے انہوں نے یہ گمان کیا کہ یہ

حسین علیہ السلام ہیں۔

ابن زیاد بغیر کسی سے کوئی بات کئے اور نقاب میں منھ چھپائے ہوئے سیدھا دار الامارہ پہنچا۔ (۲۷)

عبیداللہ ابن زیاد نے دارالامارہ میں مشورہ کیلئے ایک میٹنگ بلائي اور ابتدائي اقدامات کے بعد، کوفہ والوں کے ایمان کی کمزوری، دوغلہ پن اور ان کے خوف سے فائدہ اٹھایا اور ان کو ڈرا دھمکا کر حضرت مسلم کے اطراف سے منتشر کردیا یہاں تک کہ جب حضرت مسلم نماز کے لئے آئے تو صرف تیس افراد نے ان کے پیچھے نماز پڑھی اور نماز کے بعد وہ بھی متفرق ہو گئے۔ جب آپ مسجد سے باہر نکلے تو آپ کے ساتھ کوئي بھی نہیں تھا

حضرت مسلم نے ابن زیاد کے لشکر سے اکیلے جنگ کی اور ایک بہادرانہ جنگ کے بعد شہید ہو گئے۔ (۲۸)

ظلم کے خلاف عظیم ترین قیام

عراق کے قصد سے ابو عبداللہ الحسین علیہ السلام نے حجاز کو چھوڑ دیا لیکن در حقیقت آپ اس مقصد کی طرف جا رہے تھے جو صرف عراق میں نہیں تھا۔ یہ عظیم مقصد اسلام اور مسلمانوں کو استعمار کے چنگل اور خاندان بنی امیہ کے استبدادی پنجہ سے چھڑانا تھا۔ اسی وجہ سے آپ علیہ السلام دوستوں کی مقدس مآبانہ باتوں اور نصیحتوں کے برخلاف، جو اس سفر کو ترک کرنے پر مبنی تھیں، اپنے عزم و ارادہ پر جمے رہے اور اسلام کی نجات کے لئے آخری تحریک شروع کی جس کو بہر قیمت انجام تک پہنچانا تھا۔

امام حسین علیہ السلام راستہ میں بہت سے لوگوں کو اپنی مدد کے لئے دعوت دیتے اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے ان کو یزید سے جنگ کے بارے میں اپنے مصمم ارادہ سے آگاہ کرتے رہے اور اس

جنگ کے نتیجے میں سب کے قتل ہوجانے سے بھی آگاہ کرتے رہے اور اس بات کا اختیار دیا کہ وہ چاہیں تو ساتھ چھوڑ کر جا سکتے ہیں ـ "صفاح" نام کی ایک جگہ پر کوفہ سے واپس آنے والے فرزدق سے ملاقات ہوگئي، آپ علیہ السلام نے کوفہ کے حالات کے بارے میں ان سے سوال کیا، فرزدق نے جواب دیا کہ " لوگوں کے دل تو آپ علیہ السلام کے ساتھ ہیں مگر ان کی تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں ـ [۲۹]

شہادت

امام حسین علیہ السلام کا قافلہ کوفہ سے پہلے سرزمین کربلا پر (تقریباً کوفہ سے ۷۰ کیلومیٹر دور) دشمن کے بہت بڑے لشکر سے روبرو ہوا ـ آپ کے ساتھ صرف وہی لوگ تھے جو جان کی بازی لگانے والے تھے اور فرزند پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت و مدد کے سوا انکا اور کوئی مقصد و مطلوب نہ تھا ـ

آخر کار یہ لوگ ابن زیاد کے تیس ہزار لشکر کے تنگ گھیرے میں آ گئے [۳۰] یہاں تک کہ فرات کا پانی بھی ان پر بند کردیا گیا ـ

ایسے حالات میں فرزند زہراء حضرت امام حسین علیہ السلام کے سامنے دو ہی راستے تھے یا قتل یا بیعت، حسین ابن علی (علیہما السلام) جو مکتب وحی محمدی اور ولایت علوی کے پروردہ تھے انہوں نے بیعت نہیں کی اور ان بہتر [۳۱] افراد کے ساتھ (جو ان کے بہترین اصحاب، وابستگان اور فرزند تھے ـ جن میں سے ہر ایک اخلاص، جواں مردي، شجاعت، عزت و شرافت انسانی کی اخلاقی قدروں سے آراستہ اور انسانیت کا مکمل نمونہ تھے دس محرم ۶۰ ھ کو صبح سے عصر تک پسر معاویہ کے کثیر اور آراستہ لشکر کے مقابلہ میں ایک شجاعانہ اور قابل فخر جنگ کی ـ اور بالآخر شربت شہادت نوش فرمایا ـ اور اس زمین کے سینہ پر جب تک انسانیت موجود رہے گی اس وقت تک کے لئے اپنے نام کو جاودانہ بنادیا ـ

آپ علیہ السلام کی شہادت کے بعد دشمن کا لشکر آپ علیہ السلام کے پسماندگان کے خیمہ میں گھس آیا، تمام مال و اسباب لوٹ لیا اور آپ علیہ السلام کے اہل بیت کو اسیر کر کے شہداء کے کٹے ہوئے سروں کے ساتھ کوفہ اور وہاں سے شام لے گیا۔

سوالات

۱_ حسین علیہ السلام ابن علی علیہ السلام کس تاریخ کو پیدا ہوئے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکرم کے ساتھ کتنے دنوں تک رہے؟

۲_ صلح کے بارے میں امام حسین علیہ السلام کا موقف کیا تھا؟ اس کا ایک نمونہ بیان فرمایئے

۳_ امام حسین علیہ السلام کی تواضع اور فروتنی کے ایک نمونہ کا ذکر کیجئے_

۴_امام حسین علیہ السلام کا قیام کس زمانہ میں اور کس طرح شروع ہوا؟

۵_ امام علیہ السلام نے مکہ سے کوفہ جانے کا کیوں ارادہ کیا اور کوفہ جانے سے پہلے آپ علیہ السلام نے کون سا اقدام کیا ؟

۶_ دشمن کے لشکر سے امام حسین علیہ السلام کس جگہ ملے؟ دونوں لشکروں کے حالات اور آپ علیہ السلام کی اور آپ علیہ السلام کے اصحاب کی تاریخ شہادت بیان کیجئے؟

حوالہ جات

١ اعلام الوری / ٢١٣، بحار جلد ٤٣ / ٢٠١_

٢ بحار جلد ٤٣ / ٢٣١_

٣ فروع کافی جلد ٦/ ٣٣ بحار جلد ٤٣ / ٢٥٧_

٤ "...انت سید بن سید ابوالسادات انت امام ابن امام ابوالائمه ، انت حجة الله بن حجته و ابو حجج تسعة من صلبك و تاسعهم قائمهم" مقتل خوارزمی جلد ١ / ١٣٦، کمال الدین صدوق جلد ١/ ٢٦٢ بحار جلد ٤٣ / ٢٩٠_

٥ "سئل رسول الله ای اهل البیت احب الیك ؟ قال : الحسن والحسین "سنن ترمذی جلد ٥/ ٣٢٣ ، بحار جلد ٤٣ / ٢٦٣، ٢٦٥_

٦ الحسن والحسین سید الشباب اهل الجنه، بحار جلد ٤٣ / ٢٦٣ ، ٢٦٥، سنن ترمذی جلد ٥ / ٣٢٣ بحار جلد ٤٣/٢٩٩_

٧ "حسین منی و انا من حسین" سنن ترمذی جلد ٥ / ٣٢٤، بحار جلد ٤٣ / ٢٧٠_٢٧٢ مقتل خوارزمی جلد ١ / ١٣٦، انساب الاشراب بلاذری جلد ٣ / ١٤٢_

٨ الاصابہ جلد ١ ص ٣٣٣_

٩ کافی میں منقول ہے کہ جس نشست میں امام حسن علیہ السلام بیٹھے رہتے تھے اس میں امام حسین علیہ السلام بھائي کے احترام کی بناپر باتیں نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ بخشش و عطا میں بھی اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ امام حسن علیہ السلام سے ذرا کم ہو_

١٠ ارشاد مفید / ١٤٣ ، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ١٦ / ٣٧_

١١ بحار جلد ٤٣ / ١٩٦ ، منقول از فلاح السائل و عقد الفرید_

١٢ ارشاد مفید / ٢٣٠ مطبوعہ مکتبہ بصیرتي' فهو یعلم اَنّی قد کنت احبُّ الصلوة و تلاوة کتابه و کثرة الدعا و الاستغار"

١٣ اسد الغابہ جلد ٢/ ٢٠_

١٤ انساب الاشراف بلاذري_

۱۵ سورہ نحل / ۲۳_

۱٦ تفسیر سیاسی جلد ۲/ ۲۵۷، مناقب جلد ۴/ ٦٦، جلاء العیون مرحوم شبر جلد ۲/ ۲۴_

۱۷ سمو المعنی / ۱۰۴_

۱۸ رجال کشی / ۹۴_

۱۹ مقتل خوارزمی جلد ۱/ ۱۸۴، لہوف / ۲۰ بحار جلد ۴۴/ ۳۲٦_

۲۰ ارشاد مفید / ۲۰۱، تاریخ طبری جلد ۳۴۱، بحار جلد ۴۴/ ۳۲٦_

۲۱ مناقب ابن شہر آشوب جلد ۴/ ۹۰، ارشاد مفید / ۲۰۴ بحار جلد ۴۴/ ۳۳۴ کامل ابن اثیر جلد ۴/ ۲۱

۲۲ ارشاد مفید / ۲۰۵، بحار جلد ۴۴/ ۳۳٦_

۲۳ مناقب ابن شہر آشوب جلد ۴/ ۹۱، بحار جلد ۴۴/ ۳٦٦

۲۴ ۸ذی الحجۃ کو منی جانا ایک مستحب عمل ہے اس زمانہ میں اس استحبابی حکم پر عمل ہوتا تھا لیکن اس زمانہ میں حجاج ایک ساتھ عرفات جاتے ہیں_

۲۵ ارشاد مفید / ۲۸۱، بحار جلد ۴۴/ ۳٦۳، اعلام الوري / ۲۲۷، اعیان الشیعه (دس جلد والي) جلد ۱/ ۵۹۳، نہضت الحسین مصنفہ ہیۃ الذین شہرستانی / ۱٦۵ مقتل ابی مخنف / ٦٦، لیکن بعض صحیح روایات سے استفادہ ہوتاہے کہ امام حسین علیہ السلام نے حج تمتع کا احرام نہیں باندھا تھا کہ اس کو عمرہ مفردہ سے تبدیل کردیں ملاحظہ ہو وسائل الشیعہ جلد ۱۰ باب ۷ از ابواب عمرہ حدیث ۳،۲_

۲٦ ارشاد مفید / ۲۰٦، بحار جلد ۴۴/ ۳۴۰ مقاتل الطالبین / ٦۳_

۲۷ ارشاد مفید / ۲۱۲_

۲۸ ارشاد مفید / ۲۱۳_۲۱٦_

۲۹ "قلوبہم معک و سیوف مع بنی امیہ..."تاریخ طبری جلد ۵/ ۳۸۴، کامل ابن اثیر جلد ۴/ ۴۰ ارشاد مفید / ٦۱۸ بحار، جلد ۴۴/ ۱۹۵_

۳۰ بحار جلد ۴۴/ ۳۸٦_ البتہ لشکر یزید کی تعداد کے بارے میں دوسری روایتیں بھی ہیں جن میں سب سے کم بارہ ہزار کی روایت ہے_ مناقب جلد ۴/ ۹۸ پر ۳۵ ہزار افراد کی تعداد بھی لکھی گئی ہے_

چھٹا سبق:

امام حسین علیہ السلام کی سوانح عمری (دوسرا حصّہ)

زندہ جاوید روداد

اسلام کے تیسرے رہبر کی اور ان کی اولاد و اصحاب کی دشت کربلا میں جاں بازي، فداکاری اور شہادت آپ کی زندگی کا اہم ترین واقعہ ہے_ جس نے عقل و خرد کو جھنجوڑ کر رکھ دیا، تمام واقعات کے اوپر چھاگیا_ اور ہمیشہ کے لئے تاریخ کے صفحات پر زندہ جاوید و پائیدار بن گیا_

دنیا میں پیش آنے والا ہر واقعہ_ چا ہے وہ کتنا ہی بڑا اور عظیم کیوں نہ ہو_ اس کو تھوڑے ہی دن گذرنے کے بعد زندگی کا مدّ و جزر فراموشی کے سپرد کردیتا ہے اور مرور زمانہ اس کے فروغ میں کمی کردیتا ہے اور اوراق تاریخ پر سوائے اس کے نام کے کچھ باقی نہیں بچتا_

لیکن بہت سے واقعات ایسے ہیں کہ زمانہ گذرجانے کے بعد بھی ان کی عظمت گھٹتی نہیں اللہ والوں کی تاریخ اور وہ انقلابات جو آسمانی پیغمبروں اور الہی عظیم رہبروں کے ذریعہ آئے ہیں، یہ تمام کے تمام واقعات چونکہ خدا سے متعلق و مربوط ہیں اس لئے ہرگز بھلائے نہیں جاسکیں گے اور مرور زمانہ کا کوئي اثر قبول نہیں کریں گے_

حضرت حسین علیہ السلام بن علی علیہ السلام کی تحریک اور کربلا کا خونین حادثہ و انقلاب، انسانی معاشرہ کی ایک اہم ترین سرگذشت ہے، اس حقیقت پر تاریخ و تجربہ روشن گواہ ہیں_

عاشور کی خون آلود تاریخ کے تجزیہ میں دوسرے مطالب سے پہلے چند مطالب توجہ کے قابل اور تاریخی لحاظ سے زبردست تحقیق کے محتاج ہیں جنہیں اختصار سے بیان کیا جارہا ہے:

۱) امام حسین عليه السلام کے قیام کے اسباب

۲) امام حسین عليه السلام کی تحریک و انقلاب کی ماہیت

۳) امام حسین عليه السلام کے انقلاب کے اثرات و نتائج

انقلاب حسین عليه السلام ابن علی عليه السلام کا اہم اور واضح سبب ایک انحرافی سلسلہ تھا جو اس وقت اسلامی حکومت کی مشینری میں رونما ہوچکا تھا_ اور لوگوں میں اموی گروہ کے تسلط کی بنا پر دین سے انحراف اور اجتماعی ظلم و ستم مکمل طور پر نمایاں تھا_ یزید کے خلاف امام حسین عليه السلام کا قیام اس بنا پر تھا کہ وہ اموی حکومت کا مظہر تھا، وہ حکومت جو ملت کے عمومی اموال کی عیاشي، رشوت خوری ، با اثر افراد کے قلوب کو اپنی طرف کھینچنے اور آزادي دلانے والی تحریکوں کو ختم کرنے میں خرچ کرتی تھي، وہ حکومت جس نے غیر عرب مسلمانوں کا جینا دشوار کر کے ان کو ختم کردینے کی ٹھان لی تھی اور جس نے عرب مسلمانوں کے شیرازہ اتفاق کو بکھیر کر ان کے درمیان نفاق اور کینہ کا بیج بودیا تھا_

وہ حکومت جس نے اموی خاندان کے مخالفین کو جہاں پایا وہیں قتل کردیا_ ان کے مال کو لوٹ لیا، وہ حکومت جس نے قبائلی عصبیت کی فکر کو برانگیختہ کردیا مسلمانوں کے اجتماعی وجود کیلئے خطرہ بن گئي تھی_

وہ حکومت جو کہ اسلام کے پیغام کے تحقق، قوانین و حدود اور اجتماعی عدالت کے اجراء کی بجائے ایک ایسے پلید شخص کے ہاتھ کا کھلونہ تھی جو کہ محمد صلى الله عليه وآله وسلم کی رسالت اور ان پر وحی کے نزول کا انکار کر رہا تھا_ یزید اپنے دادا ابوسفیان کی طرح تھا ، جس کا کہنا تھا " اب حکومت بنی امیہ کے قبضہ میں آگئي ہے خلافت کو گیند کی طرح گھماتے رہو اور ایک دوسرے کی طرف منتقل کرتے رہو... میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ نہ کوئي جنّت ہے نہ جہنّم "[۱] یزید بھی ان تمام باتوں کو ایک خیال سے زیادہ نہیں سمجھتا تھا_ [۲]

امام حسین عليه السلام نے ایسے حالات میں انقلاب کے لئے ماحول کو سازگار پایا آپ عليه السلام نے خود اس وصیت میں جو اپنے بھائي محمد حنفیہ کو کی تھي، اپنے قیام کے بارے میں لکھا کہ " میرے قیام کی وجہ

ہوا و ہوس اور بشری میلانات نہیں ہیں ، میرا مقصد ستمگری اور فتنہ و فساد پھیلانا نہیں ہے۔ بلکہ میرا مقصد تو اپنے جد رسول ﷺ خدا کی امت کی خراب حالت کی اصلاح کرنا ہے۔ میرا مقصد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے میں چاہتا ہوں کہ اپنے جد رسول خدا کی سیرت اور اپنے باپ علی علیہ السلام کے راستہ پر چلوں ..."[۳]

اسی طرح حر بن یزید ریاحی سے ملاقات کے بعد اپنی ایک تقریر میں آپ علیہ السلام نے اپنے قیام کی تصریح کی اور فرمایا : "اے لوگو پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو کسی ایسے ظالم فرمان روا کو دیکھے جو حرام الٰہی کو حلال شمار کرتا ہو خدا سے کیے گئے عہد و پیمان کو توڑتا ہو اس کے پیغمبر کی سنت کی مخالفت کرتا ہو، خدا کے بندوں پر ظلم و ستم کرتا ہو اور ان تمام باتوں کے باوجود زبان و عمل سے اپنی مخالفت کا اظہار نہ کرے تو خدا اس کو اسی ظالم فرمان روا کے ساتھ ایک ہی جگہ جہنّم میں رکھے گا۔

اے لوگو انہوں نے (یزید اور اس کے ہمنواؤں نے) شیطان کی اطاعت کا طوق اپنی گردن میں ڈال لیا ہے اور خدائے رحمن کی پیروی ترک کردی ہے فساد پھیلا رکھا ہے اور قوانین الٰہی کو معطل کر رکھا ہے، بیت المال کو انہوں نے اپنے لئے مخصوص کرلیا۔ حلال خدا کو حرام اور حرام الٰہی کو حلال سمجھ لیا ہے۔ میں اسلامی معاشرہ کی قیادت کے لئے تمام لوگوں سے زیادہ حق دار ہوں اور ان مفاسد سے جنگ اور ان خرابیوں کی اصلاح کے لئے سب سے پیش پیش ہوں ..."[۴]

امام حسین علیہ السلام نے معاویہ کے زمانہ میں قیام کیوں نہیں کیا؟

ممکن ہے کہ یہاں یہ سوال پیش آئے کہ معاویہ کے زمانہ میں متعدد عوامل ایسے پیدا ہوگئے تھے جو قیام و انقلاب کا تقاضا کرتے تھے اور حسین علیہ السلام ابن علی علیہ السلام ان تمام عوامل سے آگاہ تھے اور آپ نے ان خطوط میں جو معاویہ کے جواب میں لکھے تھے ان اسباب کو بیان بھی کیا ہے۔[۵] پھر آپ علیہ السلام نے معاویہ کے زمانہ میں قیام کرنے سے کیوں گریز کیا؟

جواب: تمام وہ عوامل و مسائل جنہوں نے امام حسن علیہ السلام کو معاویہ سے صلح کرنے کے لئے مجبور کیا وہی عوامل امام حسین علیہ السلام کے لئے بھی قیام سے باز رہنے کا سبب بنے۔[۶] عراقی معاشرہ پر مسلط حاکم کی حقیقت کو پہچاننے میں امام حسین علیہ السلام اپنے بھائي حسن علیہ السلام سے کم نہ تھے۔ وہ بھی اپنے بھائي کی طرح لوگوں کی کاہلی اور اسلامی معاشرہ کی افسوسناک صورت حال دیکھ رہے تھے کو اس وقت آپ نے عراق کے لوگوں قیام کرنے کی ترغیب دلانے کے بجائے عظیم مقصد کے لئے آمادہ اور مستعد کرنے کو ترجیح دي۔

عراق کے شیعوں نے ایک خط میں امام حسین علیہ السلام سے درخواست کی کہ وہ معاویہ کے خلاف قیام کرنے کے سلسلہ میں ان کی قیادت کریں۔ حسین ابن علی علیہ السلام نے موافقت نہیں کی اور جواب میں لکھا:

"... لیکن میری رائے یہ ہے کہ انقلاب کا وقت نہیں ہے جب تک معاویہ زندہ ہے، اپنی جگہ بیٹھے رہو۔ اپنے گھر کے دروازوں کو اپنے لئے بند رکھو اور اتہام کی جگہ سے دور رہو۔"[۷]

معاویہ اوریزید کی سیاست میں فرق

معاویہ کے زمانہ میں امام حسین علیہ السلام کا انقلاب برپا کرنے کے لئے نہ اٹھنے اوریزید کے زمانہ میں اٹھ کھڑے ہونے کا اصلی سبب ان دونوں کی سیاسی روش کے اختلاف میں ڈھونڈھنا چاہیے۔

دین و پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تضاد میں معاویہ کی منافقانہ روش بہت واضح اور اعلانیہ تھي۔ وہ اپنے کو صحابی اور کاتب وحی کہتا تھا اور خلیفہ دوم کی ان پر بے پناہ توجہ اور عنایت تھي، اس کے علاوہ ان اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اکثریت کو جن کی لوگ تعظیم و احترام کرتے تھے (جیسے ابوہریرہ، عمرعاص، سمرۃ، مغیرہ بن شعبہ و غیرہ...) کو حکومت و ولایت او رملک کے تمام حساس کاموں کی انجام دہی کے لئے مقرر

کیا تا کہ لوگوں کے حسن ظن کا رخ اپنی طرف موڑلیں ، لوگوں کے درمیان صحابہ کے فضائل اور ان کے دین کے محفوظ رہنے کی بہت سی روایتیں اور ایسی روایتیں۔ کہ وہ جو بھی کریں معذور ہیں ۔ گھڑلی گئیں ، نتیجہ میں معاویہ جو کام بھی کرتا تھا اگر وہ تصحیح او رتوجیہ کے قابل ہوتا تھا تو کیا کہنا ورنہ بہت زیادہ بخششوں اور عنایتوں کے ذریعہ معترض کے منہ کو بند کردیا جاتا تھا اور جہاں یہ وسائل موثر نہیں ہوتے تھے انہیں خواہش کے پرستاروں کے ذریعہ ان کو ختم کردیا جاتا تھا۔ جیسا کہ دسیوں ہزار حضرت علی علیہ السلام کے بے گناہ چاہنے والوں کے ساتھ یہی رویہ اختیار کیا گیا:

معاویہ تمام کاموں میں حق کا رخ اپنی طرف موڑ لینا چاہتا تھا اور امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کا ظاہری احترام کرتا تھا وہ بہت زیرک اور دور اندیش تھا اسے یہ معلوم تھا کہ حسین ابن علی علیہ السلام کا انقلاب اور ان کا لوگوں کو قیام کے لئے دعوت دینا میری پوری حکومت اور اقتدار کے لئے خطرہ بن سکتا ہے۔ اس لئے کہ اسلامی معاشرہ میں حسین علیہ السلام کی عظمت او ران کے مرتبہ سے معاویہ بخوبی واقف تھا۔

اگر حسین علیہ السلام ابن علی علیہ السلام معاویہ کے زمانہ میں قیام کرتے تو اس بات کا قوی امکان تھا کہ معاویہ آپ علیہ السلام کے انقلاب کو ناکام کرنے کے لئے ایسی روش اختیار کرتا کہ جو اسی جگہ کامیاب ہوجاتی اور امام علیہ السلام کے انقلاب کو عملی شکل دینے سے پہلے ہی زہر کے ذریعہ شہید کردیا جاتا اور اس طرح معاویہ اپنے کو خطرہ سے بچالیتا جیسا کہ حسن علیہ السلام ابن علی علیہ السلام ، سعد ابن وقاص اور مالک اشتر کو قتل کرنے میں اس نے یہی رویہ اختیار کیا تھا۔

لیکن یزید کی سیاسی روش اس کے باپ کی سیاسی روش سے کسی طرح بھی مشابہ نہ تھی وہ ایک خود فریب اور بے پروا نوجوان تھا اس کے پاس زور زبردستی کے علاوہ کوئی منطق نہ تھی وہ عمومی افکار کو ذرہ برابر بھی اہمیت نہیں دیتا تھا۔

وہ اعلانیہ طور پر اسلام کی مقدس باتوں کو اپنے پیروں کے نیچے روندتا تھا اور اپنی خواہشات پوری کرنے کے لئے کسی چیز سے باز نہیں رہتا تھا، یزید کھلے عام شراب پیتا، راتوں کو نشست اور

بزم میں بادہ خواری میں مشغول رہتا اور گستاخی سے کہتا تھا:

"اگر دین احمد میں شراب حرام ہے تو اس کو دین مسیح بن مریم میں پیو" (۸)

یزید مسیحیت کی تعلیمات کی اساس پر پلا تھا اور وہ دل سے اس کی طرف مائل تھا۔ (۹)

اور دین اسلام سے اس کا کوئي ربط نہیں تھا جبکہ اسلام کی بنیادپر وہ لوگوں پر حکومت کرنا چاہتا تھا۔ اس طرح سے جو نقصانات اسلام کو معاویہ کے زمانہ میں پس پردہ پہنچ رہے تھے اب وہ یزید کے ہاتھوں آشکار طور پر پہنچ رہے تھے۔

اپنی حکومت کے پہلے سال اس نے حسین ابن علی علیہ السلام اور ان کے اصحاب کو شہید کیا ان کے اہل بیت کو اسیر کیا۔

حکومت کے دوسرے سال اس نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر۔مدینہ۔ کے لوگوں کے مال اور ناموس کو اپنے لشکر والوں پر مباح کردیا اور اس واقعہ میں چارہزار آدمیوں کو اس نے قتل کیا۔

تیسرے سال خانہ کعبہ۔ مسلمانوں کے قبلہ۔ پر اس نے منجنیق سے سنگ باری کی۔

ایسے سیاسی اور اجتماعی حالات میں حسین علیہ السلام ابن علی علیہ السلام نے انقلاب کے لئے حالات کو مکمّل آمادہ پایا۔ اب بنی امیہ کے مزدور، عمومی افکار کو قیام حسین علیہ السلام ابن علي علیہ السلام کے مقاصد کے بارے میں بدل کر اس کو "قدرت و تسلط کے خلاف کشمکش" کے عنوان سے نہیں پیش کرسکتے تھے اس لئے کہ بہت سے لوگ یہ دیکھ رہے تھے کہ حکومت کی رفتار دینی میزان اور الٰہی تعلیمات کے خلاف ہے۔

اور یہ بات خود مجوّز تھی کہ حسین علیہ السلام ابن علی علیہ السلام اپنے سچے اصحاب کو جمع کریں اور حکومت کے خلاف قیام کریں ایسا قیام جس کا مقصد اسلام اور سیرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زندہ کرنا تھا نہ کہ خلافت اور قدرت حاصل کرنا۔

انقلاب کی ماہیت

امام حسین علیہ السلام کی تحریک میں ایک اہم مسئلہ اس کی کیفیت و ماہیت کا تجزیہ ہے۔ آیا امام حسین علیہ السلام کا اقدام ایک انقلاب تھا یا ایک اتفاقی دھماکہ تھا؟ کچھ لوگ جو انسانی مقدس واقعات کو ہمیشہ محدود اور مادی ترازو پر تولتے ہیں وہ قیام کربلا کی تفسیر و تعبیر اپنی نادانی اور جہالت کی بناء پر ایک حادثاتی دھماکے سے کرتے ہیں۔(۱۰) اس سلسلہ میں کہتے ہیں کہ کبھی مادی واقعات میں تدریجی تغیرات اس حد تک پہنچ جاتے ہیں کہ وہ واقعہ دیگر تغیرات کو قبول نہیں کرسکتا، انجام کار جزئي تغیرات ایک نئي چیز کو وجود میں لاتے ہیں یہ قانون، معاشرہ اور تاریخ میں حاکم ہے۔ معاشرہ ایک حد تک ظالموں کے ظلم کو قبول کرتا ہے جب وہ اس مرحلہ میں پہنچ جاتا ہے کہ اب اس سے قبولیت کی توانائي ختم ہوجاتی ہے تو نتیجہ میں حکومت کرنے والے نظام کے خلاف ایک دھماکہ کی شکل میں انقلاب آجاتا ہے۔

اس بنیاد پر لوگ کہتے ہیں کہ: "امیر المؤمنین علیہ السلام کی شہادت کے بعد اموی مشینری کا مسلمان ملت پر دباؤ بڑھ گیا تھا اور معاویہ کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے یزید نے اس دباؤ کو دوگنا کردیا تھا اس فشار کی بنا پر حسین علیہ السلام کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا اور ان کا قیام اسی دھماکہ کا پیش خیمہ تھا۔

امام حسین علیہ السلام کی تحریک کے بارے میں ایسے فیصلے کا سوتا مادی تجزیہ کرنے والوں کے عقیدہ سے پھوٹتا ہے اور اگر وہ قیام امام حسین علیہ السلام کی تاریخ کے متن کو ملاحظہ کرتے اور حقیقت بین اور حق کے شیدائي ہوتے تو ایسا فیصلہ نہ کرتے۔

امام حسن علیہ السلام کی شہادت کے بعد سے معاویہ کی موت تک کے امام حسین علیہ السلام کے اقوال اوروہ خط و کتابت جو ان کے اور معاویہ کے درمیان ہوئي ہے، جس میں امام علیہ السلام کا موقف واضح طور پر معاویہ کے خلاف تھا اور آپ معاویہ کو مورد سوال قرار دیتے اور اس کے خلاف قیام کی دھمکی دیتے تھے۔

اسی طرح وہ تقریریں جو مختلف موقعوں پر امام حسین علیہ السلام نے کی ہیں اگر ان سب کو دیکھا جائے تو

یہ ساری چیزیں ہم کو اس بات کا پتہ دیتی ہیں کہ ابو عبداللہ الحسین علیہ السلام کی وہ تحریک بہت منظم تھی جس کا نقشہ آزاد منش افراد کے سردار کھینچ رہے تھے اور امت کو اس راستہ پر اس نقشہ کے مطابق عمل کرنے کی دعوت دے رہے تھے اس کے بعد اب قیام سید الشہداء_کو ایک ناگہانی حادثہ یا دھماکہ کیسے کہا جاسکتا ہے... اگر یہ انقلاب ایک انجانا دھماکہ ہوتا تو اسے بہتر آدمیوں میں منحصر نہیں رہنا چاہئے تھا_ بلکہ اس کو معاشرہ کے تمام افراد کو گھیر لینا چاہیے تھا امام حسین علیہ السلام کے آگاہانہ انقلاب کو بتانے والے تاریخی قرائن کا ایک سلسلہ اب پیش کیا جارہا ہے_

یزید کیلئے بیعت لیتے وقت امام علیہ السلام کی تقریر

لالچ اور دھمکی کے ذریعہ معاویہ نے یزید کی ولی عہدی کے لئے اہم شخصیتوں کے ایک گروہ کی موافقت حاصل کرلی تھی جب حسین ابن علی علیہ السلام کے سامنے بات رکھی گئي تو آپ نے اپنی ایک تقریر میں فرمایا:

"تم نے اپنے بیٹے کے کمال اور تجربہ کاری کے سلسلہ میں جو تعریف کی وہ ہم نے سُني، گویا تم ایسے آدمی کے بارے میں بات کررہے ہو جس کو یا تو تم نہیں پہچانتے ہو یا اس سلسلہ میں فقط تم کو علم ہے_جیسا چاہیے تھا یزید نے ویسا ہی اپنے کو پیش کیا اور اس نے اپنے باطن کو آشکار کردیا_ وہ کتوں سے کھیلنے والا کبوتر باز اور ہوس پرست شخص ہے جس نے اپنی عمر ساز و آواز اور عیش و عشرت میں گذاری ہے_ کیا ہی اچھا ہوتا کہ تم اس کام سے صرف نظر کرتے اور اپنے گناہ کے بوجھ کو اور گراں بار نہ بناتے[۱۱]"

معاویہ کے نام امام حسین علیہ السلام کا خط

امام حسین علیہ السلام نے ایک مفصل خط معاویہ کو لکھا اور اس کے بڑے بڑے جرائم کو یاد دلایا، جن

میں سرفہرست پرہیزگار، بزرگ اور صالح اصحاب اور شیعیان علی_کا قتل تھا، فرمایا:

"اے معاویہ تمہارا کہنا ہے کہ میں اپنی رفتار و دین اور امت محمد ﷺ کا خیال رکھوں اور اس امت میں اختلاف و فتنہ پیدا نہ کروں_میں نہیں سمجھتا کہ امت کے لئے تمہاری حکومت سے بڑا کوئي اور فتنہ ہوگا_جب میں اپنے فریضہ کے بارے میں سوچتا ہوں اور اپنے دین اور امت محمد ﷺ پر نظر ڈالتاہوں تو اس وقت اپنا عظیم فریضہ یہ سمجھتا ہوں کہ تم سے جنگ کروں ..."

پھر آخر میں فرمایا:

"تمہارے جرائم میں غیر قابل معافی ایک جرم یہ ہے کہ تم نے اپنے شراب خوار اور کتوں سے کھیلنے والے بیٹے کے لئے لوگوں سے بیعت لی ہے(۱۲)_"

منی میں امام حسین علیہ السلام کی تقریر

معاویہ کی حکومت کے آخری زمانہ میں سرزمین منی پر نو سو سے زیادہ افراد کے مجمع میں، جس میں ، بنی ہاشم اور اصحاب رسول ﷺ میں سے بزرگ شخصیتیں شامل تھیں_امام حسین علیہ السلام نے

ملک پر حکومت کرنے والے نظام کے بارے میں استدلالی بیان کے ذریعہ بحث کی اور ان سے یہ خواہش کی کہ ان کی باتوں کو دوسروں تک پہنچائیں اور اپنے شہروں میں واپس پہنچ جانے کے بعد اپنے نظریہ سے امام علیہ السلام کو مطلع کریں_امام حسین علیہ السلام نے معاویہ کو اپنی تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے اپنی تقریر کا آغاز کیا اور ملت اسلامیہ خصوصاً پیروان علی علیہ السلام کے بارے میں معاویہ جن جرائم کا مرتکب ہوا تھا کو یاد دلایا(۱۳)_

عراق کی طرف روانگی سے پہلے امام حسین علیہ السلام کی تقریر

آٹھ ذی الحجہ کو عراق روانگی سے پہلے امام حسین علیہ السلام نے لوگوں کے ایک مجمع میں حج نہ کرنے

اور عراق کی طرف جانے کی وضاحت کی اور فرمایا:

"ایک دلہن کے گلے کے ہار کی طرح موت انسان کی گردن سے بندھی ہوئی ہے میں اپنے بزرگوں کا اس طرح مشتاق ہوں جس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف کے مشتاق تھے۔ میں یہیں سے اس جگہ کا مشاہدہ کر رہا ہوں جہاں میں شہادت پاؤں گا اور بیابانی بھیڑیے میرے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کردیں گے" پھر فرمایا: "جو لوگ اس راستہ میں خون دینے اور خدا سے ملاقات کرنے کے لئے آمادہ ہیں وہ میرے ساتھ آئیں میں انشاء اللہ صبح سویرے روانہ ہو جاؤں گا[۱۴]۔

کیا ان تمام تقریروں، کربلا میں شب عاشور اپنے اصحاب کو رخصت کر دینے اور بیعت سے چشم پوشی کرنے کے باوجود یہ کہنا روا ہے کہ امام علیہ السلام کے قیام کو ایک ناگہانی دھماکہ سمجھ لیا جائے؟ وہ لیڈر جو لوگوں کے غم و غصّہ اور ناراضگی سے فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہو کیا وہ ایسی باتیں زبان پر لا سکتا ہے۔

انقلاب کے اثرات و نتائج

دوسرا اہم مسئلہ یہ ہے کہ کیا حسینی علیہ السلام انقلاب اس وقت کے معاشرہ کو کوئی فائدہ پہنچا کر ضروری کامیابی حاصل کر سکا یا دنیا کے بہت سے شکست خوردہ انقلابات کی طرح ناگہانی طور پر شعلہ ور ہوا اور پھر بجھ کر رہ گیا؟

عاشور کے انقلاب کے اثراب کو سمجھنے کے لئے ہم فوری یقینی کامیابی یا حکومت پر قبضہ اور قدرت حاصل کر لینے کی (منطق) سے ماوراء ہو کر دیکھیں، اس لئے کہ وہ دلائل موجود ہیں جو اس بات کا پتہ دیتے ہیں کہ ابو عبداللہ الحسین علیہ السلام اس سرنوشت سے آگاہ تھے جس کا وہ انتظار کر رہے تھے۔ اس بنا پر فوری کامیابی قیام حسینی علیہ السلام کا مقصد نہیں تھي۔ آپ جانتے تھے کہ ان حالات میں

فوری طور جنگی کامیابی ممکن نہیں ہے۔

ان مطالب کے مجموعہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہم کو انقلاب حسینی علیہ السلام سے ایسے نتائج کی توقع نہیں کرنی چاہیے جو عام طور پر سارے انقلابات سے حاصل ہوتے ہیں بلکہ ہم کو آپ کے انقلاب کے اثرات و نتائج کو مندرجہ ذیل باتوں میں ڈھونڈنا چاہئے:

۱۔ امویوں کے جھوٹے دینی نفوذ کو ختم کرنا اور زمانہ جاہلیت کی بے دینی و الحاد کی اس روح کو واضح کرنا جو حکومت اموی کے، مخالف اسلام اعمال کی توجیہ کرتی تھی۔

۲۔ ہر ایک مسلمان کے ضمیر میں گناہ کے احساس کو عام کرنا اور اس کو اپنے اوپر تنقید کرنے کی حالت میں تبدیل کر دینا تاکہ اس کی روشنی میں معاشرہ اور زندگی میں ہر آدمی اپنی حیثیت کو معین کرے۔

۳۔ اسلامی معاشرہ میں پھیلنے والی بری باتوں کے خلاف مبارزہ اور جنگ کی روح کو اس غرض سے برانگیختہ کرنا کہ اسلامی قدروں کا اعادہ اور اس کا استحکام ہوجائے۔

الف۔ امویوں کے جھوٹے دینی نفوذ کو ختم کرنا

اموی یہ دکھانے کے لئے کہ وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین ہیں اور انکی حکومت، خدا کے تعیین کردہ احکام کے مطابق ہے، لوگوں کے دینی عقائد سے فائدہ حاصل کر رہے تھے اور ان کا مقصد تھا کہ ہر طرح کی ممکنہ تحریک کی پہلے ہی سے مذمت کی جائے اور دین کے نام پر اپنے لئے اس حق کے قائل ہوجائیں اور ہر طرح کے تمرّد کو چاہے وہ اپنی سمجھ سے کتنے ہی حقدار کیوں نہ ہوں، ختم کردیا جائے۔

اس غرض سے وہ زبان پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب جھوٹی حدیثوں کے ذریعہ لوگوں کو دھوکہ دیتے۔ اس طرح۔ لوگوں کا حکومت اموی پر ایسا ایمان ہوگیا تھا کہ وہ اموی حکومت حدود دین سے چاہے جتنی بھی خارج کیوں نہ ہوجائے، لوگ پھر بھی اموی حکومت کے خلاف قیام کو حرام سمجھتے تھے۔

امویوں نے اپنے کثیف اعمال پر کس حدتک دین کا پردہ ڈال رکھا تھا اس کو واضح کرنے کے لئے ہم یہاں انقلاب حسینی علیہ السلام سے دو تاریخی نمونے نقل کر رہے ہیں:

۱_ ابن زیاد نے لوگوں کو مسلم کی مدد سے روکنے کے لئے جو خطبہ دیا اس میں اس نے کہا:

" واعتصموا بطاعة الله وطاعة ائمتکم "[۱۵]

خدا اور اپنے پیشوا (ائمہ) کی اطاعت کرو_

۲_ عَمرو بن حجّاج زُبیدی _ کربلا میں اموی سپاہ کے کمانڈروں میں ایک کمانڈر نے جب دیکھا کہ بعض سپاہی حسین علیہ السلام سے مل کر ان کی رکاب میں جنگ کر رہے ہیں تو اس نے چلاکر کہا " اے اہل کوفہ اپنے امیر کی اطاعت کرو اور جماعت کے ساتھ رہو اور اس کو قتل کرنے کے سلسلہ میں اپنے دل میں کوئی شک نہ آنے دو جو دین سے خارج ہوگیا اور جس نے امام کی مخالفت کی[۱۶]

ایسے ماحول میں نقلی دینی نفوذ کو ختم کرنے کے لئے سب سے زیادہ اطمینان بخش راستہ یہ تھا کہ کوئی ایسا شخص اس کے خلاف قیام کرے جو تمام افراد ملت کی نظر میں مسلّم دینی امتیازات کا حامل ہو تا کہ حکومت اموی کے کریہہ چہرہ سے دینی نقاب اتار کر پھینک دے اور اس کی گندی ماہیت کو آشکار کردے_

ایسا مجاہد فی سبیل اللہ سوائے حسین علیہ السلام بن علی علیہ السلام کے اور کوئی دوسرا نہ تھا اس لئے کہ آپ کا دوسروں کے دلوں میں نفوذ و محبوبیت اور خاص احترام تھا_ انقلاب حسین علیہ السلام کے بالمقابل یزید کے رد عمل نے اسلام اور اموی حکومت کے درمیان حد فاصل کھینچ دی اور اموی حکومت کی حق کے خلاف ماہیت کو روشن کردیا_ جو مظالم بنی امیہ نے حسین علیہ السلام ، ان کے اصحاب اور اہل بیت علیہم السلام پرڈھائے تھے اس کی وجہ سے ان کے وہ سارے دینی اور مذہبی رنگ مکمل طور پر اڑگئے جو انہوں نے اپنے اوپر چڑھا رکھے تھے اور اس کام نے ان کی مخالف دین ماہیت کو آشکار کردیا_

حسین ابن علی علیہ السلام نے اپنی مخصوص روش سے امویوں کی دینی پالیسی کو خطرہ میں ڈال دیا انہوں نے جنگ شروع کرنے کے لئے اصرار نہیں کیا اور امویوں کو اس بات کی فرصت دی کہ وہ ان کو

اور ان کے اصحاب کو قتل کرنے سے گریز کریں لیکن ان لوگوں کو حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب کا خون بہانے کے علاوہ اور کچھ منظور نہیں تھا_ اوریہی بات امویوں کی زیادہ سے زیادہ رسوائي کا باعث بني_

انہوں نے حسین علیہ السلام کے ساتھ سختی سے کام لے کر در حقیقت اسلام سے جنگ کی اور حسین علیہ السلام ابن علی علیہ السلام نے بھی اس بات سے مناسب فائدہ اٹھایا اور ہر مناسب موقع پر اس نکتہ پر تکیہ کیا اور اپنے درخشاں موقف کو مسلمانوں کے سامنے پیش کیا_

ب_ احساس گناہ

انقلاب حسین علیہ السلام کا دوسرا اثر خصوصاً اس کا اختتامی نقطہ تمام افراد میں احساس گناہ کا پیدا کرنا اور ضمیر کی بیداری تھی جس کے بعد وہ آپ کی مدد کے لئے دوڑ پڑے، لیکن نہیں آئے، گنہگار ہونے کا احساس اور وجدان و عقل کی توبیخ و سرزنش، ان لوگوں کے دلوں میں جنہوں نے مدد کا وعدہ کر کے مدد نہیں کي، اسی کربلا کے عصر عاشور سے ابن زیاد کے لشکر کے درمیان عامل قوی تھا _ اس احساس گناہ کے دو پہلو ہیں، ایک طرف یہ احساس، گنہگار کو اپنے جرم و گناہ کے جبران پر ابھارتا ہے اور دوسری طرف ایسے گناہ کے ارتکاب کا سبب بننے والوں کے لئے لوگوں کے دلوں میں کینہ اور عداوت پیدا کرتا ہے_

ضمیر کی بیداری اورگناہ کا احساس ہی تھا جس نے انقلاب کے بعد بہت سی اسلامی جمعیتوں کو اپنے گناہ کا جبران کرنے کی غرض سے کوششیں کرنے پر ابھارا اور امویوں کے بارے میں لوگوں کے دلوں میں زیادہ سے زیادہ کینہ اور عداوت پیدا کیا_

اس وجہ سے واقعہ کربلا کے بعد امویوں کو متعدد انقلابات سے روبرو ہونا پڑا ان سب کا سرچشمہ ان کا اصلی سبب انقلاب حسین علیہ السلام ، انقلابی افراد کا امویوں کی مدد سے انکار اور ان سے انتقام لینے کا جذبہ تھا_

امام حسین علیہ السلام کے پس ماندگان کی اسیری کے زمانہ کی تقریریں بھی اس سلسلہ میں بہت موثر ثابت ہوئیں_

ج_ روح جہاد کی بیداري

حسین علیہ السلام ابن علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد جنگ و جہاد کی روح امت اسلامی میں جاگ اٹھي_ انقلاب سے پہلے انفرادی اور اجتماعی بیماریوں کا ایک سلسلہ، اسلام کے تحفظ کی راہ میں مسلمانوں کے انقلاب لانے سے مانع تھا_ لیکن امام حسین علیہ السلام کے انقلاب نے، انقلاب کی تمام انفرادي و اجتماعی رکاوٹوں کو توڑ دیا اور اسلام کے پیکر میں ایک نئي روح پھونک دي_

حسین علیہ السلام بن علی علیہ السلام کے انقلاب کے بعد بہت سی ایسی تحریکیں معرض وجود میں آئیں جن کو اسلامی معاشرہ کے افراد کی پشت پناہی اور حمایت حاصل تھي_ ذیل میں ہم ان تحریکوں میں سے چند کا ذکر کریں گے_

۱_ شہادت حسینی علیہ السلام کا پہلا براہ راست ردّ عمل پیغمبر اکرم علیہ السلام کے ایک صحابی سلیمان بن صرد کی قیادت میں انقلاب، توّابین کے نام سے شہر کوفہ میں ظاہر ہوا_ اس تحریک میں بزرگ شیعوں اور امیرالمؤمنین علیہ السلام کے اصحاب میں سے ایک گروہ نے شرکت کي_

توّابین کی تحریک ۶۱ ھ سے شروع ہوئي اوریزید کی زندگی تک پوشیدہ طور پر لوگوں کو خون حسین علیہ السلام کا بدلہ لینے کے لئے دعوت دیتی رہي_ ان لوگون نے یزید کے مرنے کے بعد احتی اط اور رازداری کو ختم کردیا اور اعلانیہ طور پر اسلحہ اور لشکر جمع کرکے آمادہ کارزار ہوگئے_ انکا نعرہ "یا لثارات الحسین علیہ السلام " تھا ان کے قیام کا جو شیوہ تھا اس سے ان کی پاک بازی اور اخلاص کا پتہ چلتا تھا_ (۱۷)"

۲_ انقلاب توابین کے بعد انقلاب مدینہ شروع ہوا_ حضرت زینب کبری سلام اللہ علیہا مدینہ واپسی کے بعد انقلاب کی کوشش کرتی رہیں اس طرح کہ مدینہ میں یزید کا مقرر کردہ حاکم، مدینہ

کے حالات کے خراب ہونے سے خوف زدہ ہوگیا اور جناب زینب علیہا السلام کی کارکردگی کی رپورٹ اس نے یزید کو بھیجی، یزید نے جواب میں لکھا کہ " لوگوں کے ساتھ زینب علیہا السلام جو رابطہ قائم کر رہی ہیں اس کو منقطع کردو (۱۸)"

اسی زمانہ میں اہل مدینہ کی نمائندگی کرتے ہوئے ایک وفد شام پہنچا اور واپس آنے کے بعد اس نے اہل مدینہ کے مجمع میں تقریر کی اوریزید پر ان لوگوں نے تنقید کی ، ان کی حقائق پر مبنی تقریروں کے بعد اہل مدینہ نے قیام کیا، یزید کے گورنر کوان لوگوں نے مدینہ سے نکال دیا پھر یزید کے حکم سے شام کی خون کی پیاسی فوج نے شہر مدینہ پر حملہ کردیا اور نہایت سختی اور خباثت کے ساتھ اس نے قیام مدینہ کو کچل ڈالا_ اور لشکر کے سپہ سالار نے تین دن تک مدینہ کے مسلمانوں کی جان، مال اور عزت و آبرو کو اپنے سپاہیوں کے لئے مباح قرار دیا_ (۱۹)

اس کے بعد ٦٧ ھ میں "مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی نے عراق میں انقلاب برپا کیا اور خون حسین علیہ السلام کا انتقام لیا_

اس طرح مختلف تحریکیں اور انقلابات ایک دوسرے کے بعد رونما ہوتے رہے یہاں تک کہ بنی امیہ کے خاتمہ پر یہ سلسلہ ختم ہوا_

سوالات

۱_ رہبران الہی کی تحریکوں خصوصاً حسین علیہ السلام بن علي علیہ السلام کی تحریک میں کون سی خصوصیت تھی کہ مرور زمانہ اس کے فروغ اور اس کی ابھارنے والی کیفیت پر اثر انداز نہیں ہوسکا اور زمانوں کے گذر جانے سے اس کو فراموش نہیں کیا جاسکا_

۲_ اموی حکومت کے خلاف قیام کی اہم ترین وجوہات مختصراً بیان فرمایئے

۳_ امام حسین علیہ السلام نے معاویہ کے زمانہ میں کیوں قیام نہیں کیا؟

۴_ حسین علیہ السلام ابن علی کے انقلاب کی ماہیت کیا ہے، وہ ایک انجانا دھماکہ تھا یا آگاہانہ انقلاب اور کیوں ؟

۵_ حکومت یزید کے مقابل حسین بن علی علیہ السلام کے قیام کے اسلامی معاشرہ میں کیا اثرات و نتائج رہے؟ اختصار سے اسکی وضاحت کیجئے_

حوالہ جات

۱ الاغانی جلد ٦/ ۳۵٦_

۲ مقاتل الطالبین / ۱۲۰، البدایہ والنہایہ / ۱۹۷_

۳ "... انی لم اخرج اشراً و لا بطراً و لا مفسداً و لا ظالماً و انما خرجت لطلب الاصلاح فی امۃ جدی صلی اللہ علیہ و آلہ و ارید ان آمر بالمعروف و انھی عن المنکر و اسیر بسیرۃ جدی و ابی علی بن ابی طالب ..."(بحار ج ۴۴ / ۳۲۹ مناقب جلد ۴/ ۸۹_

۴ "ان رسول اللہ قال من را ی سلطاناً جائراً مستحلاً لحرم اللہ ناکثاً لعھد اللہ مخالفاً لسنۃ رسول اللہ یعمل فی عباداللہ بالاثم و العدوان فلم یغیر ما علیہ بفعل و لا قول _ کان حقاً علی اللہ ان یدخلہ مدخلہ، آلا وان ھؤلاء قد لزموا طاعۃ الشیطان و ترکو طاعۃ الرحمن و اظھر الفساد و عطلوا الحدود و استاثروا بالفی و احلوا حرام اللہ و حرموا حلالہ، و انا ا حق من غیر ..."تاریخ طبری ج / ۳۰۳، کامل ابن اثیر ج ۴ / ۴۸ مقتل مقوم ۲۱۸ مقتل ابی مخنف_

۵ امام حسین علیہ السلام نے جو خط معاویہ کو لکھا تھا اس کے متن سے آگاہی کے لئے کتاب الامامہ و السیاستہ ج ۱ص۱۵۵ ص ۱۵۷ ص ۱٦۰ ملاحظہ فرمائیں_

٦ امام حسن کی زندگی کی تاریخ کی تحقیق میں ہم ان اسباب کی طرف اشارہ کرچکے ہیں_

۷ اخبار الطوال / ۲۲۱، ثورۃ الحسین / ۱٦۱، انساب الاشراف بلاذری ج ۳/ ۱۴، ۱۵۲_

۸ فان حرمت یوماً علی دینفخذھا علی دین المسیح بن مریم (تمۃ المنتہی / ۴۳)

۹ سمو المعنی عبداللہ علائي / ۵۹_

۱۰ اس تفسیر کی بنیاد، دیالکتیک (جدلیات) کے اصول چہارگانہ پر استوار ہے جو کمیت کو اصل نام کے ساتھ کیفیت میں تبدیل کرتا ہے_

۱۱ الامامہ و السیاسہ ج۱ / ۱٦۰، ۱٦۱_

۱۲ الامامہ والسیاسہ ج ۱ ص ۱۵٦، انساب الاشراف ج ۲ ترجمہ معاویہ ابن ابی سفیان، بحار الانوار جلد ۴۴/ ۲۱۲_

۱۳ اصل سلیم بن قیس /۱۸۳_۱۸٦ مطبوعہ نجف_

۱۴ لہوف/۳۱، بحار جلد ۴۴/۳٦٦_۳٦۷، مناقب ۴/۲۹"خطّ الموت علی ولد آدمَ فخَطَّ القلادة علی جید الفتاة وَ ما اولهَنی الی اَسلافی اشتی اِقَ یَعقُوبَ الی یُوسُف، وَ خُیّرَ لِیّ مصرع: اَنَا لا قیه، کانّی باَوصالی یَتَقَطَّعُها عَسَلانُ الفَلَوات بَینَ النَّواویس و کَربَلا من کان فینا باذلاً مهجته موصّلناً عَلی لقاء الله نفسه فلیرحَل معنا فانّی راحل مصبحاً انشاء الله_

۱۵ تاریخ طبری ج ۵/۳٦۸، بحار ج ۴۴/۳۲۸_

۱٦ تاریخ طبری ج ۵/۴۳۵، کامل ابن اثیر ج ۴/٦۷_

۱۷ انقلاب توابین کے واقعہ کی تفصیل طبری نے اپنی تاریخ کی جلد ۵/ ۵۵۱_۵٦۸ پر لکھا ہے_

۱۸ زینب کبری تالیف جعفر النقدي/ ۱۲۰، ثورة الحسین تالیف محمد مہدی شمس الدین_

۱۹ طبری ج ۵/۴۸۲_کامل ابن اثیر ج ۴/۱۱۱_۱۱۳ اور یہ واقعہ تاریخ میں واقعہ حرّہ کے نام سے مشہور ہے_

ساتواں سبق:

امام زین العابدین علیہ السلام کی سوانح عمری

ولادت

آسمان ولایت کے چوتھے درخشاں ستارے امام علی بن الحسین_کی پیدائشے پانچ شعبان ۳۸ ھ کو شہر مدینہ میں ہوئي_ (۱) سید الشہداء حضرت امام حسین_آپ کے والد اور ایران کے بادشاہ یزدگرد کی بیٹی آپ کی مادر گرامی ہیں_ (۲) آپ کی ولادت امیرالمؤمنین عليه‌السلام کی شہادت سے دو سال پہلے ہوئي تقریباً ۲۳ برس تک اپنے والد بزرگوار کے ساتھ رہے_ (۳)

اخلاقی خصوصیتیں

امام زین العابدین عليه‌السلام انسانیت کی خصوصی صفات اور نفس کے کمالات کا مکمل نمونہ تھے_ مکارم اخلاق اور ستم رسیدہ و فقراء کی دستگیری میں آپ کے مرتبہ کا کوئي نہ تھا_ اب آپ کے اخلاق و عادات کا تذکرہ کیا جاتا ہے_

۱_ آپ عليه‌السلام سے متعلق افراد میں سے ایک شخص نے لوگوں کے مجمع میں آپ کی شان میں ناروا کلمات کہے اور چلاگیا_ امام چند لوگوں کے ساتھ اس کے گھر گئے اور فرمایا تم لوگ ہمارے ساتھ چلو تا کہ ہمارا بھی جواب سن لو_

راستہ میں آپ مندرجہ ذیل آیت، جس میں کچھ مؤمنین کے اوصاف عالی کا تذکرہ ہے، پڑھتے جاتے تھے_

"و الکاظمین الغیظ و العافین عن الناس و الله یحب

المحسنين" (۴)

"وہ لوگ جو اپنا غصہ پی کر لوگوں سے درگذر کرتے ہیں اور خدا نیکو کاروں کو دوست رکھتا ہے"۔

جب اس آدمی کے گھر کے دروازہ پر پہنچے اور امام علیہ السلام نے اس کو آواز دی تو وہ اس گمان میں اپنے کو لڑنے کے لئے تیار کرکے باہر نکلا کہ امام علیہ السلام گذشتہ باتوں کا بدلہ لینے آئے ہیں۔ حضرت سید سجاد علیہ السلام نے فرمایا: میرے بھائي تو تھوڑی دیر پہلے میرے پاس آیا تھا اور تو نے کچھ باتیں کہی تھیں، جو باتیں تو نے کہی ہیں اگر وہ میرے اندر ہیں تو میں خدا سے بخشش کا طلبگار ہوں اور اگر نہیں ہیں تو خدا سے میری دعا ہے کہ وہ تجھے معاف کردے۔

امام زین العابدین علیہ السلام کی غیر متوقع نرمی نے اس شخص کو شرمندہ کردیا وہ قریب آیا اور امام علیہ السلام کی پیشانی کو بوسہ دیکر کہا: "میں نے جو باتیں کہیں وہ آپ میں نہیں تھیں اور میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ جو کچھ میں نے کہا تھا میں اس کا زیادہ سزاوار ہوں"۔ (۵)

۲۔ زید بن اسامہ حالت احتضار میں بستر پر پڑے ہوئے تھے سید سجاد علیہ السلام ان کی عیادت کے لئے ان کے سرہانے تشریف لائے ،دیکھا کہ زید رو رہے ہیں آپ نے پوچھا آپ کیوں رو رہے ہیں، انہوں نے کہا پندرہ ہزار دینار میرے اوپر قرض ہے اور میرا مال میرے قرض کے برابر نہیں ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: "مت روئیے آپ کے قرض کی ادائیگی میرے ذمہ ہے"۔ پھر جس طرح آپ نے فرمایا تھا اسی طرح ادا بھی کردیا۔ (۶)

۳۔ راتوں کو امام زین العابدین علیہ السلام مدینہ کے بے سہارا اور ضرورت مندوں میں اس طرح روٹیاں تقسیم کرتے تھے کہ پہچانے نہ جائیں اور ان لوگوں کی مالی امداد فرماتے تھے۔ جب آپ کا انتقال ہوگیا تب لوگوں کو پتہ چلا کہ وہ نامعلوم شخصیت امام زین العابدین علیہ السلام کی تھي۔ آپ کی وفات کے بعد یہ معلوم ہوا کہ آپ ایک سو خاندانوں کا خرچ برداشت کرتے تھے اور ان لوگوں کو یہ نہیں معلوم تھا کہ ان کے گھر کا خرچ چلانے والے امام زین العابدین علیہ السلام ہیں۔ (۷)

۴_ امام محمد باقر_ فرماتے ہیں کہ:" میرے پدر بزرگوار نماز میں اس غلام کی طرح کھڑے ہوتے تھے جو اپنے عظیم بادشاہ کے سامنے اپنے پیروں پر کھڑا رہتا ہے_ خدا کے خوف سے لرزتے رہتے اور ان کا رنگ متغیر ہوجاتا تھا اور نماز کو اس طرح ادا کرتے تھے کہ جیسے یہ ان کی آخری نماز ہو(۸)

حضرت سجاد علیہ السلام کی عظمت

آپ کی شخصیت اور عظمت ایسی تھی کہ دوست دشمن سبھی متاثر تھے_

یزید ابن معاویہ نے واقعہ "حرّہ"(۹) کے بعد حکم دیا کہ تمام اہل مدینہ غلام کے عنوان سے اس کی بیعت کریں اس حکم سے اگر کوئی مستثنی تھا تو وہ صرف امام علی بن الحسین_ تھے(۱۰)ہشام بن عبدالملک_ اموی خلیفہ_ حج ادا کرنے کے لئے مکہ آیا تھا، طواف کے وقت لوگوں کا ہجوم ایسا تھاوہ حجر اسود کا استلام نہ کرسکا(۱۱) مجبوراً ایک طرف بیٹھ گیا تاکہ بھیڑ کم ہوجائے_ اسی وقت امام زین العابدین علیہ السلام مسجد الحرام میں داخل ہوئے_ اور طواف کرنے لگے لوگوں نے امام علیہ السلام کے لئے راستہ چھوڑدیا_ آپ نے بڑے آرام سے حجر اسود کو بوسہ دیا_ ہشام آپ کے بارے میں لوگوں کا احترام دیکھ کر بہت ناراض ہوا_ شام کے رہنے والوں میں سے ایک شخص نے ہشام سے پوچھا کہ یہ کون تھے جن کو لوگ اتنی عظمت دے رہے تھے؟ ہشام نے اس خوف سے کہ کہیں اس کے ساتھ والے امام علیہ السلام کے گرویدہ نہ ہو جائیں جواب دیا کہ:" میں ان کو نہیں پہچانتا"

حریت پسند مشہور شاعر فرزدق بے جھجک کھڑے ہوگئے اور کہا" میں ان کو پہچانتا ہوں" اس کے بعد ایک طویل قصیدہ امام زین العابدین علیہ السلام کی مدح و عظمت اور تعارف میں پڑھ ڈالا_ اشعار اتنے مناسب اور ہشام کے لئے ایسا طماچہ تھے کہ اموی خلیفہ شدّت ناراضگی کی بنا پر ردّ عمل پر آمادہ ہوگیا_ اس نے حکم دیا کہ فرزدق کو قید خانہ بھیجدیا جائے_

امام ؑ جب اس واقعہ سے مطلع ہوئے تو آپ نے صلہ کے طور پر فرزدق کے پاس کچھ بھیجا فرزدق نے ان درہموں کو واپس کردیا اور کہلوا بھیجا کہ میں نے یہ اشعار خدا و رسول ﷺ کی خاطر پڑھے تھے_ امام ؑ نے فرزدق کے خلوص نیت کی تصدیق کی اور دوسری بار پھر وہ درہم فرزدق کو بھیجے اور ان کو قسم دی کہ قبول کرلیں_ فرزدق نے ان کو قبول کرلیا اور مسرور گیا_ یہاں چند اشعار کا ترجمہ نمونہ کے طور پر پیش کرتے ہیں:_

۱_ "اے سوال کرنے والے تو نے مجھ سے جود و سخا اور بلندی کے مرکز کا پتہ پوچھا ہے، تو اس کا روشن جواب میرے پاس ہے_"

۲_ "یہ وہ ہے کہ مکہ کی سرزمین جس کے نقش قدم کو پہچانتی ہے، خانہ کعبہ، حرم خدا اور حرم سے باہر کی زمین پہچانتی ہے_"

۳_ "یہ اس کے فرزند ہیں جو بہترین خلائق ہیں، یہ پرہیزگار، پاکیزہ، اور بلند حشم ہیں"

۴_ "یہ وہ ہیں کہ پیغمبر ﷺ گرامی "احمد ﷺ" جن کے جد ہیں_"

۵_ "اگر رکن جان جاتا کہ اس کو بوسہ دینے کیلئے کون آرہا ہے تو وہ بے تاب ہو کر اپنے کو زمین پر گرا دیتا تا کہ اس کی خاک پا کو چوم لے_"

۶_ "ان بزرگوار کا نام "علی ؑ" ہے پیغمبر ﷺ خدا ان کے جد ہیں_ ان کی روشنی سے امتوں کی راہنمائی ہوتی ہے..."(۱۲)

امام سجاد ؑ اور پیغام عاشورائ

واقعہ کربلا کے بعد امام حسین ؑ کے بیٹوں میں سے صرف آپ ہی زندہ بچے تھے_ اپنے پدر عالیقدر کی شہادت کے بعد دسویں محرم ۶۱ ھ کو آپ ؑ نے امامت و ولایت کا عہدہ سنبھالا اور شہادت کے دن تک یزید بن معاویہ، معاویہ بن یزید، مروان بن حکم، عبدالملک بن مروان اور

ولیدبن عبدالملک جیسے زمامداران حکومت کا زمانہ آپ ؑ نے دیکھا۔

آپ ؑ کی امامت کا دور اور معاشرہ میں حکومت کرنے والے اس زمانہ کے سیاسی حالات تمام ائمہ کی زندگی میں پیش آنے والے حالات سے زیادہ دشوار اور حساس تھے۔ سیرت و روش پیغمبر ﷺ سے انحراف، امام زین العابدین ؑ کے زمانہ میں اپنے عروج پر تھا۔ اور اس کی شکل بالکل صاف نظر آتی تھي۔

امام زین العابدین ؑ کی روش ان کی امامت کے زمانہ میں دو حصوں میں تقسیم کی جا سکتی ہے۔

الف : اسیری کا زمانہ ب: اسیری کے بعد مدینہ کی زندگی

الف: کربلا کے جاں گداز واقعہ میں امام زین العابدین ؑ اپنے بزرگوار کے ساتھ تھے۔ خدا کے لطف و کرم نے دشمن کے گزند سے محفوظ رکھا لیکن باپ کی شہادت کے بعد اسیر ہوگئے اور دوسرے لوگوں کے ساتھ کوفہ اور شام تشریف لے گئے۔

اس میں کوئي شک نہیں کہ اہل بیت امام حسین ؑ کا اسیر ہونا۔ آپ کے مقدس انقلاب کو کامیابی تک پہنچانے میں بڑا مؤثر ثابت ہوا۔ چوتھے امام ؑ نے اسیری کے زمانہ میں ہرگز تقیہ نہیں کیا اور کمال بردباری اور شہامت کے ساتھ تقریروں اور خطبوں میں واقعہ کربلا کو لوگوں کے سامنے بیان فرمایا اور حق و حقیقت کا اظہار کرتے رہے۔ مناسب موقع پر خاندان رسالت کی عظمت کو لوگوں کے کانوں تک پہنچاتے رہے، اپنے پدربزرگوار کی مظلومیت اور بنی امیہ کے ظلم و ستم اور بے رحمی کو لوگوں کے سامنے واضح کرتے رہے۔

امام زین العابدین ؑ باوجود اس کے کہ اپنے باپ کی شہادت کے وقت بیمار تھے، باپ، بھائیوں اور اصحاب کی شہادت پر دل شکستہ اور رنجیدہ بھی تھے لیکن پھر بھی یہ رنج و آلام آپ کے فرائض کی انجام دہی اور خون آلود انقلاب کربلا کے تحفظ میں رکاوٹ نہ بن سکے۔ آپ نے لوگوں کے افکار کو روشن کرنے کے لئے ہر مناسب موقع سے فائدہ اٹھایا۔

کوفہ میں

اسیروں کا قافلہ کوفہ پہنچا۔ جب لوگ جناب زینب علیہا السلام اور ان کی بہن ام کلثوم علیہا السلام کے خطبوں سے پشیمان ہو کر رونے لگے تو امام زین العابدین علیہ السلام نے اشارہ کیا کہ مجمع خاموش ہوجائے پھر پروردگار کی حمد و ثنا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام کے بعد آپ علیہ السلام نے فرمایا:

"اے لوگو میں علی بن الحسین علیہ السلام ہوں، میں اس کا فرزند ہوں کہ جس کو فرات کے کنارے بغیر اس کے کہ انہوں نے کسی کا خون بہایا ہو یا کسی کا حق ان کی گردن پر ہو، ذبح کردیا گیا۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کا مال شہادت کے بعد لوٹ لیا گیا اور جس کے خاندان کو اسیر بنا کر یہاں لایا گیا۔ لوگو کیا تمہیں یاد ہے کہ تم نے میرے باپ کو خط لکھ کر کوفہ بلایا اور جب وہ تمہاری طرف آئے تو تم نے ان کو قتل کردیا؟ قیامت کے دن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کس منہ سے جاؤ گے؟ جب وہ تم سے فرمائیں گے کہ "کیا تم نے میرے خاندان کو قتل کردیا اور میری حرمت کی رعایت نہیں کی لہذا تم میری امت میں سے نہیں ہو"[۱۳] حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی تقریر نے طوفان کی طرح لوگوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ ہر طرف سے گریہ و زاری کی آوازیں آنے لگیں، لوگ ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ تم ہلاک اور بدبخت ہوگئے اور حالت یہ ہے کہ تم کو خود ہی نہیں معلوم۔

امام حسین علیہ السلام کے اہل حرم کو ابن زیاد کے دربار میں لے جایا گیا اور جب ابن زیاد اور امام زین العابدین علیہ السلام کے درمیان گفتگو ہوئی تو آپ علیہ السلام نے نہایت یقین اور شجاعت کے ساتھ ہر موقع پر نہایت دنداں شکن جواب دیا جس سے ابن زیاد ایسا غضب ناک ہوا کہ اس نے امام علیہ السلام کے قتل کا حکم دیدیا۔

اس موقع پر جناب زینب سلام اللہ علیہا نے اعتراض کیا اور فرمایا کہ: "اگر تم علی ابن الحسین علیہ السلام کو قتل کرنا چاہتے ہو تو ان کے ساتھ مجھے بھی قتل کردو"۔ امام علیہ السلام نے اپنی پھوپھی سے فرمایا: "آپ

کچھ نہ کہیں میں خود اس کا جواب دے رہا ہوں"۔ اس کے بعد آپ علیہ السلام نے ابن زیاد کی طرف رُخ کیا اور فرمایا: "اے زیاد کے بیٹے کیا تم مجھے قتل کرنے کی دھمکی دے رہے ہو کیا تم یہ نہیں جانتے کہ قتل ہوجانا ہماری عادت اور شہادت ہماری کرامت ہے؟ [۱۴]

شام میں

ایک ہی رسن میں اہل بیت علیہ السلام کے چند دوسرے افراد کے ساتھ امام علیہ السلام کو بھی باندھا گیا تھا اسی حالت میں امام کو شام میں یزید کے دربار میں لے جایا گیا۔ امام علیہ السلام نے نہایت شہامت اور دلیری کے ساتھ یزید سے خطاب فرمایا: اے یزید اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ کو اس حالت میں رسن بستہ دیکھ لیں تو، تو ان کے بارے میں کیا خیال کرتا ہے؟ [۱۵] (وہ کیا کہیں گے)۔

امام زین العابدین علیہ السلام کے اس چھوٹے سے جملہ نے حاضرین پر اتنا اثر کیا کہ سب رونے لگے۔ [۱۶] امام علیہ السلام نے جب یزید سے گفتگو کی تو ایک نشست میں اس نے قتل کی دھمکی دي۔ امام علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا: اسیری سے آزاد ہونے والے بنی امیہ جیسے کبھی بھی قتل انبیاء و اوصیاء کا حکم نہیں دے سکتے مگر یہ کہ اسلام سے خارج ہوجائیں اور اگر تم ایسا ارادہ رکھتے ہو تو کسی صاحب اطمینان شخص کو میرے پاس بھیجو تاکہ میں اس سے وصیت کردوں اور اہل حرم کو اس کے سپرد کردوں [۱۷] ایک دن شام کی جامع مسجد میں یزید نے ایک اہم نشست کا انتظام کیا اور خطیب سے کہا کہ منبر پر جاکر زین العابدین علیہ السلام کے سامنے امیرالمؤمنین علیہ السلام اور امام حسین۔ کو برا بھلا کہے اس کرایہ کے خطیب نے ایسا ہی کیا۔

امام سجاد علیہ السلام نے بلند آواز میں فرمایا: "وائے ہو تجھ پر اے خطیب تونے خالق کی ناراضگی کے بدلے مخلوق (یزید) کی خوشنودی خریدی اور اس طرح تم دوزخ میں اپنا ٹھکانہ بنا رہے ہو۔ پھر

یزید کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا "تو مجھے بھی اسی لکڑی (منبر) پر جانے دے اور ایسی بات کہنے دے جس سے میں خدا کو خوش کروں اور وہ حاضرین کے لئے اجر و ثواب کا باعث ہے"_ یزید نے پہلے تو اجازت نہیں دی لیکن لوگوں کے اصرار کے جواب میں بولا کہ " اگر یہ منبر پر جائیں گے تو مجھ کو اور خاندان ابوسفیان کو ذلیل کئے بغیر منبر سے نیچے نہیں اتریں گے" لوگوں نے کہا کہ :" یہ کیا کر سکتے ہیں ؟ یزید نے کہا کہ " یہ وہ خاندان ہے جس نے علم و دانش کو بچپنے سے دودھ کے ساتھ پیا ہے"_ لوگوں نے بہت اصرار کیا تو یزید نے مجبوراً اجازت دے دي، امام علیہ السلام منبر پر تشریف لے گئے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے کے بعد فرمایا:

" اے لوگو خدا نے ہم کو علم، بردباري، سخاوت، فصاحت، دلیری اور مؤمنین کے دلوں میں ہماری دوستی عطا کی ہے ... پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں سے ہیں_ اس امت کے صدیق حضرت امیرالمؤمنین علي علیہ السلام ہم میں سے ہیں، جعفر طیّار ہم میں سے ہیں، حمزہ سیدالشہداء ہم میں سے ہیں، امام حسن اور امام حسین علیہما السلام پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں نواسے ہم میں سے ہیں_

میں فرزند مکہ و منی، فرزند زمزم و صفا ہوں، میں اس کا بیٹا ہوں جس نے حجر اسود کو عبا میں رکھ کر اٹھایا[۱۸] میں اس بہترین خلائق شخص کا بیٹا ہوں جس نے احرام باندھا، طواف و سعي کي، حج بجالایا ... میں خدیجۃ الکبری کا بیٹا ہو، میں فاطمہ زہراء علیہا السلام کا بیٹا ہو، میں اس کا بیٹا ہوں جو اپنے خون میں غوطہ زن ہوا، میں اس حسین علیہ السلام کا بیٹا ہوں جس کو کربلا میں قتل کر ڈالا گیا"_

لوگوں میں کھلبلی مچ گئي اور امام علیہ السلام کی طرف دیکھ رہے تھے_ آپ علیہ السلام ہر جملہ کے ساتھ بنی امیہ کی حقیقت سے پردہ اٹھاتے جا رہے تھے اور اموی گروہ کی کثیف ماہیت کو آشکار کرتے اور اپنے خاندان کی عظمت اور شہادت حسین_ کی زیادہ سے زیادہ قدر و قیمت لوگوں کے سامنے نمایاں کرتے جا رہے تھے، رفتہ رفتہ لوگوں کی آنکھیں آنسووں سے ڈبڈبا گئیں، گریہ گلو گیر ہوگیا_ پھر ہر گوشہ سے بے تابانہ رونے کی آواز بلند ہوئي_ یزید کو ڈر لگنے لگا اور امام علیہ السلام کی تقریر کو روکنے کے

لئے اس نے مؤذن کو آذان دینے کا حکم دیا، مؤذن جب " الشہد انّ محمداً رسول اللہ" پر پہنچا تو آپ نے عمامہ سر سے اتار لیا اور فرمایا:

" اے مؤذن اسی محمد ﷺ کی قسم ذرا ٹھہر جا"۔ پھر یزید کی طرح رخ کر کے فرمایا:" اے یزید یہ رسول اکرم ﷺ میرے جد ہیں یا تیرے؟ اگر تم کہو کہ تمہارے جد ہیں تو سب جانتے ہیں کہ یہ جھوٹ ہے اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ میرے جد ہیں تو پھر ان کی عترت کو تم نے کیوں قتل کیا ان کے اموال کو کیوں تاراج کیا اور ان کے خاندان کو تم نے کیوں اسیر کرلیا؟

اے یزید تو ان تمام افعال کے باوجود محمد ﷺ کو پیغمبر خدا جانتا ہے اور قبلہ کی طرف رخ کر کے کھڑا ہوتا ہے، نماز پڑھتا ہے، وائے ہو تجھ پر کہ میرے جد و پدر قیامت میں تیرا گریبان پکڑیں گے"۔

یزید نے مؤذن کو حکم دیا کہ نماز کے لئے اقامت کہے، لیکن لوگ بہت ناراض تھے یہاں تک کہ کچھ لوگوں نے نماز بھی نہیں پڑھی اور مسجد سے نکل گئے(۱۹) شام میں امام علیہ السلام کی تقریریں اس بات کا باعث بنی کہ یزید قتل امام علیہ السلام کا قصد رکھنے کے باوجود اس بات پر مجبور ہوا کہ آپ علیہ السلام کو اور تمام اہل بیت علیہم السلام کو مدینہ واپس کردے۔

روح مبارزہ و جہاد کی بیداري

اسیری کی تمام مدت میں امام زین العابدین علیہ السلام بہت سے لوگوں کے تصور کے برخلاف جو کہ آپ کو شکست خوردہ سمجھتے تھے، ہر محفل و مجلس میں اپنی اور اپنے الدکی کامیابی اور بنی امیہ کے گروہ کی شکست کے بارے میں تقریر کرتے تھے۔

دوسری طرف آپ علیہ السلام نے اس بات کی کوشش کی کہ اپنے خاندان کی عظمتوں اور خصوصیتوں اور بنی امیہ کے ظلم و جور کے بیان کے ذریعہ مسلمانوں کی انقلابی فکر کو بیدار کریں اور گناہ بنی امیہ سے

نفرت کا احساس اور انجام پا جانے والے گناہوں کے جبران کی ضرورت کو لوگوں کے ضمیر و وجدان میں زندہ کریں۔

ابھی زیادہ دن نہیں گذرے تھے کہ اس مثبت رویّہ کی وجہ سے اموی سلطنت کے خلاف عراق و حجاز میں انقلاب کا پرچم بلند ہوگیا اور ہزاروں افراد خون حسین علیہ السلام کا انتقام لینے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے[۲۰]

مدینہ واپسی کے بعد

اسیری کے دن گذرجانے کے بعد امام سجاد علیہ السلام مدینہ واپس آگئے اور معاشرہ پر حکومت کرنے والی سیاست کی حالت بھی بدل گئی۔ بنی امیہ کی حکومت اور سیاسی روش کے مقابل امام علیہ السلام کا رویہ بھی بدلا۔

آپ علیہ السلام کی امامت کا سارا زمانہ اس وقت کے ان ظالم حکمرانوں کے طرح طرح کے اجتماعی بحران و آشوب سے پُر تھا جو مختلف بہانوں سے امام علیہ السلام پر دباؤ ڈالنے اور ان کی سرگرمیوں کو محدود کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے۔

زمانہ کے حالات سے واقفیت کے لئے ان ظالموں کے جرائم کے چند گوشے ملاحظہ ہوں:

یزید کے مرتے ہی[۲۱] عبداللہ بن زبیر جو برسوں سے خلافت و حکومت کی لالچ میں تھا، مکہ میں اٹھ کھڑا ہوا اور حجاز و یمن، عراق و خراسان کے لوگوں نے بھی ان کی بیعت کرلی، اور شام میں معاویہ بن یزید کے ہٹ جانے کے بعد جو بہت تھوڑے دنوں (یعنی تین مہینہ یا چالیس دن)مسند خلافت پر تمکن رہا اس کے بعد مروان بن حکم نے، سازش کے ذریعہ حکومت تک رسائی حاصل کی اور عبداللہ بن زبیر کی مخالفت میں اٹھ کھڑا ہوا۔ شام کے بعد مصر پر اپنا قبضہ مضبوط کیا۔ لیکن اس کی حکومت زیادہ دنوں تک باقی نہیں رہی اور تھوڑی ہی مدت میں مرگیا۔ اس کی جگہ

اس کا بیٹا عبدالملک مسند خلافت پر بیٹھا_ عبدالملک نے شام و مصر میں اپنی پوزیشن مضبوط ہوجانے کے بعد ٦٥ ھ میں عبداللہ بن زبیر کا مکہ میں محاصرہ کیا اور ان کو قتل کردیا [٢٢] عبدالملک کے بڑے جرائم میں حجاج بن یوسف کو بصرہ اور کوفہ کا حاکم بنانا ہے_ حجاج ایک خون خوار اور جرائم پیشہ شخص تھا اس نے لوگوں کو اذیتیں پہنچائیں اور کشت و خون کا بازار گرم کیا_ خاص کر شیعیان علي علیہ السلام کو ختم کرنے کا اس نے بیڑا اٹھایا اور اپنی حکومت کے زمانہ میں تقریباً ایک لاکھ بیس ہزار افراد کو قتل کرڈالا [٢٣] عبدالملک بڑی سختی سے امام زین العابدین کی نگرانی کرتا تھا اور اس کوشش میں تھا کہ آپ علیہ السلام کے خلاف کسی بھی طریقہ سے کوئي بہانہ ہاتھ آجائے تو وہ آپ علیہ السلام پر سخت گیری کرے یا آپ کی توہین کرے_

اس کو جب یہ اطلاع ملی کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنی آزاد کردہ کنیز سے عقد کر لیا ہے تو اس نے ایک خط میں اس کام پر آپ کی شماتت کي_ اس نے چاہا کہ اس طرح وہ حضرت کو یہ سمجھا دے کہ ہم آپ علیہ السلام کے تمام امور حتی کہ داخلی اور ذاتی امور سے بھی باخبرہیں_ اور اس نے اپنی قرابت داری کو بھی یاد دلایا، تو امام علیہ السلام نے جواب میں آئین اسلام کو اس سلسلہ میں یاد دلاتے ہوئے فرمایا: کہ مسلمان ہوجانا اور خدا پر ایمان لانا ہمیشہ دوسرے امتیازات کو ختم کردیتا ہے، امام علیہ السلام نے طنز کے ذریعہ اس کے آبا و اجداد کی گذشتہ جہالت پر (اور شاید اس کی موجودہ جہالت حالت پر) سرزنش کی اور فرمایا:

فلا لوم علی امرئ: مسلم: انّما اللّومُ لوم الجاھلیة" [٢٤]

٨٦ ھ میں عبدالملک کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا ولید اس کی جگہ پر مسند خلافت بیٹھا_ [٢٥] سیوطی کے بیان کے مطابق وہ ایک ستمگر اور لاپرواہ شخص تھا اودوسرے بنی امیہ کے حکمرانوں کی طرح یہ بھی امام علیہ السلام کی شہرت اور محبوبیت سے خوف زدہ تھا اور آپ علیہ السلام کی علمی و روحانی شخصیت سے اس کو تکلیف تھي، اس وجہ سے وہ شیعوں کے چوتھے پیشوا کا وجود مسلمانوں کے معاشرہ میں برداشت

نہیں کر سکتا تھا، اس نے دھوکہ کے ساتھ آپ کو زہر دے دیا[۲۶] ایک طرف تو امام زین العابدین علیه‌السلام اپنے زمانہ کے ایسے ظالم و جرائم کا ارتکاب کرنے والے بادشاہوں اور ان کی شدید نگرانیوں کو برداشت کر رہے تھے، دوسری طرف اپنے اطراف میں ایماندار جاں نثاروں اور مجاہد دوستوں کا فقدان محسوس کرتے تھے_ لہذا آپ علیه‌السلام نے مخفی مبارزہ اور جہاد شروع کیا_ اپنے دروازہ کو دوسروں کے لئے بند کردیا، اس طرح آپ علیه‌السلام نے اپنی اور اپنے کچھ قابل اعتماد اصحاب کی جان بچالی اور اس محاذ پر صاحب امتیاز عناصر کی پرورش، صالح افراد کی تیاری اور مخفی مبارزہ کے ذریعہ شیعی افکار کی تعلیم میں مشغول ہوگئے تا کہ اس راستہ کے سلسلہ کو جو بے شک منزل مقصود سے بہت قریب تھا_ اپنے بعد کے امام کے سپرد کردیں_

امام جعفر صادق_ اپنی ایک حدیث میں امام علیه‌السلام چہارم کے حالات اور ان کی کردار ساز خدمات کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

"حسین ابن علی علیه‌السلام کے بعد تمام لوگ راستہ سے پلٹ گئے مگر تین افراد: ابو خالد کابلی، یحیی ابن ام طویل اور جبیر بن مطعم، اس کے بعد دوسرے لوگ ان سے آملے اور شیعوں کا مجمع بڑھ گیا_ یحیی بن ام طویل مدینہ میں مسجد پیغمبر صلی‌الله‌علیه‌وآله‌وسلم میں آئے اور تقریر میں لوگوں سے کہنے لگے: ہم تمہارے (راستہ اور آئین کے) مخالف ہیں اور ہمارے اور تمہارے درمیان دشمنی اور کینہ ہے"[۲۷] مکہ کے راستہ میں ایک شخص نے اعتراض کرتے ہوئے امام سجاد علیه‌السلام سے کہا کہ "آپ نے جہاد اور اس کی سختی کو چھوڑ دیا اور حج جو آسان ہے اس کے لئے جا رہے ہیں؟ تو آپ علیه‌السلام نے فرمایا: اگر باایمان مددگار اور جان نثار اصحاب ہوتے تو جہاد اور مبارزہ حج سے بہتر تھا[۲۸] ابو عمر نہدی کا بیان ہے کہ "امام زین العابدین علیه‌السلام نے فرمایا: مکہ اور مدینہ میں ہمارے بیس دوست (حقیقی اور جاں نثار) نہیں ہیں[۲۹] اس طرح امام زین العابدین علیه‌السلام کا کام بے حد دشوار ہمت شکن اور شجاعت کا کام تھا اور

آپ نہایت محدودیت کے عالم میں اس بات میں کامیاب ہوگئے کہ ایک سو ستر ایسے نمایاں شاگردوں کی تربیت کردیں جن میں سے ہر ایک اسلامی معاشرہ میں روشن چراغ تھا۔جن افراد کے نام رجال کی کتابوں میں موجودہیں ان میں سعیدبن مسیب، سعید بن جبیر، محمدبن جبیر، یحیی بن ام طویل، ابوخالد کابلي، ابوحمزہ ثمالی جیسی شخصیتوں کے نام لئے جاسکتے ہیں۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے نمایاں شاگردوں کی تربیت اور اسلامی معارف کی نشر و اشاعت کے ذریعہ اسلامی معاشرہ اور اموی حکومت کے صاحب حیثیت افراد کے دلوں میں ایک مخصوص شکوہ و عظمت پیدا کرلی یہاں تک کہ ایک حج کے موقع پر جب آپ علیہ السلام کا سامنا عبدالملک بن مروان سے ہوا تو نہ صرف یہ کہ آپ نے اس کو سلام نہیں کیا بلکہ اس کے چہرہ پر نظر بھی نہیں ڈالی عبدالملک اس بے اعتنائي پر بڑا ناراض ہوا۔ اس نے آہستہ سے امام علیہ السلام کے ہاتھ کو پکڑ اور کہا:" اے ابومحمد مجھے دیکھئے میں عبدالملک ہوں نہ کہ آپ کے باپ کا قاتل یزید" امام علیہ السلام نے جواب دیا:" میرے باپ کے قاتل نے اپنے اقدام کے ذریعہ اپنی آخرت خراب کرلی اگر تو بھی میرے باپ کے قاتل کی طرح ہونا چاہتا ہے تو کوئي حرج نہیں ہے"۔

عبدالملک نے غصہ میں کہا:" میں ہرگز ایسا ہونا نہیں چاہتا لیکن مجھے اس بات کی امید ہے کہ آپ علیہ السلام ہمارے وسائل سے بہرہ مند ہوں گے امام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا:" مجھ کو تمہاری دنیا کی اور جو کچھ تمہارے پاس ہے اس کی کوئي ضرورت نہیں [۳۰]

دعائیں

امام زین العابدین علیہ السلام کے مثبت اقدام میں ایک قدم اور بنیادی کوشش یہ تھی کہ آپ علیہ السلام انفرادی اور اجتماعی۔تربیت و عقائد سے متعلق مسائل کی نشر و اشاعت دعا کے پیرایہ میں کریں۔

جو آپ کی یادگار کے طور پر محفوظ رہ گئي ہیں_

صحیفۂ سجادیہ کے مضامین اور اس میں بیان کی گئي باتوں پر غور و فکر نے بہت سے مسائل کو ہمارے لئۓ روشن کردیا ہے، اسلامی معاشرہ بلکہ انسانی معاشرہ کو اس کتاب نے عالم کی معلومات ،خدا کی معرفت، انسان کی معرفت و غیرہ کے ایک سلسلہ کا تعارف کرایا ہے_

ان حالات میں جب امام_ کو بیان اور گفتگو کی آزادی میسر نہ تھي، آپ نے دعا اور مناجات کے ذریعہ اعتقادی اور اخلاقی دستور العمل اور اجتماعی زندگی کے لائحہ عمل کو بیان کیا اور مسلمانوں کے درمیان اس کو منتشر کردیا_

صیحفہ سجادیہ کی عظمت کو سمجھنے کے لئۓ مشہور مصري مفسر طنطاوی کا قول کافی ہے، وہ کہتے ہیں کہ" صحیفہ سجادیہ وہ تنہا کتاب ہے جس میں علوم و معارف اور حکمتیں موجود ہیں اس کے علاوہ کسی کتاب میں ایسا ذخیرہ نہیں ہے اور یہ مصر کے لوگوں کی بد نصیبی ہے کہ وہ ابھی تک اس کی گراں بہا اور جاودانہ باتوں سے واقف نہیں ، میں اس میں جتنا بھی غور کرتا چلا جاتا ہوں اس کو مخلوق کے کلام سے بالاتر اور خالق کے کلام سے نیچے دیکھتا ہوں[۳۱] امام گوشہ نشینی اور محدودیت کے باوجود دعاؤں کے ذریعہ مسلمانوں کو قیام اور تحریک کا درس دیتے ہیں اور اپنے خدا سے راز و نیاز کی باتیں کرتے ہوئۓ فرماتے ہیں" خدایا مجھ کو ایسی طاقت اور دست رسی عطا کر کہ جو لوگ مجھ پر ظلم کرتے ہیں میں ان پر کامیابی حاصل کروں اور ایسی زبان عنایت فرما کہ مقام احتجاج میں غلبہ حاصل کرسکوں ، ایسی فکر اور سمجھ عطا فرما کہ دشمن کے حیلوں کو درہم برہم کردوں اور ظالم کے ہاتھ کو ظلم و تعدی سے روک دوں[۳۲] صحیفہ سجادیہ میں ایسے بہت سارے نمونے موجود ہیں_

شہادت

امام زین العابدین علیہ السلام ۵۷ سال تک رنج و مصیبت برداشت کرنے کے بعد ولید بن عبدالملک کے دور حکومت میں اس کے حکم سے جس نے اپنی خلافت و حکومت کا محور ظلم و جور اور قتل و غارت بنا رکھا تھا، مسموم ہوکر، ۲۵ محرم ۹۵ ھ ق کو شہادت پائي اور قبرستان بقیع میں امام حسن مجتبی علیہ السلام کی قبر مطہر کے پہلو میں سپرد خاک کئے گئے(۳۳)

سوالات

١_ امام زین العابدین علیہ السلام کی تاریخ ولادت بیان فرمایئے ور ان کی اخلاقی خصوصیات میں سے دو نمونے بیان کیجئے_

٢_ پیغام عاشوراء کو پہنچانے اور اس سے حاصل شدہ نتائج کی نگہبانی کرنے میں آپ نے کیا کردار ادا کیا؟ مختصر طور پر وضاحت کیجئے_

٣_ یزید نے جو نشست شام کی جامع مسجد میں منعقد کی تھي، امام علیہ السلام نے اس سے اپنے لئے کس طرح فائدہ حاصل کیا؟

۴_ مدینہ واپسی کے بعد حکومت بنی امیہ کے مد مقابل امام علیہ السلام کا موقف کیوں تبدیل ہوگیا؟ اختصار کے ساتھ بیان کیجئے_

۵_ مدینہ واپس آنے کے بعد شہادت کے زمانے تک امام زین العابدین علیہ السلام کے اہم کام کیا تھے؟

٦_ امام سجاد علیہ السلام کس تاریخ کو اور کیسے شہید ہوئے؟

حوالہ جات

١ الفصول المھمہ/ ٢٠١-

٢ اصول کافی جلد/ ٣٦٦، ارشاد مفید/ ٢٥٣، اعیان الشیعہ (دس جلد والی) جلد ١/ ٦٢٩-

٣ ارشاد مفید/ ٢٥٣-

٤ آل عمران/ ١٣٤-

٥ ارشاد مفید/ ٢٥٧، اعیان الشیعہ جلد ١/ ٦٣٢-

٦ ارشاد مفید/ ٢٥٩، مناقب جلد ٤/ ١٦٣ لیکن مناقب میں زید بن اسامہ کے بجاے "محمد بن اسامہ" لکھا ہے۔

٧ تذکرۃ الخواص ابن جوزی/ ١٨٤، اعیان الشیعہ جلد ١/ ٦٣٣، مناقب جلد ٤/ ١٥٣-

٨ خصال صدوق مطبوعہ غفاری/ ٥١٧، مناقب جلد ٤/ ١٥٠-

٩ یہ واقعہ، سانحہ کربلا کے بعد یزید کی حکومت کے دوسرے سال پیش آیا اس میں یزید کے حکم سے سپاہ شام نے مدینہ پر حملہ کیا اور تین دن تک مسلمانوں کی جان، مال، عزت و آبرو کو اپنے اوپر مباح سمجھتے رہے۔

١٠ اعیان الشیعہ ج ١/ ٦٣٦، بحار ج ٣٦/ ١٣٨، کامل ابن اثیر ج ٤/ ١١٢-١١٣-

١١ استلام۔ہاتھ سے لمس کرنا، چھونا، بوسہ دینا۔

١٢ امالی سید مرتضی جلد ١/ ٦٦، اعیان الشیعہ (دس جلد والي) جلد ١/ ٦٣٤، تذکرۃ الخواص، بحار ج ٣٦/ ١٢٧-١٢٥-

١٣ احتجاج طبرسی جلد ٢/ ٣٠، اعیان الشیعہ (دس جلد والي) جلد١/ ٦١٣، بحار جلد ٤٤/ ١١٢-

١٤ لھوف سید ابن طاؤوس/ ١٤٤، مقتل خوارزمی جلد ٢/ ٤٣، بحار جلد ٤٤/ ١١٧-١١٨-

١٥ اما ظنّک برسول اللہ لو رانا موثقین فی الجبال-

١٦ تذکرۃ الخواص/ ١٤٩، اعیان الشیعہ (دس جلدي) جلد ١/ ٦١٥، بحار جلد ٤٤/ ١٣٢-

١٧ ذریعۃ النجاۃ/ ٢٣٤-

١٨ عام الفیل کے ٣٥ سال بعد پیغمبر اکرم ﷺ کے ہاتھوں حجر اسود نصب کئے جانے والے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

١٩ کامل بہائي جلد ٢/ ٣٠٢، بحار جلد ٣٥/ ١٣٧_١٣٩-

٢٠ امام حسین کی زندگی کی تاریخ کی تحقیق کے سلسلہ میں ہم نے بعض شورشوں اور تحریکوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۲۱ امام حسین علیه‌السلام کی شہادت کے بعد یزید کی حکومت کے سہ سالہ جرائم کو گذشتہ اسباق میں بیان کیا گیا ہے اس لئے یہاں پر اس کا تکرار نہیں کیا_

۲۲ کامل ابن اثیر جلد ۴/۳۳۸_۳۵۶-

۲۳ کامل ابن اثیر جلد ۴/۵۸۷-

۲۴ کافی جلد ۵/۲۳۴، مناقب جلد ۴،۱۶۲_یعنی مسلمان میں کوئي پستی اور ذلت نہیں ہے بلکہ صرف جاہلیت کی فرمایگی میں پستی ہے_

۲۵ تاریخ الخلفاء /۲۲۳_

۲۶ مناقب ابن شہر آشوب جلد ۴/۱۷۶_

۲۷ بحار جلد ۴۶/۱۴۴، الاختصاص للمفید /۶۴، رجال کشی /۸۱_

۲۸ احتجاج طبرسی جلد ۲/۴۵،۴۴، اعیان الشیعہ جلد ۱/۶۳۵، مناقب جلد ۴/۱۵۹_

۲۹ بحار جلد ۴۶/۱۴۳، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۴/۱۰۴_

۳۰ بحار جلد ۴۶/۱۲۰_

۳۱ خاتمہ ترجمہ صحیفہ سجادیہ مطبوعہ آخوندي_

۳۲ اللهم صلّ علی محمّدو آله و اجعل لی یداً علی من ظلمنی و لساناً علی من خاصمنی و ظفراً بمَن عاندنی و هب لی مکراً علی من کادنی " صحیفہ سجادیہ دعاء /۲۰"_

۳۳ مصباح کفعمی /۵۰۹، کافی جلد ۱/۳۶۸، بحار جلد ۴۶/۱۵۲_

آٹھواں سبق:

امام محمد باقر علیہ السلام کی سوانح عمري

ولادت اور بچپن کا زمانہ

ہمارے پانچویں پیشوا امام محمد باقر علیہ السلام جمعہ کے دن پہلی رجب ۵۷ ھ ق کو شہر مدینہ میں پیدا ہوئے۔[۱] آپ کا نام محمد، کنیت ابوجعفر اور مشہورترین لقب باقر ہے۔ روایت ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے اس لقب سے ملقب فرمایا تھا۔ امام محمد باقر علیہ السلام ۔ ماں اور باپ ۔ دونوں طرف سے فاطمی اور علوی تھے۔ اس لئے کہ ان کے والد امام زین العابدین۔ امام حسین علیہ السلام کے فرزند تھے۔ اور ان کی والدہ گرامی "ام عبداللہ" امام مجتبی۔ کی بیٹی تھیں۔ آپ نے امام زین العابدین۔ جیسے باپ کی پر مہر آغوش میں پرورش پائي اور با فضیلت ماں کی چھاتی سے دودھ پیا۔ وہ ماں جو عالمہ اور مقدسہ تھیں، امام جعفر صادق علیہ اسلام سے منقول ہے کہ "میری جدّہ ماجدہ ایسی صدیقہ تھیں کہ اولاد امام حسن مجتبی۔ میں کوئی عورت انکی فضیلت کے پایہ کو نہ پہونچ سکي[۲] امام محمد باقر علیہ السلام کی عمر چار سال سے کم تھی کہ جب کربلا کا خونین واقعہ پیش آیا۔

آپ علیہ السلام اپنے جد حضرت اباعبداللہ الحسین علیہ السلام کے پاس موجود تھے۔ واقعہ کربلا کے بعد ۳۴ برس آپ علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ زندگی گذاري، آپ جوانی ہی کے زمانہ سے علم و دانش، فضیلت و تقوی میں مشہور تھے اور آئندہ چل کر مسلمانوں کے علمی مشکلات کے حل کا مرجع سمجھے جانے لگے۔ جہاں کہیں بھی ہاشمیین، علویین اور فاطمیین کی بلندی کا ذکر ہوتا، آپ علیہ السلام کو ان تمام مقدسات، شجاعت اور بزرگی کا لوگ تنہا وارث جانتے تھے۔

آپ عليه‌السلام کی شرافت اور بزرگی کو مندرجہ ذیل حدیث میں پڑھا جاسکتا ہے_ پیغمبر- صلی‌الله‌علیه‌وآله‌وسلم نے اپنے ایک نیک صحابي، جابر ابن عبداللہ انصاری سے فرمایا:" اے جابر تم زندہ رہوگے اور میرے فرزند محمد ابن علی ابن الحسین عليه‌السلام سے کہ جن کا نام توریت میں " باقر" ہے ملاقات کروگے_ ملاقات ہونے پر میرا سلام پہنچا دینا"_ پیغمبر صلی‌الله‌علیه‌وآله‌وسلم رحلت فرماگئے_ جابر نے ایک طویل عمر پائي، ایک دن امام زین العابدین عليه‌السلام کے گھر تشریف لائے اور امام محمد باقر عليه‌السلام کو جو چھوٹے سے تھے دیکھا، ان سے جابر نے کہا: ذرا آگے آیئے امام عليه‌السلام آگے آگئے_ جابر نے کہا: ذرا مڑجایئے امام مڑگئے، جابر نے جسم اور ران کے چلنے کا انداز دیکھا اس کے بعد کہا، کعبہ کے خدا کی قسم، یہ پیغمبر صلی‌الله‌علیه‌وآله‌وسلم کا ہو بہو آئینہ ہیں_ پھر امام زین العابدین عليه‌السلام سے پوچھا" یہ بچہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: میرے بعد امام میرا بیٹا محمد باقر عليه‌السلام ہے_ جابر اٹھے اور آپ نے امام کے قدموں کا بوسہ لیا اور کہا: اے فرزند پیغمبر صلی‌الله‌علیه‌وآله‌وسلم میں آپ پر نثار، آپ اپنے جد رسول خدا کا سلام و درود قبول فرمائیں انہوں نے آپ کو سلام کہلو ایا ہے_

امام محمد باقر عليه‌السلام کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور آپ عليه‌السلام نے فرمایا: جب تک آسمان اور زمین باقی ہے اس وقت تک میرا سلام و درود ہو میرے جد پیغمبر صلی‌الله‌علیه‌وآله‌وسلم خدا پر اور تم پر بھی سلام ہو اے جابر تم نے ان کا سلام مجھ تک پہنچایا(۳)

امام عليه‌السلام کے اخلاق و اطوار

حضرت امام محمد باقر عليه‌السلام ، متواضع، سخي، مہربان اور صابر تھے اور اخلاق و عادات کے اعتبار سے جیسا کہ جابر نے کہا تھا ہو بہو اسلام کے عظیم الشان پیغمبر صلی‌الله‌علیه‌وآله‌وسلم کا آئینہ تھے_

شام کا ایک شخص مدینہ میں ٹھہرا ہوا تھا اور امام عليه‌السلام کے پاس بہت آتا رہتا تھا اور کہتا تھا کہ تم سے زیادہ روئے زمین پر اور کسی کے بارے میں میرے دل میں بغض و کینہ نہیں ہے، تمہارے اور تمہارے خاندان سے زیادہ میں کسی کا دشمن نہیں ہوں_ اگر تم یہ دیکھتے ہو کہ میں تمہارے گھر

آتا جاتا ہوں تو یہ اس لئے ہے کہ تم ایک سخن ور اور خوش بیان ادیب ہو

اس کے باوجود امام (ع) اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے تھے اور اس سے بڑی نرمی سے بات کرتے تھے کچھ دنوں کے بعد وہ شخص بیمار ہوا اس نے وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں تو امام محمد باقر (ع) میری نماز جنازہ پڑھائیں۔

جب اس کے متعلقین نے اسے مردہ دیکھا تو امام (ع) کے پاس پہنچ کر عرض کی کہ وہ شامی مرگیا اور اس نے وصیت کی ہے کہ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں۔

امام نے فرمایا: مرا نہیں ہے... جلدی نہ کرو یہاں تک کہ میں پہونچ جاؤں اس کے بعد آپ اٹھے اور آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور ہاتھوں کو دعا کے لئے بلند کیا اور تھوڑی دیر تک سر بسجدہ رہے، پھر شامی کے گھر گئے اور بیمار کے سرہانے بیٹھ گئے، اس کو اٹھا کر بٹھایا۔ اس کی پشت کو دیوار کا سہارا دیا اور شربت منگوا کر اس کے منہ میں ڈالا اور اس کے متعلقین سے فرمایا کہ اس کو ٹھنڈی غذائیں دی جائیں اور خود واپس چلے گئے۔ ابھی تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ شامی کو شفا مل گئي وہ امام (ع) کے پاس آیا اور عرض کرنے لگا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ، لوگوں پر خدا کی حجت ہیں ..."[۴] اس زمانے کے صوفیوں میں سے ایک شخص محمد بن مُنکَدر کا بیان ہے کہ ایک دن میں بہت گرمی میں مدینہ سے باہر نکلا وہاں میں نے محمد باقر (ع) کو دیکھا کہ دو غلاموں پر تکیہ کئے ہوئے ہیں۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ قریش کے بزرگوں میں سے ایک بزرگ ایسے وقت میں دنیا کی ہوس اور لالچ میں پڑے ہوئے ہیں، میں ان کو کچھ نصیحت کروں۔ میں ان کے قریب گیا اور سلام کیا۔ ان کے سر اور داڑھی سے پسینہ بہہ رہا تھا۔ امام (ع) نے اسی حالت میں میرے سلام کا جواب دیا۔ میں نے عرض کي: خدا آپ کو سلامت رکھے آپ کی جیسی شخصیت والا انسان اس وقت اس حالت میں دنیا حاصل کرنے میں لگا ہوا ہے اگر اسی حالت میں موت آجائے تو آپ (ع) کیا کریں گے؟

آپ نے فرمایا خدا کی قسم اگر موت آگئی تو خداوند عالم کی اطاعت کی حالت میں موت واقع ہوگی۔ اس لئے کہ میں اس وسیلہ سے اپنے آپ کو تم سے اور دوسروں کی محتاجی سے بچاتا ہوں۔ میں اس حالت میں موت سے ڈرتا ہوں کہ میں (خدا نخواستہ) گناہ کے کام میں لگا رہوں۔ میں نے کہا آپ پر خدا کی رحمت ہو، میں نے چاہا تھا کہ میں آپ کو نصیحت کروں لیکن آپ نے مجھ کو نصیحت کی اور آگاہ فرمایا[۵]

علم امام محمد باقر علیہ السلام

آپ کا علم بھی دوسرے تمام ائمہ کی طرح چشمہ وحی سے فیضان حاصل کرتا تھا، جابر بن عبداللہ آپ کے پاس آتے اور آپ کے علم سے بہرہ ور ہوتے اور بار بار عرض کرتے تھے کہ "اے علوم کو شگافتہ کرنے والے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ بچپن ہی میں علم خدا سے مالامال ہیں[۶] اہل سنت کے علماء میں سے ایک بزرگوار عبداللہ ابن عطاء مکی فرماتے تھے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کے سامنے اہل علم کو جس طرح حقیر اور چھوٹا پایا ہے ویسا کسی کے سامنے میں نے نہیں دیکھا ہے۔ حکم بن عتیبہ لوگوں کے نزدیک جن کا علمی مقام بہت بلند تھا۔ امام محمد باقر علیہ السلام کے سامنے ان کی حالت یہ ہوتی تھی کہ جیسے ایک شاگرد استاد کے سامنے"[۷] آپ کا علمی مقام ایسا تھا کہ جابر بن یزید جعفی ان سے روایت کرتے وقت کہتے تھے "وصی اوصیاء اور وارث علوم انبیاء محمد بن علی بن الحسین۔ نے ایسا کہا ہے..."۸

ایک شخص نے عبداللہ بن عمر سے ایک مسئلہ پوچھا وہ جواب نہ دے سکے اور سوال کرنے والے کو امام محمد باقر علیہ السلام کا پتہ بتادیا اور کہا کہ اس بچے سے پوچھنے کے بعد جو جواب ملے وہ مجھ کو بھی بتادینا۔ اس شخص نے امام علیہ السلام سے پوچھا اور مطمئن کرنے والا جواب سننے کے بعد عبداللہ بن عمر

کو جاکر بتادیا۔ عبداللہ نے کہا: "یہ وہ خاندان ہے جس کا علم خداداد ہے"[۹] حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے علوم و دانش کے اتنے رموز و اسرار واضح کئے ہیں کہ سوائے دل کے اندھے کے اور کوئي انکا، انکار نہیں کرسکتا۔ اس وجہ سے آپ نے تمام علوم شکافتہ کرنے والے اور علم و دانش کا پرچم لہرانے والے کا لقب پایا[۱۰] انہوں نے مدینہ میں علم کا ایک بڑا دانشکدہ بتایا تھا جس میں سینکڑوں درس لینے والے افراد آپ کی خدمت میں پہونچ کر درس حاصل کیا کرتے تھے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے جو لوگ زندہ تھے، جیسے جابر بن عبداللہ انصاری اور تابعین میں سے کچھ بزرگ افراد جیسے جابر بن جعفي، کیسان سختیانی اور فقہاء میں سے کچھ لوگ جیسے ابن مبارک زہري، اوزاعی، ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور زیاد بن منذر اور مصنفین میں سے کچھ افراد جیسے طبري، بلاذري، سلامی اور خطیب نے اپنی تاریخوں میں آپ سے روایتیں لکھی ہیں[۱۱]

امام۔ اور اموی خلفائ

امام محمد باقر علیہ السلام کی امامت کا زمانہ۔ جو تقریباً ۱۹ سال پر محیط تھا۔ اموی حکمرانوں جیسے ولید بن عبدالملک، سلیمان بن عبدالملک، عمر بن عبدالعزیز، یزید بن عبدالملک، ہشام بن عبدالملک کا زمانہ تھا۔ ان میں سے سوائے عمر بن عبدالعزیز کے۔ جو نسبتاً عدالت پسند تھا۔ سب کے سب ستمگري، استبداد اور مطلق العنانی میں اپنے اسلاف سے کچھ کم نہ تھے اور آگے چل کر انہوں نے امام محمد باقر علیہ السلام کے لئے مشکلیں پیدا کیں۔

امام محمد باقر علیہ السلام کے زمانہ امامت کے سیاسی اور کھٹن حالات سے واقفیت کے لئے ہم یہاں ان میں سے ہر ایک کے بارے میں اب اجمالی گفتگو کررہے ہیں۔

ولید نے ۸۶ھ ق میں حکومت کی باگ ڈور سنبھالی اور ۱۵، جمادي الآخر ۹۶ھ ق کو مرگیا۔

مسعودی کا بیان ہے کہ ولید ایک ہٹ دھرم، جابر اور ظالم بادشاہ تھا_ (۲!) اس کے باپ نے اس کو وصیت کی تھی کہ حجاج بن یوسف کا اکرام کرے اور چیتے کی کھال پہنے_ [۱۳] تلوار آمادہ رکھے اور جو اس کی مخالفت کرے اس کو قتل کردے [۱۴] اس نے بھی باپ کی وصیت کو پورا کیا اور حجاج کے ہاتھوں کو اپنے باپ کی طرح مسلمانوں کو ستانے اور ان کو قتل کرنے کے لئے آزاد چھوڑ دیا_

عمر بن عبدالعزیز، ولید کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا، حجاج کے ظلم سے تنگ آکر جو بھی بھاگتا تھا اس کے پاس پناہ لیتا تھا_ عمر نے ولید کو ایک خط لکھا اور لوگوں کے ساتھ حجاج کے ظلم کی شکایت کی_ ولید نے حاکم مدینہ کی شکایت سننے کی بجائے، حجاج کی خوشنودی کے لئے عمر بن عبدالعزیز کو مدینہ کی گورنری سے معزول کردیا اور حجاج کو لکھا" تم جس کو بھی چاہو حجاز کا حاکم بنادو_ حجاج نے بھی خالد بن عبداللہ قسری کے لئے سفارش کی جو خود اسی جیسا ایک خونخوار شخص تھا ولید نے یہ سفارش قبول کرلی [۱۵] ولید کا حجاج پر اعتماد کرنا اور اپنے باپ عبدالملک کی تائید، ولید کے طغیان اور اس کی تباہ کاری پر بہترین دلیل ہے_

اپنے بھائی کے بعد سلیمان بن عبدالملک نے زمام حکومت اپنے ہاتھوں میں لی اور جمعہ کے دن ۱۰ ماہ صفر ۹۹ ھ کو مرگیا_ وہ بڑا پرخور اور عورتوں کا دلدادہ تھا_ اس کے دور خلافت میں عیاشی اور دربار میں عیش و نشاط کی محفل اپنے اوج پر تھی_ متعدد خواجہ سراؤں کو اس نے اپنے دربار میں رکھ چھوڑا تھا اور اور اپنا زیادہ وقت حرم سراء کی عورتوں کے ساتھ گذارتا تھا_ آہستہ آہستہ بری باتیں ملک کے کارندوں میں بھی سرایت کرگئیں اور یہ باتیں ملک گیر پیمانہ پر پھیل گئیں [۱۶] اس نے دو سال چند مہینے حکومت کی_ شروع میں اس نے نرمی کا مظاہرہ کیا_ عراق کے قید خانوں کے دروازے کھول دیئے اور بے گناہوں کو آزاد کردیا جبکہ اس کی زندگی کے لمحات ظلم و ستم سے خالی نہ تھے_ اس نے خالد بن عبداللہ قسری کو جو ظلم اور جرائم میں حجاج کا ثانی تھا، اس کے

مقام پر باقی رکھا_

اس کے بعد عمر بن عبد العزیز مسند حکومت پر متمکن ہوا_ اس کا انتقال ۲۵ رجب ۱۰۱ ھ ق کو ہوا_ یہ کسی حد تک پریشانیوں اور دشواریوں پر قابو پانے ، برائیوں اور تفریق کے ساتھ جنگ کرنے، اس ننگ و عار کے دھبہ کو جو اس وقت کی حکومت کے دامن پر لگا ہوا تھا_ یعنی علی_ پر سب و شتم کرنا_ دھونے، فدک کو اولاد فاطمہ علیہا السلام کو واپس دے دینے اور امام محمد باقر علیہ السلام کے حوالے کرنے میں کامیاب ہوئے_

اس کے بعد یزید بن عبد الملک ان کی جگہ مسند حکومت پر متمکن ہوا_ اور اپنے حکام کو مندرجہ ذیل خط لکھ کر اپنی حکومت کا آغاز کیا:

"عمر بن عبد العزیز نے دھوکہ کھایا، تم اور تمہارے اطراف کے لوگوں نے اس کو دھوکہ دیا ... خط ملتے ہی سابق معاونین اور اپنے دوستوں کو جمع کرو اور لوگوں کو ان کی سابقہ حالت پر پلٹا دو، چاہے وہ مالیات کو ادا کرنے کی طاقت رکھتے ہوں یا نہ رکھتے ہوں ، زندہ رہیں یا مرجائیں، لازم ہے کہ وہ ٹیکس ادا کریں "(۱۷) یزید بن عبد الملک کا اپنے ہم نام یزید بن معاویہ کی طرح سوائے عیاشي، جرائم، مستی اور عورتوں کے ساتھ عشق بازی کے اور کوئي دوسرا کام نہ تھا_ وہ اخلاقی اور دینی اصول کا ہرگز پابند نہ تھا_ اس کی خلافت کا زمانہ بنی امیہ کی حکومت کا ایک سیاہ ترین اور تاریک ترین دور شمار کیا جاتا ہے اس کے زمانہ میں قصائد اور اشعار کی جگہ ساز اور آواز نے لے لی تھی اور اس شعبہ کو اتنی وسعت دے دی تھی کہ مختلف شہروں سے گانے بجانے والے دمشق بلائے جاتے تھے اور اس طرح عیاشي، ہوس رانی، شطرنج اور تاش نے عربی معاشرہ میں رواج پایا(۱۸) اس کے بعد ہشام بن عبد الملک نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالي_ وہ بخیل، بداخلاق، ستمگر اور بے رحم تھا_ نہ صرف یہ کہ اس نے برائیوں کی اصلاح کیلئے کوئي قدم نہیں اٹھایا بلکہ اس نے بنی امیہ کی خطاؤں کو تقویت بخشي_ اپنے گورنروں کو اس نے لکھا کہ شیعوں کے ساتھ سختی کرکے ان پر

عرصہ حیات تنگ کردو۔ اس نے حکم دیا کہ ان کے آثار کو مٹا کر ان کا خون بہایا جائے اور ان کو عام حق سے محروم کردو۔

اس نے حکم دیا کہ شاعر اہل بیت "کُمَیت" کا گھر اجاڑ دیا جائے۔ کوفہ کے حاکم کو لکھا کہ "اولاد پیغمبر ﷺ کی مدح کرنے کے جرم میں کُمَیت کی زبان کاٹ دی جائے"۔

یہی تھا جس نے زید بن علی بن الحسین کے انقلاب کو کچل دیا تھا اور ان کے جسم مقدس کو مثلہ کرنے کے بعد کوفہ کے کلیسا کے پاس نہایت دردناک حالت میں دار پر لٹکا دیا۔

امام محمد باقر علیہ السلام کا اپنی خلافت کے زمانہ میں ایسے ایسے مدعیان خلافت سے مقابلہ تھا۔

خلافت کے بالمقابل امام علیہ السلام کا موقف

ہشام، امام محمد باقر اور ان کے فرزند عزیز حضرت امام جعفر صادق۔ کی عزت و وقار سے بہت خوف زدہ تھا اس لئے اپنی حاکمیت کا رعب جمانے اور خلافت کی مشینری کے مقابلہ میں امام۔ کی اجتماعی حیثیت و وقار کو مجروح کرنے کے لئے اس نے حاکم مدینہ کو حکم دیا کہ ان دونوں بزرگوں کو شام بھیجدے۔

امام علیہ السلام کے وارد ہونے سے پہلے اس نے اپنے درباریوں اور حاشیہ نشینوں کو امام علیہ السلام کا سامنا کرنے کے لئے ضروری احکامات دیئے۔ یہ طے پایا کہ پہلے خلیفہ اور پھر اس کے بعد حاضرین دربار جو سب کے سب مشہور اور نمایاں افراد تھے، امام محمد باقر علیہ السلام پر تہمت اور شماتت کا سیلاب انڈیل دیں۔

اس عمل سے ہشام کے دو مقصد تھے، پہلا مقصد یہ تھا کہ اس سختی اور تہمت سے امام علیہ السلام کے حوصلہ کو کمزور کرکے ہر اُس کام کے لئے جس کی وہ خواہش کرے گا امام کو آمادہ کرلے گا۔ دوسرا مقصد یہ تھا کہ اس ملاقات میں کہ، جس میں بڑے بڑے رہبر شریک تھے، آپ کو ذلیل کردیا جائے۔

امام محمد باقر علیہ السلام وارد ہوئے اور معمول کے مطابق جو طریقہ تھا کہ ہر آنیوالا "امیر المؤمنین" کے مخصوص لقب کے ساتھ خلیفہ کو سلام کرتا تھا۔ اس کے برخلاف آپ علیہ السلام نے تمام حاضرین کی طرف رخ کرکے" سلامٌ علیکم" کہا، پھر اجازت کا انتظار کئے بغیر بیٹھ گئے۔ اس روش کی بنا پر ہشام کے دل میں کینہ اور حسد کی آگ بھڑک اٹھی اور اس نے اپنا پروگرام شروع کردیا۔ اس نے کہا" تم اولاد علی ہمیشہ مسلمانوں کے اتحاد کو توڑتے ہو اور اپنی طرف دعوت دیکر ان کے درمیان رخنہ اور نفاق ڈالتے ہو، نادانی کی بنا پر (معاذاللہ) اپنے کو پیشوا اور امام سمجھتے ہو" ہشام تھوڑی دیر تک ایسی یاوہ گوئی کرتا رہا پھر چپ ہوگیا۔

اس کے بعد اس کے نوکروں میں سے ہر ایک نے ایک بات کہی اور آپ کو مورد تہمت قرار دیا۔

امام محمد باقر علیہ السلام اس تمام مدت میں خاموشی اور اطمینان سے بیٹھے رہے۔ جب سب چپ ہوگئے تو آپ علیہ السلام اٹھے اور حاضرین کی طرف مخاطب ہوئے، حمد وثنائے خدا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود کے بعد ان کی گمراہی اور بے راہ روی کو واضح اور اپنی حیثیت نیز اپنے خاندان کے سابقہ افتخار کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

" اے لوگو تم کہاں جارہے ہو اور ان لوگوں نے تمہارا کیا انجام سوچ رکھا ہے؟ ہمارا ہی وسیلہ تھا جس کے ذریعہ خدا نے تمہارے اسلاف کی ہدایت کی اور ہمارے ہی ہاتھوں سے تمہارے کام کے اختتام پر مہر لگائی جائے گی اگر تمہارے پاس آج یہ تھوڑے دنوں کی حکومت ہے تو ہمارے پاس دیرپا حکومت ہوگی۔ ہماری حکومت کے بعد کسی کی حکومت نہیں ہوگی ہم ہی وہ اہل عاقبت ہیں جن کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے کہ عاقبت صاحبان تقوی کے لئے ہے"۔ (۱۹)

امام۔کی مختصر اور ہلا دینے والی تقریر سے ہشام کو ایسا غصہ آیا کہ سختی کے سوا اور کچھ اس کی سمجھ میں نہ آیا اس نے امام علیہ السلام کو قید کردینے کا حکم دیا۔

امام علیہ السلام نے زندان میں بھی حقیقتوں کو آشکار اور واضح کیا۔ زندان کی نگرانی کرنے والوں نے ہشام کو خبر دی، یہ بات اس مشینری کے لئے قابل تحمل نہ تھی جو دسیوں سال سے شام کو علوی تبلیغات کی دست رسی سے دور رکھے ہوئے تھي۔ اس نے حکم دیا کہ امام اور ان کے ساتھیوں کو زندان سے نکال کر پہرہ اور سختیوں میں مدینہ پہنچا یا جائے اور پہلے سے بھی ضروری احکام بھیجے جاچکے تھے کہ راستہ میں کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ اس معتوب قافلہ کے ساتھ کوئي معاملہ کرے۔ اور ان کے ہاتھوں کسی کو روٹی اور پانی بیچنے کا حق نہیں ہے... [۲۰]

اسلامی ثقافت کا احیائ

امام محمد باقر علیہ السلام ان حالات میں حاکم کی سخت گیری اور ضرورت تقیہ کے باوجود۔ اس بات میں کامیاب ہوگئے کہ تعلیم و تربیت کے ذریعہ بہت ہی گہری بنیادوں پر مبنی علمی تحریک بنائیں ۔ انہوں نے آغاز ہی سے تشیع کی بنیادی اور با مقصد دعوت کی اشاعت کیلئے، وسیع پیمانہ پر کوشش شروع کي۔ اس دعوت کی وسعت اتنی تھی کہ شیعوں کے علاقہ جیسے مدینہ اور کوفہ کے علاوہ شیعی فکر کے نفوذ کی قلمرو میں دوسرے نئے علاقوں کا بھی اضافہ ہوا۔ اس سلسلہ میں تمام جگہوں سے زیادہ خراسان کا نام لیا جاسکتا ہے۔

حج کے زمانہ میں عراق، خراسان اور دوسرے شہروں سے ہزاروں مسلمان آپ سے فتوی معلوم کرتے تھے۔ اور معارف اسلام کے ہرباب کے بارے میں آپ سے سوال کرتے تھے۔ ان بزرگ فقہاء کی طرف سے جو علمی اور فکری مکاتب سے وابستہ تھے، آپ کے سامنے دشوار گذار مسائل رکھے جاتے تھے تاکہ آپ الجھ جائیں اور لوگوں کے سامنے خاموش رہنے پر مجبور ہوجائیں ۔

امام۔نے ان تمام مقامات پر تشیع کے ارکان کی تفصیلی توضیح کے ساتھ اس کے اعلی صفات

کو محدود سطح اور گنے چنے افراد سے نکالا اور اسے آفاقی نکال کر مکتب کے مفاہیم کی نشر و اشاعت کے ذریعہ افراد کی پرورش کی اور حقیقی اسلام کو مجسم بنایا_ چنانچہ بہت سے شہروں میں اس کا رد عمل ظاہر ہوگیا تھا_

ان کاموں کی وجہ سے لوگ ان کے گرویدہ ہوگئے تھے اور آپ علیہ السلام نے قوم میں بہت زیادہ نفوذ پیدا کر لیا تھا_ جبکہ خلافت بنی امیہ کے زمانہ میں قبیلہ مضر اور حمیر کے درمیان نسلی قتل کی آگ بھڑک رہی تھي_ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ دونوں قبیلوں کے درمیان امام علیہ السلام کے چاہنے والے تھے جیسا کہ باقاعدہ شیعہ کہے جانے والے شعراء جیسے فرزدق تمیمی مضری اور کمیت اسدی حمیری دونوں ہی امام_ اور اہل بیت علیہم السلام کی دوستی میں متفق تھے_

اسلامی نظام کی تشکیل

امام محمد باقر علیہ السلام نے ضرورت کی وجہ سے معاشرہ پر مسلط حکومت سے لڑنے اور آمنے سامنے کی جنگ سے اجتناب کیا اور آپ نے زیادہ تر فکری اور ثقافتی کام کیا_ جو نظریاتی تخم ریزی بھی تھی اور سیاسی تقیہ بھی_ لیکن یہ حکیمانہ انداز اس بات کا سبب نہیں بنا کہ امام_ تحریک امامت کی کلی سمت کو قریبی دوستوں اور سچے شیعوں کے لئے جو اُن کے گرویدہ تھے، واضح نہ کریں_ اور عظیم شیعی مقصد کو_ یعنی اسلامی نظام کو ناقابل اجتناب مبارزہ کے ذریعہ_ ان کے دلوں میں زندہ نہ کریں_ امام محمد باقر علیہ السلام کے امید افزا طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ آپ آئندہ کے لئے دل پسند نوید دیتے تھے جو چنداں دور بھی نہیں ہوتی تھي_

راوی کہتا ہے: ہم ابو جعفر_ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے ایک بوڑھا آدمی آیا، سلام کیا اور کہا کہ اے فرزند رسول خدا کی قسم میں آپ کا اور آپ کے چاہنے والوں کا دوست ہوں یہ دوستی دنیا کی لالچ میں نہیں ہے... میں نے آپ کے امر و نہی کو قبول کر لیا ہے اور میں اس انتظار

میں ہوں کہ آپ کی کامیابی کا زمانہ قریب آئے، کیا اب ہمارے لئے کوئي امید ہے؟ امام علیہ السلام نے اس بوڑھے آدمی کو اپنے پہلو میں بٹھایا اور فرمایا اے پیرمرد کسی نے میرے والد علی ابن الحسین علیہ السلام سے یہی پوچھا تھا، میرے والد نے اس سے کہا تھا کہ "اگر اسی انتظار میں مرجاؤ گے تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، علی علیہ السلام، حسن علیہ السلام، حسین علیہ السلام اور علی بن الحسین کی بارگاہ میں پہنچو گے... اور اگر زندہ رہ جاؤ گے تو اسی دنیا میں وہ دن دیکھو گے کہ تمہاری آنکھیں روشن ہوجائیں گی اور اس دنیا میں ہمارے ساتھ ہمارے پہلو میں بلند ترین جگہ پاؤ گے ...[۲۱]

اس طرح کے بیانات اس کھٹن ماحول میں دل انگیز خواب کی طرح نظام اسلامی اور حکومت علوی کی تشکیل کے لئے شیعوں کے ستم رسیدہ دلوں میں امید کی کرن اور متحرک کرنے والی لہرپیدا کرتے اور آئندہ کے لئے اس بات کو یقینی اور نہ ٹلنے والی صورت میں پیش کرتے تھے۔

امام علیہ السلام کی یہ روش اس بات کا نمونہ ہے کہ حضرت کا تعلق اپنے نزدیکی اصحاب سے کیسا تھا، اور یہ روش ایک دوسرے سے منظم اور مرتب رابطہ کی نشاندہی بھی کرتی ہے۔یہی وہ حقیقت تھی جو خلافت کی مشینری کو ردّ عمل ظاہر کرنے پر ابھارتی تھي۔

ہشام کی خلافت کی مشینری جس کو بلاذری اموی خلفاء میں مقتدر ترین خلیفہ جانتا ہے۔ اگر امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ سختی سے پیش آتی تھی تو اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی روش اور عمل میں ہشام اپنے لئے ایک قسم کی تہدید دیکھ رہا تھا اور آپ کا وجو اس کے لئے ناقابل تحمل تھا۔

یہ بات ناقابل تردید ہے کہ اگر امام محمد باقر علیہ السلام فقط علمی زندگی میں سرگرم عمل رہتے اور تنظیم سازی کی فکر نہ کرتے تو خلیفہ اپنے لئے اس بات میں صلاح نہیں سمجھتا کہ وہ سخت گیری اور شدّت کے ساتھ آپ کو سخت مقابلہ کے لئے بھڑکائے اور نتیجتاً آپ کے دوستوں اور معتقدین کو۔ جن کی تعداد کم بھی نہ تھی۔ اپنے اوپر ناراض اور اپنی مشینری سے ناخوش کرلے۔

امام محمد باقر ؑ کے مکتب فکر کے پروردہ افراد

امام محمد باقر ؑ کے مکتب فکر میں مثالی اور ممتاز شاگردوں نے پرورش پائی تھی ان میں سے کچھ افراد کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے۔

۱۔ابان ابن تَغلب:

ابان ابن تغلب نے تین اماموں کی خدمت میں حاضری دی تھے۔چوتھے امام ؑ ، پانچویں امام ؑ اور چھٹے امام ؑ ابان اپنے زمانہ کی علمی شخصیتوں میں سے ایک تھے، تغیرحدیث، فقہ، قرائت اور لغت پر آپ کو تسلط حاصل تھا۔ابان کی فقہی منزلت کی وجہ ہی سے امام محمد باقر ؑ نے ان سے فرمایا کہ مدینہ کی مسجد میں بیٹھو اور لوگوں کے لئے فتوی دوتا کہ لوگ ہمارے شیعوں میں تمہاری طرح کے میرے پیروکار کو دیکھیں[۲۲]جب امام جعفر صادق۔نے ابان کے مرنے کی خبر سنی تو آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم ابان کی موت نے میرے دل کو مغموم کردیا ہے[۲۳]

۲۔زرارہ ابن اَعیُن:

شیعہ علمایٔ، امام محمد باقر ؑ اور امام جعفر صادق۔کے شاگردوں میں سے چھ افراد کو برتر شمار کرتے ہیں اور زرارہ ان میں سے ایک ہیں۔امام جعفر صادق۔فرماتے ہیں کہ اگر بریر ابن معاویہ، ابوبصیر، محمد ابن مسلم اور زرارہ نہ ہوتے تو آثار نبوت مٹ جاتے، یہ لوگ حلال و حرام خدا کے امین ہیں۔[۲۴] اور پھر فرماتے ہیں: بریر، زرارہ، محمد ابن مسلم اور احول، زندگی اور موت میں میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

۳۔کُمَیت اسدی:

ایک انقلابی اور با مقصد شاعر تھے ان کی زبان گویا آپ کی شاعری دفاع اہل بیت ؑ کے سلسلہ میں لوگوں کو جھنجوڑنے والی اور (دشمنوں کو) اس طرح ذلیل کرنے والی تھی کہ دربار خلافت کی طرف سے مستقل موت کی دھمکی دی جاتي۔کُمَیت امام محمد باقر ؑ کے شیدائي تھے اور محبت کے اس راستہ میں انہوں نے اپنے کو فراموش کردیا تھا ایک دن امام ؑ کے سامنے امام کی مدح میں کہے جانے والے مناسب اشعار پڑھ رہے تھے کہ امام ؑ نے کعبہ کی طرف

رخ کیا اور تین بار فرمایا: خدایا کُمَیت پر رحمت نازل فرما_ پھر کُمَیت سے فرمایا اپنے خاندان سے میں نے ایک لاکھ درہم تمہارے لئے فراہم کئے ہیں_

کُمَیت نے کہا" میں سیم و زر کا طالب نہیں ہوں فقط اپنا ایک پیراہن مجھے عطا فرمائیں_ امام علیہ السلام نے پیراہن ان کو دیدیا (۲۵)

۴_ محمد بن مسلم فقیہ اہل بیت:

امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام کے سچے دوستوں میں سے تھے آپ کوفہ کے رہنے والے تھے لیکن امام کے علم بیکراں سے استفادہ کرنے کے لئے مدینہ تشریف لائے_

عبداللہ ابن ابی یعفور بیان کرتے ہیں:" میں نے امام جعفر صادق_ سے عرض کیا کہ کبھی مجھ سے سوالات ہوتے ہیں جن کا جواب میں نہیں جانتا اور آپ تک بھی نہیں پہنچ سکتا_ آخر میں کیا کروں؟ امام علیہ السلام نے محمد ابن مسلم کا نام بتایا اور فرمایا کہ:" ان سے کیوں نہیں پوچھتے؟" (۲۶)

کوفہ میں رات کے وقت ایک عورت محمد ابن مسلم کے گھر آئي اور اس نے کہا، میری بہو مرگئي ہے اور اس کے پیٹ میں زندہ بچہ موجود ہے ہم کیا کریں؟

محمد ابن مسلم نے کہا:" امام محمد باقر علیہ السلام نے جو فرمایا ہے اس کے مطابق تو پیٹ چاک کرکے بچہ کو نکال لینا چاہئے اور پھر مردہ کو دفن کردینا چاہئے_

پھر محمد ابن مسلم نے اس عورت سے پوچھا کہ میرا گھر تم کو کیسے ملا؟ عورت بولي:" میں یہ مسئلہ ابو حنیفہ کے پاس لے گئي انہوں نے کہا کہ میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتا، لیکن تم محمد ابن مسلم کے پاس جاؤ اور اگر وہ فتوی دیدیں تو مجھے بھی بتادینا ... (۲۷)

شہادت کے بعد مبارزہ

امام محمد باقر علیہ السلام کی رہبری کا ۱۹ سالہ زمانہ نہایت دشوار حالات اور ناہموار راہوں میں گذرا_ آخر میں آپ کی کم مگر پر برکت عمر کے اختتام کا وقت آیا تو اس شعلہ ور مرکز کے گرم خاکستر سے

آپ نے اپنی آخری برق اموی سلطنت کی بنیاد پر گرادی۔

امام نے اپنے بیٹے امام جعفر صادق۔ کو حکم دیا کہ ان کے پیسوں میں سے ایک حصہ (۸۰۰ درہم) دس سال کی مدت تک عزاداری اور ان پر گریہ کرنے میں صرف کریں۔ عزاداری کی جگہ میدان منی اور عزاداری کا زمانہ حج کا زمانہ ہے[۲۸] حج کا زمانہ دور افتادہ اور نا آشنا دوستوں کی وعدہ گاہ ہے۔ اگر کوئی پیغام ایسا ہو کہ جسے تمام عالم اسلام تک پہنچانا ہو تو اس سے بہتر موقع اور کوئی نہیں ہے۔ حج کے اعمال مسلسل چند دنوں تک متعدد مقامات پر انجام پاتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ سب سے زیادہ مناسب جگہ منی ہے چونکہ عرفات سے واپسی پر حاجی تین راتوں تک وہاں ٹھہرتے ہیں، اس لئے آشنائی اور ہمدردی کے لئے سب جگہوں سے زیادہ موقع وہیں ملتا ہے۔ اور یہ طبیعی بات ہے کہ اگر ان تین دنوں میں اس بیابان میں ہر سال مجلس عزا برپا ہو تو ہر آدمی کی نظر اس پر پڑے گی اور آہستہ آہستہ لوگ اس سے آشنا ہوجائیں گے اور خود ہی سوال کرنا شروع کردیں گے کہ "کئی برسوں سے مدینہ کے کچھ لوگ۔ وہ مدینہ جو مرکز اسلام اور مرکز صحابہ ہے۔ حج کے زمانہ میں منی میں مجلس عزا برپا کرتے ہیں وہ بھی عالم اسلام کی بلند شخصیت محمد ابن علی ابن الحسین کے لئے تو کیا ان کی موت طبیعی نہ تھی؟ ان کو کس نے قتل کیا یا زہر دیا ہے؟ اور کیوں؟ آخر انہوں نے کیا کہا اور کیا کیا؟ کیا اس کا کوئی سبب تھا اور ان کی کوئی دعوت تھی؟ کیا ان کا وجود خلیفہ کے لئے خطرہ کا باعث تھا؟ دسیوں ابہام اس کے پیچھے دسیوں سوالات اور جستجو والی باتیں اور پھر صاحبان عزا یا اطلاع رکھنے والے ان لوگوں کی طرف سے، جو اس پراگندہ جمعیت میں شریک تھے، جوابات کا ایک سیلاب۔

یہ تھا امام محمد باقر علیہ السلام کا کامیاب نقشہ، شہادت کے بعد جہاد کا نقشہ اور یہ ہے اس پُر برکت زندگی کا وجود جن کی موت اور زندگی خدا کے لئے ہے۔

امام ـ کی شہادت

۷ ذی الحجہ ۱۱۴ ھ ق کو ۵۷ برس کی عمر میں ظالم اموی بادشاہ ہشام بن عبدالملک کے ہاتھوں سے حضرت امام محمد باقر ؑ مسموم اور شہید ہوئے[۲۹] شہادت کی رات آپ نے اپنے فرزند حضرت جعفر ابن محمد ـ سے فرمایا کہ "میں آج کی رات اس دنیا کو چھوڑ دونگا ـ میں نے ابھی اپنے پدر بزرگوار کو دیکھا ہے کہ وہ خوشگوار شربت کا جام میرے پاس لائے ہیں اور میں نے اس کو پیا اور انہوں نے مجھے سرائے جاوید اور دیدار حق کی بشارت دي ـ

امام جعفر صادق ـ نے اس خداداد علم کے دریائے بیکراں کے تن پاک کو امام حسن مجتبی ؑ اور امام زین العابدین کے پہلو میں قبرستان بقیع میں سپرد خاک کیا[۳۰]

سوالات:

۱_ امام محمد باقر علیہ السلام کس تاریخ کو پیدا ہوئے اور آپ نے اپنے جد حسین بن علی_ اور اپنے پدر گرامی قدر امام زین العابدین _کے ساتھ کتنے دنوں تک زندگی بسر کي؟

۲_ امام محمد باقر علیہ السلام کے بارے میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیا پشین گوئی تھي؟

۳_ اخلاق امام محمد باقر علیہ السلام میں سے ایک نمونہ بیان فرمایئے

۴_ کن کن اموی خلفاء کے زمانہ میں امام علیہ السلام تھے اور امام علیہ السلام کے بارے میں انکی عمومی روش کیا تھي؟

۵_ خلافت ہشام کے بارے میں امام علیہ السلام کا موقف بیان کیجئے_

۶_ اسلامی تہذیب وثقافت کے احیاء میں امام محمد باقر علیہ السلام کی کیا خدمات تھیں ؟

۷_ اسلامی تہذیب وثقافت کی نشر و اشاعت جو خلیفہ کے غیظ و غضب کو بھڑکانے کا اصلی سبب تھي، اس میں امام کی اہم ترین فعالیت کیا تھي؟

۸_ امام محمد باقر علیہ السلام کے مکتب فکر کے تین اصحاب اور شاگردوں کا نام بتایئے

۹_ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کس تاریخ کو اور کیسے شہید ہوئے؟

حوالہ جات

١ مصباح المتھجد شیخ طوسي/ ٥٥٧، بحار الانوار لد ٣٦/ ٢١٣_

٢ کافی جلد ١/ ٣٦٩"کانت صدیقہ لم تدرک فی آل الحسن امراۃ مثلھا"_

٣ امالی شیخ صدوق/ ٢١١، بحار الانوار جلد ٣٦/ ٢٢٣_

٤ امالی شیخ طوسی/ ٢٦١، بحار الانوار جلد ٣٦/ ٢٣٣_ ٢٣٤ اختصار کے ساتھ_

٥ ارشاد مفید/ ٢٦٤، بحار جلد ٣٦/ ٢٨٧، مناقب جلد ٣/ ٢٠١_

٦ علل الشرائع جلد ١/ ٢٢٢، بحار جلد ٣٦/ ٢٢٥_

٧ ارشاد مفید/ ٣٦٣ مطبوعہ بصیرتی قم_

٨ ارشاد مفید/ ٢٦٣، بحار جلد ٣٦/ ٢٨٩،٢٨٦_

٩ مناقب ابن شہر آشوب جلد ٣/ ١٩٧، بحار جلد ٣٦/ ٢٨٩_

١٠ الصواقع المحرقہ/ ١٢٠_

١١ مناقب جلد ٣/ ١٩٥، بحار جلد ٣٦/ ٢٩٣_ ٢٩٥_

١٢ مروج الذھب جلد ٣/ ١٥٧_

١٣ سیاست میں خشونت اور سختی کے لئے کنایہ ہے_

١٤ مروج الذھب ٣/ ١٦٠_ ١٦١_

١٥ کامل ابن اثیر جلد ٣/ ٥٧٧_

١٦ تاریخ سیاسی اسلام جلد ١/ ٣٢٣_

١٧ العقد الفرید جلد ٥/ ١٦٦_

١٨ تاریخ سیاسی اسلام جلد ١/ ٣٣١_

١٩ ناقب ابن شہر آشوب ج ٣/ ١٨٩"ایھا الناس این تذھبون و این یراد بکم؟بنا ھدی اللہ اولکم و بنا یختم آخرکم فان یکن لکم ملک معجل" فانّ لنا ملکا موجلاً و لیس من بعد ملکنا ملکٌ لانا اھل العاقبہ، یقول اللہ تعالی " و العاقبة للمتقین"_

٢٠ مناقب ابن شہر آشوب جلد ٣/ ١٩٠، بحار جلد ٣٦/ ٣١٢، دلائل الامامہ للطبری/ ١٠٨_

۲۱ بحار الانوار جلد ۳۶/ ۳٦۱_ ۳٦۲_

۲۲ جامع الرواة جلد ۱/ ۹، معجم رجال الحديث جلد ۱/ ۱۳۷_

۲۳ جامع الرواة جلد ۱/ ۹، معجم الرجال الحديث جلد ۱/ ۱۳۷_

۲۴ جامع الرواة جلد ۱/ ۱۴۱_

۲۵ سفینة البحار جلد ۲/ ۳۹٦، مناقب ابن شهر آشوب جلد ۴/ ۱۹۷_

۲٦ جامع الرواة ۲/ ۱٦۳_

۲۷ رجال کشی/ ۱٦۲ چاپ دانشگاه مشهد_

۲۸ بحار الانوار جلد ۳٦/ ۲۱۵، ۲۲۰ "عن ابی عبدالله قال : قال لی ابي: یا جعفر اوقف لی من مالی کذا و کذا النوادب تند بنی عشر سنین بمنی ایام مني"_

۲۹ بحار الانوار جلد ۳٦/ ۲۱۷_

۳۰ بحار الانوار جلد ۳٦/ ۲۱۳_ ۲۱۵_

نواں سبق:

امام جعفر صادق عليه السلام كي سوانح عمري

ولادت

آسمان ولایت کے چھٹے ستارے حضرت جعفر ابن محمد (علیہما السلام) ۱۷ ربیع الاول کو اپنے جدّ بزرگوار، رسول خدا کی ولادت کے دن، ۸۶ ھ کو مدینہ میں پیدا ہوئے_ آپ کی مشہور ترین کنیت " ابو عبداللہ " اور معروف ترین لقب "صادق " تھا[۱] پدر بزرگوار امام محمد باقر_ اور مادر گرامی فروہ بنت قاسم ابن محمد بن ابی بکر تھیں_ جو امام جعفر صادق علیہ السلام کے قول کے مطابق پرہیزگار، با ایمان اور نیکو کار خواتین میں سے تھیں[۲] آپ کی عمر مبارک ۶۵ سال تھی ، ۱۲ سال آپ نے اپنے جد امام زین العابدین علیہ السلام کی آغوش محبت میں اور ۹ سال اپنے پدر گرامی امام محمد باقر_ کے ساتھ گذارے آپ کی امامت کا زمانہ ۳۴ سال ۱۱۴ ھ ق سے ۱۴۸ ھ تک رہا

[۳]

امام_ کی پرورش کا ماحول

امام_ نے اپنی زندگی کا نصف زمانہ اپنے جد بزرگوار اور پدر عالیقدر کی تربیت میں گذارا_ یہ قیمتی زمانہ آپ کے لئے ایسے بلند مدرسہ اور خاندان وحی سے علم و دانش اور فضیلت و معرفت الہی کے کسب کا بہترین موقع تھا_

امام_ بچپن ہی سے رنج و مصائب کے ساتھ غمزدہ خاندان میں پل کر بڑے ہوئے_ امام زین العابدین علیہ السلام کے خاندان جیسا کوئي ہی گھرانہ ملے گا جس نے ایسے مصائب و آلام اور روحانی

درد و الم کو دیکھا ہو_ امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب کی شہادت کی جاں گداز یاد، معصوم بچوں اور اہل بیت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشکوں نے امام سجاد_ کے خاندان کے تمام افراد کو ماتم اور دائمی رنج و غم میں بتلا کر رکھا تھا_ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایسے گھرانے میں آنکھیں کھولیں_ اور جیسے جیسے بڑے ہوتے گئے، اپنے زمانہ کے سیاسی و اجتماعی حالات سے آشنا ہوتے گئے_ اور آپ کی آنکھوں کے سامنے نئے نئے افق کے دروازے کھلتے گئے_

آپ بہت قریب سے دیکھ رہے تھے کہ آپ کے جد و پدر کے ایک ایک عمل اور آپ کے گھر آنے جانے والے لوگوں کی اموی مشینری نگرانی کر رہی ہے، اور یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ آپ کے اصحاب کتنی زحمت اور دشواری کے ساتھ آپ سے ملاقات کر پاتے ہیں_

دوسری طرف، دادا اور پدر بزرگوار کے پاس تشنگان علوم کے، اگرچہ محدود تعداد میں ، آنے جانے سے، مختلف علوم اسلامی اور علمی و فقہی بحثوں کا آپ نے مشاہدہ کیا تھا، اصول امامت کو مستحکم بنانے، احکام کو بیان کرنے ، اسلام کی اصلی تہذیب کی نشر و اشاعت اور اہل بیت کی روش پر قرآن کی تفسیر کی راہ میں اپنے والد کی کوششوں اور دشواریوں کا آپ نزدیک سے مشاہدہ فرما رہے تھے اور خاندان کے بڑے بیٹے کے عنوان سے ان تمام کاموں میں شریک تھے_

امام_ کا اخلاق اور انکی سیرت

امام جعفر صادق علیہ السلام اسلامی اخلاق اور انسانی فضائل کا مکمل نمونہ تھے_ جیسا کہ آپ نے خود اپنے پیروکاروں سے فرمایا: " کونوا دعاة الناس بغیر السنتکم "[۴] لوگوں کو بغیر زبان کے (اپنے عمل سے) دعوت دو زندگی کے تمام پہلوؤں میں اسلام کی روشنی کا درس پہنچانے کے لئے آپ کی پوری زندگی وقف تھی_

اب ہم آپ کے اخلاق و سیرت کے چند نمونوں کی طرف اشارہ کریں گے_ اس امید کے

ساتھ کہ آپ کے راستہ پر چلنے والوں اور آپ کے مکتب کی نگہبانی کرنے والوں کے لئے نمونہ قرار پائیں_

الف_ حلم و بردباري

حفص بن ابی عائشہ سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے خدمت گذار کو کسی کام کے لئے بھیجا_ لیکن جب دیر ہوگئي تو آپ خود ہی اس کام کے لئے نکل پڑے_ غلام کو آپ نے دیکھا کہ ایک گوشہ میں سو رہا ہے آپ اس کے سرہانے بیٹھ کر اس کو پنکھا جھلنے لگے_ غلام جب بیدار ہوا تو آپ نے اس سے صرف اتنا کہا کہ "یہ مناسب نہیں ہے کہ انسان دن میں بھی سوئے اور رات میں بھي، رات تمہارے لئے ہے لیکن دن ہمارے لئے ہے"(۵)

ب_ عفو اور درگذر

امام جعفر صادق علیہ السلام کو کسی نے خبر دی کہ آپ کے فلاں چچازاد بھائي نے لوگوں کے درمیان آپ کو بہت برا بھلا کہا ہے_ آپ اٹھے، وضو کیا، دو رکعت نماز پڑھی اور نماز کے بعد آپ نے رقت قلب سے فرمایا:" خدایا میں نے اپنا حق ادا کردیا، تیرا جود و کرم سب سے زیادہ ہے تو اس سے درگذر کر اور اس کے اعمال کا مواخذہ نہ کر"(۶)

ج_ حاجت مندوں کی مدد

ابو جعفر خثعمی نقل کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک تھیلی جس میں پچاس دینار تھے، ایک شخص کو دینے کے لئے مجھے دی اور آپ نے تاکید کی کہ میرا نام نہ بتانا جب میں نے تھیلی اس آدمی کو دی تو اس نے شکریہ ادا کیا اور کہا: یہ کس کی طرف سے امداد آئي ہے_ وہ کون شخص ہے جو چند دنوں کے بعد ایک بار یہ امداد میرے پاس بھیج دیتا ہے جس سے ایک سال کا میرا خرچ چل جاتا ہے، لیکن اس کو امام صادق علیہ السلام سے گلہ تھا کہ آپ قدرت رکھتے ہوئے بھی ہماری مدد نہیں

کرتے"(۷)

د۔ امام۔اور زراعت

ابوعمرو شیبانی نقل کرتے ہیں کہ:" امام جعفر صادق علیہ السلام کو میں نے دیکھا کہ موٹا اور کُھردرا لباس پہنے ہوئے ہیں اور حالت یہ ہے کہ پسینہ بہہ رہا ہے، اور بیلچہ لے کر کھیت میں کام کر رہے ہیں میں نے عرض کي:" میں آپ پر قربان ہوجاؤں، بیلچہ مجھے دیدیں تاکہ آپ کی بجائے میں کام کروں آپ نے فرمایا"مجھے یہ پسند ہے کہ انسان حصول معاش کے لئے گرمی کی تکلیف برداشت کرے"(۸)

امام۔کی شخصیت و عظمت

امام جعفر صادق علیہ السلام کی عظمت اور شخصیت کو نمایاں کرنے کے لئے اتنا کافی ہے کہ آپ کا سخت ترین دشمن، منصور دوانقی جب آپ کی خبر شہادت سے مطلع ہوا تو اس نے گریہ کیا اور کہا" کیا جعفر ابن محمد کی نظیر مل سکتی ہے؟"(۹)

مالک ابن انس۔ جوکہ اہل سنت کے چار اماموں میں سے ایک ہیں۔ فرماتے ہیں کہ: جعفر ابن محمد کے جیسا نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں یہ بات آئي کہ علم و عبادت و پرہیزگاری کے اعتبار سے جعفر بن محمد سے برتر بھی کوئي ہوگا(۱۰)ابن ابی العوجاء۔ اس زمانہ کے مادہ پرستوں کا امام۔ امام کی شخصیت کا اعتراف کرتے ہوئے کہتا ہے"یہ (امام صادق) بشر سے بالاترہیں اگر زمین پر کسی روحانی کا وجود ہوسکتا ہے اور وہ بشر کی صورت میں جلوہ گر ہو تو وہ جعفر ابن محمد ہیں (۱۱)"

امام کا علمی مقام

امام جعفر صادق علیہ السلام کی بلندترین علمی شخصیت اور ان کے علوم کا آوازہ اس زمانے کے معاشرہ میں اتنا پھیلا کہ علمی محافل اور فضل و دانش کی مجالس میں نہایت عظمت و احترام کے ساتھ آپ کو "صادق آل محمد" کے لقب سے یاد کیا جانے لگا_ دوست اور دشمن ہر ایک نے آپ کے علمی مقام کی برتری کے بارے میں زبان کھولي_

ابو حنیفہ_ اہل سنت حنفی مسلک کے امام فرماتے ہیں کہ "میں نے جعفر ابن محمد سے زیادہ فقیہ کسی کو نہیں دیکھا ایک دن منصور کے حکم کے مطابق میں نے چالیس فقہی مسائل تیار کیئے تاکہ خلیفہ کے سامنے کسی جلسہ میں آپ سے سوال کروں، سوالات ہوجانے کے بعد امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان میں سے ایک ایک سوال کے موارد اختلاف کے بارے میں ایسا کامل جواب دیا کہ سب نے اعتراف کر لیا کہ اختلاف آراء کے بارے میں آپ سب سے زیادہ علم و آگہی رکھتے ہیں [۱۲] ڈاکٹر عبدالقادر محمود_ مصری دانشمند اور صاحب قلم، "الامام الصادق رائد السنۃ و الشعیہ"_ نامی کتاب کے مؤلف اپنی کتاب کے مقدمہ میں رقم طراز ہیں "امام جعفر صادق علیہ السلام اہل سنت اور شیعہ دونوں کے مرجع ہیں، آپ علیہ السلام کی عظمت کے لیے یہی کافی ہے کہ آپ علیہ السلام فقہ کے ائمہ ابوحنیفہ اور مالک اور کیمیا کے ماہر جابربن حیان کے استاد ہیں، اور ان کا وجود ایک مکتب اور مذہب سے مخصوص نہیں ہے بلکہ سب سے متعلق ہے_

امام جعفر صادق علیہ السلام کے ہم عصر زمامداران حکومت

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ۱۱۴ھ ق ہیں امت کی رہبری کی ذمہ داری اپنے ہاتھوں میں لي_ چند خلفاء بنی امیہ و بنی عباس آپ کے ہم عصر تھے_ خلفاء بنی امیہ میں سے ہشام بن

عبدالملک ولیدبن یزید، یزید ابن ولید، ابراہیم ابن ولید اورمروان حمار اور خلفاء بنی عباس میں سے ابوالعباس سفّاح اور منصور دوانقی آپ کے ہمعصر تھے_

بنی امیہ کے جرائم

۴۰ ھ ق_ امیرالمؤمنین_کی شہادت کے بعد معاویہ کے ہاتھوں میں زمام حکومت آنے سے لے کر_ ۱۳۲ ھ ق تک_ جو بنی امیہ کی حکومت کے ختم ہونے کا زمانہ ہے_ دنیائے اسلام عملی طورپر بنی امیہ کے قبضہ میں تھي_

تقریباً ایک صدی تک امویوں کی حکومت تاریخ اسلام کے ادوار میں سیاہ ترین حکومت تھي، اس زمانہ میں اسلام اور مسلمان بنی امیہ کے ہاتھوں کا کھلونہ تھے_ مسلمان، خاص کر خاندان نبوت کے پیرو شدت، سختی اور گھٹن میں زندگی بسر کررہے تھے_ امیرالمؤمنین علی_کیلئے ناروا الفاظ استعمال کرنا بنی امیہ کے منصوبوں میں سر فہرست تھا_ کربلا کا خونین حادثہ اور سیدالشہداء حسین علیہ السلام ابن علی علیہ السلام کی شہادت اس گروہ کے جرائم کا اوج شمار کیا جاتا ہے_ کربلا کے قتل عام کے بعد بھی بہت سے بزرگ شیعہ اور علویوں کو اہل بیت کے طرف دار ہونے کے جرم میں یا تو قتل کردیا گیا یا کئي سال تک تاریک اور خوفناک قید خانوں میں نہایت بری حالت میں رکھا گیا_

ولید ابن عبدالملک نے حکومت حاصل کرلینے کے بعد اپنی پہلی تقریر میں کہا" جو بھی ہمارے سامنے سرکشی کرے گا ہم اس کو قتل کردیں گے اور جو سکوت اختیار کرے کا_ سکوت کا درد اسے مارڈلے گا(۱۳)بنی امیہ ملحد اور خدا سے غافل تھے انہوں نے ابتداء ہی سے دین اسلام اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے دشمنی کررکھی تھی_ بعد کے واقعات اوربدرو احدو غیرہ کی جنگ پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم ، امیرالمؤمنین علیہ السلام اور آپ کے خاندان کے بارے میں کینہ میں شدّت کا باعث بنی اور بعد میں جب بھی موقع ملا انتقاماً اسلام

اور امت اسلامی کو ختم کرنے میں کسی بھی فریب و جرم کو فروگذاشت نہیں کیا گیا

بنی امیہ کی حکومت ختم ہونے کے وجوہات

تاریخ میں خاندان بنی امیہ کے خلاف عراق، ایران، اور شمالی افریقہ کے مسلمانوں کے قیام کے اسباب بہت پھیلے ہوئے ہیں ہم ان وجوہات میں سے صرف ان تین وجوہات کو جو تمام وجوہات سے زیادہ امویوں کے تخت و تاج کو بربادی کے تیز اور تند طوفانوں تک لے گئیں، ذکر کر رہے ہیں۔

۱۔ ائمہ علیہ السلام کا مسلسل جہاد اور انکی پھیلائی ہوئی روشنی:

اس میں کوئی رشک نہیں کہ ائمہ اور ان کے اصحاب کی پھیلائی ہوئی روشنی اور ان کے مبارزہ خصوصاً واقعہ کربلا نے حکومت بنی امیہ کے خلاف نفرت اور شورش پھیلانے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ نمونہ کے طور پر ملاحظہ ہو: امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنی پوری زندگی۔ منجملہ ان کے ان برسوں میں جب بنی امیہ حکومت کر رہے تھے۔ جہاں تک بنی امیہ کی نگرانیوں اور پابندیوں نے اجازت دی آپ جہاد کرتے رہے اور ظلم و ستم کے خلاف جنگ میں مصروف رہے۔

ہشام کی حکومت کے زمانہ میں ایک سال جب امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ حج کو تشریف لے گئے تھے۔ حجاج کے عظیم اجتماع میں آپ نے تقریر کی اور اس تقریر میں اہل بیت علیہ السلام کی امامت و رہبری کے بارے میں فرمایا:

"حمد و شکر اس خدا کا جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا اور ہم کو ان کے ذریعہ کرامت بخشی ہم لوگوں کے درمیان خدا کے منتخب بندے ہیں۔ نجات وہ پائے گا جو ہمارا پیرو ہے اور بد نصیب و تیرہ بخت وہ ہے جو ہم سے دشمنی کرتا ہے کچھ لوگ زبان سے ہماری دوستی کا اظہار کرتے ہیں لیکن دل سے ہمارے دشمن کے دوست ہیں"[۱۴]

اس تقریر کی وجہ سے ہشام نے حاکم مدینہ کو حکم دیا کہ ان دونوں بزرگواروں کو شام بھیج دو_ امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام دمشق پہنچے اور اموی خلیفہ کا برتاؤ دیکھا(۱۵)

۲_ اقتصادی دباؤ:

پیداوار اور درآمد میں اضافہ کے امکانات پیدا کرنے کی بجائے حکومت اموی ٹیکس اور خراج و غیرہ وصول کرنے پر زیادہ زور دیتی تھي_ بہرحال وہ خلیفہ جس کے ہاتھ میں اقتدار آتا تھا وہ پہلے کی مقدار کو اور بھی بڑھا دیتا تھا_
انہوں نے تمام کسانوں اور کھیتی کرنے والوں کو مجبور کیا کہ_ قانونی ٹیکس دینے کے علاوہ_ ساسانیوں کی طرح "نوروز کا ہدیہ" کے نام سے کچھ مزید مال ان سے وصول کریں پہلا شخص جس نے اس کو قانونی شکل دی وہ معاویہ تھا اور صرف کوفہ اور اس کے اطراف کا ایک سال کا ہدیہ نوروز ایک کرڑور ۳۰ لاکھ درہم سے زیادہ تھا_ اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ دوسری جگہوں، جیسے ہرات، خراسان و غیرہ، کا ہدیہ کتنا رہا ہوگا(۱۶) تمام جگہوں کی اقتصادی طور پر بری حالت تھی خاص کر عراق، جو بنی امیہ کے بڑے بڑے مالداروں کے رہنے کی جگہ اور زرخیز اور پر برکت علاقہ تھا جو زیادہ تر خلیفہ یا حکومت کے سرکردہ افراد کے لئے مخصوص تھا_ زمامداران حکومت اور ان کے ارد گرد رہنے والوں کی لالچی طبیعت نے وسیع و عریض اسلامی ملک کی عجیب حالت بنا رکھی تھي(۱۷) عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں کچھ دباؤ کم ہوا اور مالیات کے مشکلات حل ہوئے لیکن عمر ابن عبدالعزیز کے بعد حالات نے پلٹا کھایا اور پھر وہی صورت حال پیدا ہوگئي اور بحرانی حالت بڑھتی ہی رہي_

۳_ غیر عرب کو نظر انداز کرنا:

بنی امیہ کی حکومت عربیت کی بنیاد پر قائم ہوئي تھی انہوں نے تمام عہدے عربوں کو دے

رکھے تھے اور اسلام کے دوسرے گروہ کو " موالی "[۱۸] کے نام سے پکارتے تھے، نہ صرف یہ کہ ان کو حکومت کے عہدوں سے محروم کر رکھا تھا بلکہ ان کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ جو غیر عرب تھا اس کو بصرہ سے نکال دیا گیا تھا۔ یہ پناہ گزین اپنے مظاہرہ میں " وا محمداہ وا احمداہ" کا نعرہ لگاتے تھے اور وہ نہیں جانتے تھے کہ کہاں جا کر پناہ لیں ۔ [۱۹] کچھ کہتے تھے کہ: تین چیزوں گدھا، کتا اور موالي، سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔[۲۰]

ایک دن معاویہ موالی کی بڑھتی ہوئي تعداد سے غصہ میں آیا اور اس نے ارادہ کیا کہ ان میں سے آدھے کو تہہ تیغ کردے لیکن " احنف" نے اس اقدام سے اسے روکا[۲۱] جب کوئي عرب ناد آدمی سامان خرید کر واپس آتا تھا اور راستہ میں کسی عجمی کو دیکھ لیتا تو وہ اپنے سامان کو زمین پر رکھ دیتا تھا، اب عجمی کا فریضہ تھا کہ وہ اس کو گھر تک پہنچائے[۲۲] ان وجوہات ۔ اور دوسرے وجوہات ۔ کی بنا پر حکومت اموی کے خلاف یکے بعد دیگرے شورشیں اور ہنگامے برپا ہوئے اور ہر ایک پر یہ بات روشن ہوگئي کہ سوائے حکمرانی اور تسلط حاصل کرنے کے امویوں کا اور کوئي دوسرا مقصد نہیں ہے۔

اس بغاوت کے دور میں لوگ اس طرح اٹھ کھڑے ہوئے کہ ملک کا کنٹرول ان کے ہاتھوں سے نکل گیا اور مروان حمار ۔ آخری اموی خلیفہ ۔ کے زمانہ میں ملک کی حالت ایسی خراب ہوگئي تھی کہ اب دھماکہ ہونے ہی والا تھا۔

دوسری طرف لوگوں نے یہ جان لیا تھا کہ خاندان پیغمبر ﷺ کے افراد جو اسلامی معاشرہ میں محبوب ترین لوگ ہیں اور عدالت و تقوی کا نمونہ شمار کئے جاتے تھے ۔ اور صرف یہی محکم اور قابل اطمینان مرکز ہیں کہ جن کو سامنے لائے بغیر نجات کا کوئي دوسرا راستہ نہیں ہے۔ در حقیقت اہل بیت امت اسلامی کا محور اور مرجع تھے جو سب کے جسم میں زندگی کی روح پھونک رہے تھے۔

اسی وجہ سے تمام تحریکیں اور انقلابات " رضائے آل محمد" کے نعرہ کے ذریعہ ایران، عراق اور شمالی افریقہ میں [۲۳] رشد کی منزل تک پہنچے اور آخر کار نوے ۹۰ سالہ حکومت بنی امیہ کا خاتمہ

کردیا۔

امام۔اور تحریکوں کا رابطہ

انقلاب کے شروع میں تمام آنکھیں امام جعفر صادق علیہ السلام پر لگی ہوئي تھیں اس لئے کہ ان سے زیادہ مناسب کوئي اور نہ تھا جن کو لوگ پہچانتے ہوں ، لیکن امام۔چونکہ لوگوں کی نیتوں اور ان کے ضمیر سے آگاہ تھے اس لئے آپ نے پہلے ہی دن سے موافقت کا اظہار نہیں کیا ہرچند کہ آپ نے اختلاف بھی نہیں کیا۔ امام۔جانتے تھے کہ ہر قیام اگرچہ "رضائے آل محمد" کے نام پر ہو رہا ہے لیکن اس کا مقصد کچھ اور ہی ہے کامیابی کے بعد انقلاب کے رخ کو موڑ کر وہ لوگ اپنے مقاصد کے لئے انجام کو پہنچائیں گے اور اس حقیقت کو امام۔کے ارشادات سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔

١۔عبداللہ ابن حسن نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے خواہش ظاہر کی وہ دعوت میں پیشقدمی کرنے والے سفّاح اور منصور کے ساتھ ہوجائیں آپ نے فرمایا: ان دونوں کی نیت صاف نہیں ہے، تمہارے اور ہمارے نام سے"رضائے آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم " کے نعرہ کے سایہ میں انہوں نے ایک تحریک چلا رکھی ہے لیکن نتیجہ کے موقع پر تم کو اور تمہارے دونوں بیٹوں کو پیچھے دھکیل کر اپنے کو لوگوں کے حکمران کی حیثیت سے پہچنوائیں گے[۲۴]

٢۔سدیر صیرفی کی دعوت میں تعاون کرنے کے جواب میں بھی امام۔نے فرمایا:"میں ان لوگوں میں اخلاص نہیں دیکھ رہا ہوں"۔[۲۵]

٣۔ابو مسلم خراسانی نے، جس نے عباسیوں کو حکومت تک پہنچایا، ایک خط میں امام جعفر صادق علیہ السلام کو لکھا" میں لوگوں کو اہل بیت کی دوستی کی طرف دعوت دیتا ہوں کیا آپ اس بات کی طرف مائل ہیں کہ میں آپ کی بیعت کروں ؟ امام۔نے جواب دیا" نہ تم ہمارے مکتب کے آدمی ہو اور نہ زمانہ ہمارا زمانہ ہے[۲۶]

بنی عباس کا زمانہ

بنی عباس "عبدالمطلب ابن عباس" پیغمبر ﷺ کے چچا کی اولاد سے تھے انہوں نے شروع میں سیدالشہداء علیہ السلام کے خون کے انتقام اور خوشنودی آل محمد ﷺ اور امویوں کے ظلم و ستم سے نمٹنے کے نام پر لوگوں کو اپنے اردگرد جمع کیا اور ایرانی، جو اولاد علي علیہ السلام سے محبت کرتے تھے ان سے فائدہ اٹھایا اور انہوں نے بنی امیہ سے جنگ کی تاکہ امویوں سے حکومت لے کر جو اس کا حقدار ہے اس کے حوالے کردیں گے اور انجام کار انہوں نے ابو مسلم خراسانی اور ایرانیوں کی مدد سے، جو اُن کے اردگرد جمع تھے بنی امیہ کو درمیان سے نکال باہر کردیا۔ لیکن خلافت کو امام وقت جعفر بن محمد۔ کے حوالہ کرنے کے بجائے خود ہی اس پر قبضہ کر لیا[۲۷] آغاز میں بنی عباس نے اسلام کو ظاہر کرکے اس عنوان سے کہ "ہم آل پیغمبر ﷺ ہیں" یہ کوشش کی کہ اپنے کو رسول ﷺ خدا کا حقیقی وارث اور خلافت کے لئے نہایت موزوں ظاہر کریں۔ اور چونکہ وہ دوسروں کی بہ نسبت یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ وہ اس منصب کے لائق نہیں ہیں۔ اس لئے محض اقتدار کے ہاتھ میں آتے ہي، سابقہ ظالموں کی طرح انہوں نے بھی اپنی سلطنت کی حفاظت کیلئے امام جعفر صادق علیہ السلام اور ان کے چاہنے والوں پر سختي اور دباؤ ڈالنا شروع کردیا اور ہر ممکن کوشش کی کہ معاشرہ کو خاندان نبوت ﷺ سے دور ہی رکھا جائے تاکہ جس حکومت کو خاندن پیغمبر ﷺ کے نام سے اسلام کا اظہار کرکے حاصل کیا ہے کہیں وہ ہاتھ سے نکل نہ جائے۔

بنی عباس کے پہلے خلیفہ سفاح نے چار سال تک اور دوسرے خلیفہ منصور نے ۲۲ سال تک یعنی امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت کے دس سال بعد تک اقتدار کو اپنے ہاتھ میں رکھا۔

امام۔ نے اس تمام مدت میں خصوصاً منصور کے دور حکومت میں بڑی دشواری اور پریشانی میں زندگی گذاری اگرچہ آپ علیہ السلام کو حکومت کی سختی اور پابندی کی وجہ سے سچے اسلام کے خدوخال کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کا موقع نہیں ملا۔ لیکن مناسب حالات میں حکام وقت پر اعتراض اور

ان کو ٹوکنے سے بھی گریز نہیں کیا۔ جب منصور نے ایک خط کے ذریعہ چاہا کہ آپ علیہ السلام اس کو نصیحت کریں تو آپ نے اس کے جواب میں لکھا" جو دنیا کو چاہتا ہے وہ تم کو نصیحت نہیں کرسکتا اور جو آخرت کو چاہتا ہے وہ تمہارا ہم نشین نہیں ہوسکتا"[۲۸] ایک دن منصور کے چہرہ پر ایک مکھی بیٹھ گئي ایسا بار بار ہوتا رہا یہاں تک کہ منصور تنگ آگیا اور اس نے غصہ میں امام۔ جو وہاں تشریف فرما تھے سے پوچھا کہ "خدا نے مکھی کو کیوں پیدا کیا ہے؟ امام نے فرمایا:"تاکہ جو جابر ہیں انہیں ذلیل اور رسوا کرے[۲۹] امام جعفر صادق علیہ السلام نے ہر ممکن صورت میں اپنے بصیرت افروز بیانات میں ولی امر اور اسلام کی باگ ڈور سنبھالنے والوں کے شرائط کو بیان فرمایا اور حکومت بنی عباس کے اصلی چہرہ اور اس کی شکل و صورت کو واضح کردیا۔

ایک دن آپ کے ایک صحابی نے آپ سے پوچھا کہ آپ کے کچھ پیروکار تنگدستی میں گذر بسر کر رہے ہیں ان کو یہ پیشکش ہوئي ہے کہ ان (بنی عباس) کے لئے گھر بنائیں نہریں کھودیں اور اس طرح اجرت حاصل کریں، یہ کام آپ کی نظر میں کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ ان کے لئے ایک گرہ بھی ڈالوں یا ایک خط بھی کھینچوں چاہے وہ اس کے لئے کتنے ہی پیسے کیوں نہ دیں اس لئے کہ جو لوگ ظالموں کی مدد کرتے ہیں، قیامت میں آگ کے شعلے ان کو اپنے گھیرے میں لئے رہیں گے یہاں تک کہ خدا بندوں کے درمیان فیصلہ کرے"[۲۹]

امام جعفر صادق علیہ السلام کا اصلاحی منصوبہ

بحرانی حالات اور آپس کی رسہ کشی اور مخالفوں سے جنگ، نیز وہ حالات جو امام محمد باقر علیہ السلام نے پہلے سے سازگار کر رکھے تھے یہ سب مل کر اس بات کا سبب بنے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام وہی سچے مظہر امید قرار پائیں جن کا انتظار شیعوں نے مدتوں کیا تھا۔ اور وہی "قیام کرنے والا" ٹھہریں جو

اپنے اسلاف کے طولانی مجاہدات کو نتیجہ تک پہنچائے گا_یہاں تک کہ کبھی امام محمد باقر_کی صراحت بھی اس آرزو کی پرورش میں موثر رہی ہے_

جابر ابن یزید نقل کرتے ہیں: کسی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے ان کے بعد قیام کرنے والے کا نام پوچھا تو امام نے ابو عبد اللہ (امام جعفر صادق) کے شانہ پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: "بخدا یہ ہے آل محمد کا قیام کرنے والا"[۳۰] "قیام" ائمہ اور شیعوں کے عرف میں وہی مفہوم رکھتا تھا جو مفہوم اس کلمہ سے آج سمجھا جاتا ہے_ قیام کرنیوالا وہ شخص ہے جو مسلط طاقت کے خلاف اور اسلام کی حاکمیت کے لئے اٹھ کھڑا ہو اس مفہوم کا لازمہ جنگی قدرت نمائی نہیں ہے لیکن ہر جہت سے تعرض اور مخالفت کو ضرور ظاہر کرتا ہے_

اس بناء پر امام جعفر صادق علیہ السلام اپنی ایک اعتراض آمیز اصلاحی تحریک شروع کرتے ہیں لیکن یہ ان کا قیام آخری مرحلہ (یعنی جنگی اقدام) تک، اور آخر میں قدرت حاصل کرلینے تک پہنچے گا یا نہیں؟ یہ وہ باتیں ہیں جن کا یقین آئندہ کے واقعات اور پیشرفت کی کیفیت پر مبنی ہے_

ان سے پہلے دو امام_ امام زین العابدین اور امام محمد باقر علیہما السلام_ اس دشوار راستہ کے پہلے مرحلہ کو سر کر چکے ہیں_ اب ان کی باری ہے کہ یہ آخری قدم اٹھائیں اور اپنے باپ دادا کی کوشش کو نتیجہ تک پہنچائیں_ اتفاق سے سیاسی اور اجتماعی حالات بھی_ جیسا کہ اشارہ کیا جا چکا_ سازگار تھے_ امام علیہ السلام نے مناسب حالات سے استفادہ کرتے ہوئے بنیادی کام اور اپنی سخت ذمہ داری کو شروع کردیا تھا_

ہم اس مقام پر آپ کی ۳۳ سالہ امامت کے پر ثمر اور سعی و کوشش سے بھرپور زندگی کے اہم کاموں میں سے دو نمایاں کارناموں کی طرف اشارہ کر رہے ہیں:

۱_ امامت کے مسئلہ کا بیان اور اس کی تبلیغ

۲_اسلامی تہذیب وثقافت کا بیان اور اس کی نشر و اشاعت اور جعفری یونیورسٹی کی داغ بیل ڈالنا_

الف _ مسئلہ امامت کا بیان اور اس کی تبلیغ

پیغمبر ﷺ کی رحلت کے بعد سے ہی ائمہ شیعہ کی تبلیغ میں سر فہرست اہل بیت پیغمبر ﷺ کی امامت کا اثبات رہا ہے_ اس موضوع کو امام زادوں کی تحریک میں بھی مشاہدہ کیا جاسکتا ہے جیسا کہ زید ابن علی ابن الحسین علیہ السلام اس کی واضح مثال ہیں_

امام جعفر صادق علیہ السلام کی تبلیغ بھی اس روش سے باہر نہ تھي_ آپ نے اس بات کی تبلیغ و اشاعت کے وقت اپنے آپ کو ایسے جہاد کے مرحلہ میں پایا جہاں حکام وقت کی نفی کے باوجود اپنے کو ولایت و امامت کے حقیقی حقدار کے عنوان سے لوگوں کے سامنے پہچنوایا جائے_ حتی کہ آپ نے اس سلسلہ میں اسی پر بس نہیں کیا بلکہ آپ اپنے نام کے ساتھ ائمہ اور اپنے اسلاف کا نام بھی بتاتے ہیں اور اس بیان کے ساتھ اپنی امامت کو اپنے اسلاف کی امامت پر مرتب ہونے والا لازمی نتیجہ شمار کرتے ہیں اور یہ بتانے کے لئے کہ ہم وہ نہیں ہیں جنکی کوئي اصل نہ ہو، اپنے سلسلہ کو پیغمبر سے متصل کرتے ہیں_

اس تاریخی حقیقت کو ثابت کرنے کیلئے بہت سی روایتیں موجود ہیں_ نمونہ کے طور پر "عمر ابن ابی المقدام "کی روایت ، جو شاید اس باب میں ذکر ہونے والی روایتوں میں ، بہترین روایت سے اسے پیش کرتے ہیں_

وہ نقل کرتے ہیں کہ : امام جعفر صادق علیہ السلام کو ہم نے دیکھا کہ ۹ ذی الحجہ (روز عرفہ) صحرائے عرفات میں لوگوں کے درمیان کھڑے ہیں اور بلند آواز سے (اس پیغام کو) آپ نے تین مرتبہ دہرایا:

"ايها الناس انّ رسول الله كان الامام، ثم كان عليّ بن ابى طالب ثم الحسن، ثم الحسين، ثم على بن الحسين، ثم محمد بن علي، ثم هه..."(۳۱)

یعنی اے لوگو (مسلمانوں کے) پیشوا پیغمبر ﷺ تھے ان کے بعد علی ابن ابی طالب اور ان کے بعد (ان کے بیٹے) حسن اور ان کے بعد حسین، حسین کے بعد علی ابن الحسین پھر محمد ابن علی اور ان کے بعد میں امام ہوں ، لہذا جو سوال پوچھنا ہو پوچھو_ امام نے چہرہ کو داہنی طرف موڑا اور تین مرتبہ اسی پیغام کو پیش کیا پھر بائیں طرف آپ نے رخ کیا اور تین بار اسی کی تکرار کرتے رہے_ پھر پیچھے مڑے اور پھر اسی آواز کو بلند کیا اور وہی پیغام دہراتے رہے (۳۲) اس طرح آپ نے بارہ مرتبہ اپنی بات .بیان کی اور امامت کے پیغام کو بلند آواز سے میدان عرفات میں جمع ہونے والے ان تمام لوگوں کے کانوں تک پہنچایا جو مسلم علاقوں سے آئے ہوئے تھے_ تاکہ اس طرح تمام دنیائے اسلام میں یہ پیغام پھیل جائے_

ب_ اسلامی ثقافت کی نشر و اشاعت

دینی تہذیب اور اسلامی ثقافت کو اس وقت بہت فروغ ملا اور تیزی سے اس کی جڑیں چاروں طرف پھیل گئیں_ ائمہ کی زندگی میں اس کی جو شکل تھی اس سے زیادہ واضح، نمایاں اور وسیع صورت میں اس کو دیکھا جاسکتا ہے_یہاں تک کہ فقہ شیعہ نے "فقہ جعفري" کا نام اختیار کیا اور جنہوں نے امام کے سیاسی کام کو نظر انداز کیا ہے وہ بھی اس بات پر متفق ہیں کہ آپ کے پاس وسیع ترین علمی اور فکری وسائل تعلیم موجود تھے_

آپ کی علمی تحریک اس قدر پھیلی کہ اس نے تمام اسلامی علاقوں کو اپنے حلقہ میں لے لیا، لوگ ان کے علم کا چرچا کرنے لگے اور تمام شہروں میں ان کی شہرت ہوگئي(۳۳) آپ ایک بہت بڑی اسلامی یونیورسٹي_ جسکی داغ بیل آپ کے پدر بزرگوار نے ڈالی تھی_ تشکیل دینے ، اس میں چارہزار افراد کو مختلف علوم میں تربیت کرنے ۳۴ اور ایسی اہم شخصیتوں کو

عالم اسلام کے حوالہ کرنے میں کامیاب ہوگئے جو اپنے زمانہ کے روشن چراغ اور محققین وقت گذرے ہیں۔

آپ کے کارنامے محض تفسیر، حدیث اور فقہ میں منحصر نہیں تھے بلکہ آپ فلسفہ، کلام، ریاضیات اور علم کیمیا میں بھی باب علم کھولنے میں کامیاب رہے، ہشام بن حکم، مفضل بن عمر، مومن طاق، ہشام ابن سالم فلسفہ و کلام میں آپ کے ممتاز شاگرد تھے۔ زرارہ، محمد ابن مسلم، جمیل ابن درّاج، حمران ابن اعین، ابوبصیر اور عبداللہ ابن سنان فقہ، اصول اور تفسیر میں ماہر تھے، جابر ابن حیان ریاضیات اور کیمیا میں، جابر جو۔ بابائے کیمیا کہے جاتے ہیں۔ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے علم کیمیا حاصل کیا اور اس سلسلہ میں کتاب لکھي، لیبارٹری قائم کی اور قابل قدر تحقیقات چھوڑیں [۳۵] جو بات یہاں بیان کی جانی چاہئے۔ جو کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی زندگی کے بارے میں جستجو کرنے والے بہت سے لوگوں سے پوشیدہ رہ گئي ہے۔ وہ آپ کی سیاسی اور اعتراض آمیز تحریک ہے۔

مقدمہ کے طورپر یہ بات جان لینی چاہئے کہ خلافت اسلامی فقط ایک سیاسی مشینری نہیں ہے بلکہ خلافت ایک سیاسی اور مذہبی قیادت کا نام ہے اور اسلام میں خلیفہ سیاست کے علاوہ لوگوں کے دینی امور اور مذہبی پیشوائي کا بھی ذمہ دار ہے۔

یہ حقیقت اس بات کا سبب بنی کہ خلافت کی پہلی کڑی سے لے کر بعد تک کے حکمرانوں کو چونکہ دینی واقفیت کا بہت کم حصّہ ملا تھا یا کلی طورپر دین سے بے بہرہ تھے اس لئے اس کمی کو اپنے سے وابستہ رہنے والی دینی شخصیتوں کے ذریعہ پورا کرتے رہے اور اپنے حکومت سے کرایہ کے فقہاء، مفسرین اور محدثین کو ملحق کرکے یہ چاہا کہ دین و سیاست مرکب ہوجائیں اور ضرورت کے موقع پر اپنے منشاء کے مطابق آسانی سے۔ ان لوگوں کے ذریعہ۔ احکام دین کو مصلحت کے تقاضہ کے مطابق بدل دیں۔

اس مقدمہ کے بعد بڑی وضاحت کے ساتھ یہ بات سمجھی جاسکتی ہے کہ "فقہ جعفري" خلافت سے وابستہ فقیہوں کے مقابل محض ایک دینی عقیدہ کا معمولی اختلاف نہ تھا_ بلکہ مندرجہ ذیل دو معترضانہ مضامین کا حامل تھا_

١_ حکومت کی دینی آگہی سے ناواقفیت، اور لوگوں کے فکری امور کی ذمہ داری لینے کے بارے میں کمزوری کا اظہار اور نتیجتاً اس بات کو ثابت کرنا کہ حکومت میں خلافت کے عہدہ کی ذمہ داری قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہے_

٢_ احکام فقہی کے بیان میں مصلحت اندیشی کے بنا پر جن مقامات پر تحریف ہوئي ہے ان موارد کی نشان دہی کرنا اور فقیہوں کی حکومت کرنے والی طاقت کی خواہشوں کی پیروی کو طشت از بام کرنا_

امام جعفر صادق عليه‌السلام فقہ، معارف اسلامی اور تفسیر قرآن کو حکومت سے وابستہ علماء کے طریقہ کے خلاف ایک الگ طریقہ سے بیان کرکے عملی طور پر اس مشینری کے خلاف جہاد کے لئے اٹھے اور حکومت کی مذہبی نقاب کو پلٹ دیا_

امام_ کو ان کی تدریسی اور فقہی کارکردگی پر منصور کی طرف سے دھمکی اور دباؤ کا سامنا کرنا نیز حجاز و عراق کے معروف فقہاء کو حکومت کے دارالحکومت میں پلٹ آنے پر منصور کا اصرار اسی احساس اور توجہ کا نتیجہ تھا_

امام جعفر صادق عليه‌السلام ضروری حالات میں اسی تنقیدی مضمون کو جوان کے فقہ اور تفسیر کے درس میں تھا، لوگوں کے درمیان رکھتے تھے ایک حدیث میں آپ سے منقول ہے کہ " ہم ہی وہ ہیں کہ جن کی فرماں برداری کو اللہ نے واجب قرار دیا ہے جبکہ تم ان لوگوں کی پیروی کرتے ہو کہ جن کی جہالت کی بنا پر لوگ اللہ کے سامنے کوئي عذر پیش نہیں کرسکتے[٣٦] خلاصہ یہ کہ امام عليه‌السلام نے اپنی علمی تحریک اور اپنی حقیقی خلافت کے ذریعے سے امواج فاسد کی

رائج دین شناسی سے اپنی معترضانہ روش کے ساتھ کہ، جن کو اموی اور عباسی حکومت کے سیاسی حالات نے پیدا کر دیا تھا، مذہبی اور قومی کشمکش کو مذکورہ بالا دو حصوں میں اور بھی شدید کردیا اور مبارزہ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے_

اور غالیوں، زندیقوں، مرجئہ، خوارج، صوفیہ اور مختلف گروہوں اور دستوں کے انحرافی راستوں کو، اپنے مباحثہ اور مناظرہ کے ذریعہ امت اسلامی کے لئے طشت از بام کردیا_ (۳۷) ان گروہوں نے انحراف پھیلانے کے لئے سازگار حالات بنالئے تھے_

شہادت امام جعفر صادق علیہ السلام

منصور، بنی عباسی کا ظالم خلیفہ باوجود اس کے کہ اس نے امام علیہ السلام کو اپنی نگرانی اور نہایت محدود ماحول میں رکھا تھا، آپ پر اپنے جاسوس مقرر کردیئے تھے، پھر بھی آپ کے اس وجود کو معاشرہ میں برداشت نہ کرسکا جس کی امامت اور رہبری کا آوازہ دور دراز کے اسلامی علاقوں میں پھیل چکا تھا_ اس نے آپ کو زہر دینے کا ارادہ کر لیا_

امام جعفر صادق علیہ السلام ۲۵ شوال ۱۴۸ھ کو ۶۵ سال کی عمر میں منصور کے ذریعہ زہر سے شہید ہوئے آپ کے جسم اقدس کو آپ کے پدر گرامی کے پہلو میں بقیع میں سپرد خاک کردیا (۳۸)

جعفری یونیورسٹی کے تربیت یافتہ افراد

امام جعفر صادق علیہ السلام کی بڑی درس گاہ میں بہت سے ایسے شاگردوں نے پرورش پائی جنھوں نے مختلف مضامین میں علوم و معارف اسلام کو حاصل کرکے دوسروں تک منتقل کیا_ ہم ان کے بلند مقام اور بزرگی کو ظاہر کرنے کے لئے ان شاگردوں میں سے جنہوں نے اس درس گاہ میں

تربیت پائي تھی چند نامور شاگردوں کا اختصار سے تعارف کرائیں گے[40]

حمران بن اَعْیَن

اعین کا خاندان عام طور پر ائمہ کا پیرو تھا، حمران اور ان کے بھائي "زرارہ" دونوں شیعوں کی نمایاں شخصیتوں میں سے شمار ہوتے تھے اور اپنے زمانہ کے دانش مند و با فضیلت افراد تھے_ امام محمد باقر اور امام جعفر (علیہما السلام) صادق کے بزرگ صحابہ میں شمار کئے جاتے تھے_

حمران کی معنوی بزرگی اور ممتاز مقام کے حامل ہونے کے علاوہ علوم قرآن اور دیگر علوم منجملہ علم نحو، لغت، ادبیات عرب" میں بھی صاحب نظر تھے ان کے نظریات سے ان کے بعد آنیوالے دانش مند استناد کرتے رہے_[41]

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان کے بارے میں فرمایا" حمران بن اعین" ایک ایسے با ایمان شخص ہیں جو ہرگز اپنے دین سے پلٹنے والے نہیں ہیں، نیز آپ نے فرمایا" حمران اہل بہشت سے ہیں"_[42]

ہشام ابن سالم نقل کرتے ہیں کہ ایک دن ایک جماعت کے ساتھ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا_ اہل شام میں سے ایک شخص وہاں وارد ہوا ... امام علیہ السلام نے اس سے پوچھا کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا ... میں آپ سے مناظرہ کے لئے آیا ہوں_ آپ نے فرمایا کس چیز کے بارے میں مناظرہ کرنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا: کہ قرآن کے بارے میں، امام نے اس کو" حمران" سے رجوع کرنے کے لئے کہا، اس نے کہا کہ میں آپ سے مناظرہ کرنے آیا ہوں نہ کہ حمران سے آپ نے فرمایا: اگر تم نے حمران کو شکست دیدی تو گویا تم نے مجھ پر کامیابی حاصل کرلي_

وہ شامی حمران کے ساتھ بحث کرنے لگا اس نے جو بھی پوچھا بڑا مستند جواب ملا یہاں تک کہ

وہ تھک گیا، امام علیہ السلام نے اس سے پوچھا تم نے حمران کو کیسا پایا؟ اس نے کہا وہ ایک ماہر استاد ہیں میں نے جو پوچھا انہوں نے اس کا جواب دیا[۴۳]

مفضل ابن عمر

مفضل امام جعفر صادق علیہ السلام کے ایک بزرگ صحابی تھے اور ایک مشہور فقیہ شمار کئے جاتے تھے جو امام علیہ السلام کے بعض امور کے ذمہ دار تھے[۴۴] شیعوں کا ایک وفد مدینہ میں آیا اور اس نے امام علیہ السلام سے خواہش ظاہر کی کہ کسی ایسے شخص کا ان سے تعارف کرا دیں کہ جس سے ـ دینی امور میں ـ ضرورت کے وقت رجوع کیا جا سکے امام نے فرمایا جس کسی کا کوئی سوال ہو وہ آئے اور مجھ سے دریافت کر لے ان لوگوں نے اصرار کیا کہ آپ ضرور کسی کا تعارف کرائیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا مفضل کو میں نے تمہارے لئے معین کیا وہ جو کہیں قبول کر لو اس لئے کہ وہ حق کے سوا کچھ نہیں کہتے۔[۴۵]

امام جعفر صادق علیہ السلام نے چند نشستوں میں توحید کے سلسلہ میں جناب مفضل کو خاص درس دیئے جن کا مجموعہ کتابی شکل میں "توحید مفضل" کے نام سے مشہور ہے یہ دروس مفضل پر امام کی مخصوص عنایت اور امام علیہ السلام کے نزدیک ان کے علوّ مرتبت و مقام پر شاہد ہیں۔

جابر بن یزید جعفی

جابر کوفہ کے رہنے والے تھے لیکن امام علیہ السلام سے استفادہ کرنے کی غرض سے مدینہ پہنچے اور آپکے مکتب پر فیض سے استفادہ کرنے کے بعد علمی اور معنوی بلندی پر فائز ہوئے اور آپ کے نمایاں اصحاب میں شامل ہو گئے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال ہوا کہ آپ کے نزدیک جابر کا کیا مقام ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: جابر میرے نزدیک اسی طرح ہیں جس طرح سلمان پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک تھے۔[۴۶]

آپ عقائد تشیّع کے کھلّم دفاع کی وجہ سے ہمیشہ مخالفین کی تنقید کا شکار رہے اور چونکہ آپ

نے کچھ حقائق کے بیان کے لئے ماحول کو ناسازگار دیکھا تو ان بہت سی حدیثوں کو بیان کرنے سے گریز کیا جو آپ نے امام محمد باقر اور امام جعفر صادق (علیہما السلام) سے سن رکھی تھیں۔ آپ فرماتے تھے کہ "پچاس ہزار حدیثیں میرے سینہ میں ہیں جن میں سے ابھی تک میں نے ایک حدیث بھی بیان نہیں کي"[۴۷]

سوالات

۱_ امام جعفر صادق علیہ السلام کس تاریخ کو پیدا ہوئے اور آپ نے کیسے ماحول میں پرورش پائی؟
۲_ امام _کے اخلاق و کردار کے دو نمونے پیش کیجئے_
۳_ امام جعفر صادق علیہ السلام کی علمی عظمت و منزلت کے بارے میں دو اہم شخصیتوں کے نظریات پیش کیجئے_
۴_ امام جعفر صادق علیہ السلام بنی امیہ اور بنی عباس کے کون کون سے بادشاہوں کے ہم عصر تھے؟
۵_ اموی حکومت کے زوال کا سبب بیان کیجئے_
۶_ امام _نے شورش کرنے والوں کی موافقت کیوں نہیں کي؟
۷_ اہل بیت اور علویوں کے ساتھ بنی عباس کا سلوک کیسا تھا اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان کے مقابلہ میں کونسا رویہ اختیار کیا؟
۸_ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے اصلاحی منصوبوں میں کن مسائل کو ترجیح دي؟
۹_ خلافت کی مشینری کے مقابل امام کی سیاسی تنقید آمیز علمی تحریک کے پہلو کو واضح کیجئے_
۱۰_ امام جعفر صادق علیہ السلام کس تاریخ کو کس شخص کے ذریعہ اور کس طرح شہید ہوئے؟

حوالہ جات

١ اعلام الوری /٢٦٦، ارشاد مفید/ ٢٧٠، مناقب ابن شہر آشوب جلد ٣/ ٢٧٩_ ٢٨٠_

٢ اصول کافی جلد ١/ ٤٧٢" وکانت امی ممن آمنت و اتقت و احسنت" بحار جلد ٤٧/ ٧_

٣ بحار جلد ٤٧/ ٣ و ٦_

٤ الیحاۃ جلد ١/ ٢٩٠، قرب الاسناد/ ٥٢_

٥ مجلد جلد ٤٧/ ٥٦،مناقب جلد ٣/ ٢٧٤، اعیان الشیعہ جلد ١/ ٦٦٣_ الوسائل جلد ١١/ ٢١١_

٦ مشکاۃ الانوار_

٧ بحار الانوار ج ٤٧/ ٥٤_ مناقب ج ٣/ ٢٧٤_

٨ ...انی أُحبّ ان یتاذّی الرجل بجر الشمس فی طلب المعیشه بحار ج ٤٧/ ٥٧

٩ بحار جلد ٤٧/ ١١٣ "... و این مثل جعفر؟"_

١٠ الامام الصادق و المذہب الاربعہ جلد ١/ ٥٣ منقول از التہذیب جلد ٢/ ١٠٣_ مناقب ج ٣/ ٢٧٥، بحار ٤٧/ ٢٨_

١١ الامام الصادق و المذاہب الاربعہ جلد ١/ ٥٤_

١٢ الامام الصادق و المذاہب الاربعہ جلد ١/ ٥٣_

١٣ تاریخ طبری ٦/ ٣٢٣، تاریخ کامل ٣/ ٥٢٣_

١٤ دلائل الامامت طبری/ ١٠٣_

١٥ دلائل الامامت طبري/ ١٠٣_

١٦ تاریخ یعقوبی جلد ٢/ ٢١٨_

١٧ عراق میں ہشام کا گورنر خالد ابن عبداللہ قسری پر یہ اتہام تھا کہ اس کی سالانہ آمدنی ایک کرڑور تیس لاکھ دینار ہے (البدایہ و النہایہ جلد ٩/ ٣٣) ہشام کی بیوی کے پاس ایسا لباس تھا جس کے تار سونے کے تھے اور اس پر گراں بہا نگینے جڑے ہوئے تھے اور اتنے تھے کہ اس کے بوجھ سے وہ چل نہیں سکتی تھي_ قیمت لگانے والے اس کی قیمت معین نہ کر سکے جب گورنر اور خلیفہ کی بیوی کی یہ حالت ہے تو پھر خود خلیفہ کی کیا حالت ہوگی (بین الخفاء و الخلفائ/ ٢٨)_

۱۸ مولی کی جمع موالی ہے جس کے ایک معنی آزاد شدہ غلام کے ہیں شاید اسی مناسب سے غیر عرب کو وہ لوگ موالی کہتے تھے_

۱۹ السیادۃ العربیہ /۵۶، تاریخ التمدن الاسلامی جلد ۱/ ۲۴۳، الحیاۃ السیاسیہ لامام الرضا/۳۶_

۲۰ و ۲۱ العقد الفرید مطبوعہ مصر ۱۹۳۷ جلد ۲/ ۲۴۰، تاریخ التمدن الاسلامی جلد۱/ ۳۳۱، الحیاۃ السیاسیۃ الامام الرضا/۲۶_

۲۲ ضحی الاسلام جلد ۱/۲۵، الحیاۃ السیاسیۃ لامام الرضا /۲۷_

۲۳ جو تحریکیں بنی امیہ کے خلاف اٹھیں ان میں مکمل طور پر مذہبی رنگ و وجوہات تھے_ مثلا ۱_ اہل مدینہ کی تحریک " واقعہ حرّہ" ۲_ قاریان کوفہ و عراق کی تحریک ۸۳ھ میں "دیر جماجم" کے عنوان سے اور ان سے پہلے مختار اور توابین کا قیام ۶۷ھ میں _۳_ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے نام پر ۱۲۶ھ میں یزید بن ولید کا معتزلیوں کے ساتھ قیام_ ۴_ عبداللہ ابن زبیر کا قیام جو شام کے علاوہ دوسرے علاقوں پر مسلط تھے_ ۵_ وہ شورش جو ہشام کے خلاف افریقہ میں برپا ہوئی_ ۶_ وہ تحریک جو خوارج نے "طالب الحق" نامی شخص کی رہبری میں اٹھائی تھي_ ۷_ حارث بن سریع کا ۱۱۶ھ میں قیام جو لوگوں کو کتاب خدا اور سنت رسول ﷺ کی طرف دعوت دے رہا تھا_ ۸_ زیدبن علی ابن الحسین کا ۱۲۰ھ میں قیام اور دوسرے قیام_ البتہ کچھ شورشیں حکمرانی کی غرض سے بھی برپا ہوئیں جیسے قیام آل مہلب (۱۰۲ ہجري) قیام مطرف بن مغیرہ (الحیاۃ السیاسیۃ للام الرضا ص ۲۲)_

۲۴ زندگانی پیشوایان اسلام مصنفہ استاد جعفر سبحانی /۷۴ منقول از اصول کافي_

۲۵ الملل و النحل شہرستانی جلد ۱/۱۵۴، ینابیع المودۃ / ۳۸۱_ الحیاۃ السیاسیۃ لامام الرضا/۳۱_

۲۶ تفصیل کیلئے کتاب الحیاۃ السیاسیۃ للامام الرضا/ ۶۳_ ۲۹ ملاحظہ ہو_

۲۷ بحار/۴۷/۱۸۴"...من اراد الدنیا لا ینصحك و من اراد الاخر لا یصحبك"_

۲۸ "...فقال المنصور یا اباعبداللہ لم خلق اللہ الذباب؟ قال لیذلّ بہ الجبابرہ" مناقب جلد۴/۲۱۵_ الفصول المہمہ /۲۳۶، کشف الغمہ جلد ۲/ ۱۵۸، بحار جلد ۴۷/ ۱۶۶_

۲۹ وسائل جلد ۱۲/ ۱۲۹...ما احب انی عقدت لھم عقدۃ او وکیت لھم و کائر و الا، لی ما بین لابتیھا و لامدۃ بقلم ان عوان الظلمۃ یوم القیمۃ فی سرارق من نارحتی یحکم اللہ بین الصباد_

۳۰ بحار جلد ۴۷/ ۱۳، کافی جلد۱/ ۳۰۷، ارشاد مفید / ۲۷۱"قال مسئل ابو جعفر عن القائم بعدہ

فضرب بیده علی ابیعبدالله فقال: هذا و الله قائم آل محمد..."_

۳۱ راوی بیان کرتا ہے کہ میں جب منی میں آیا تو میں نے اہل لغت اور عربی جاننے والوں سے "ھَ" کے بارے میں سوال کیا تو لوگوں نے کہا" ھ" فلاں قبیلہ کی زبان ہے اور اس کے معنی اسی طرح سے ہیں" انا فاسئلوني "یعنی مجھ سے سوال کرو_

۳۲ بحار ج ۴۷/ ۵۸ منقول از کافي_

۳۳ الصواعق المحرقہ / ۱۲۰_

۳۴ مناقب ابن شہر آشوب جلد ۴/ ۲۴۷، ارشاد مفید / ۲۷۱، بحار جلد ۴۷/ ۲۷_

۳۵ ر_ ک_ مطرح الانظار شرح حال جابر اور تاریخ ابن خلکان ترجمہ امام صادق علیہ السلام _

۳۶ نحن قومٌ فرض الله طاعتنا و انتم تاتمون بمن لایعذر الناس بجہالتہ کافی ج ۱/ ۱۸۶_

۳۷ امام محمد باقر اور امام صادق علیہما اسلام کی زندگی کی تاریخ کی تنظیم اور تدوین میں کتاب "پیشوای صادق" مصنفہ استاد اور امام شناس محقق، رہبر جمہوری اسلامی حضرت آیت الله سید علی خامنہ ای سے دوسری کتابوں کی بہ نسبت زیادہ استفادہ کیا گیا ہے_

۳۸ کافی جلد ۱/ ۴۷۲، بحار جلد ۴۷/ ۱_ اعلام الوری / ۲۶۶، مناقب جلد ۴/ ۲۸۰_ ارشاد مفید/ ۲۷۱_

۳۹ امام جعفر صادق علیہ السلام کی زندگی کے بارے میں ایک حصہ یہاں، چونکہ اس حصہ کا حجم دوسرے حصوں سے زیادہ ہوگیا لہذا اسے آخر میں رکھا گیا ہے_

۴۰ یہ بتا دینا ضروری ہے کہ " امام محمد باقر علیہ السلام" کی زندگی والے حصہ میں بھی امام جعفر صادق اور امام محمد باقر علیہما السلام کے شاگردوں میں سے چند افراد کا اجمالی تذکرہ ہوا ہے_

۴۱ قاموس الرجال جلد ۳/ ۴۱۳_

۴۲ رجال کشي/ ۱۸۰،۱۷۶_

۴۳ رجال کشي/ ۲۷۶_

۴۴ جامع الرواۃ جلد ۲/ ۲۵۸_

۴۵ رجال کشي/ ۳۲۷، قاموس الرجال جلد ۳/ ۳۱۶ "اِسمَعوا منہ وَ اقبَلُوا عنہ فانہٗ لایقولُ عَلَیَ الله و عَلَیَّ الا الحق"_

۴۶ قاموس الرجال جلد ۳/ ۳۳۵_

۴۷ صحیح مسلم جلد ۱/ ۱۰۲ لیکن رجل کشی ص ۱۹۴ پر جابر کے قول کے مطابق ان احادیث کی تعداد ۷۰ ستر ہزار نقل ہوئی ہے_

دسواں سبق:

امام موسی بن جعفر علیہ السلام کي سوانح عمري

ولادت

ساتویں امام حضرت موسی بن جعفر علیہ السلام ۷ صفر ۱۲۸ ھ ق کو مقام ابواء [۱] میں پیدا ہوئے۔ [۲] آپ کے والد بزرگوار حضرت امام جعفر علیہ السلام ابن محمد علیہ السلام تھے اور مادر گرامی حمیدہ بربریہ تھیں ان کا تعلق ایک با فضیلت غیر عرب بزرگ خاندان سے تھا۔ آپ کی والدہ خاندانی اصل اور فضائل انسانی سے مالامال تھیں امام جعفر صادق۔ نے ان کے بارے میں فرمایا: "حمیدہ خالص سونے کی طرح پلیدگی سے پاک ہیں ... ہمارے اور ہمارے بعد والے امام علیہ السلام پر یہ خدا کا لطف ہے کہ ان کے قدموں کو اس نے ہمارے گھر تک پہنچایا۔ [۳]

امام جعفر صادق علیہ السلام کے گھر اور ان کے علوم سے استفادہ کرنے کے بعد وہ اس منزل پر پہنچ گئیں کہ امام علیہ السلام نے حکم دیا کہ مسلمان عورتیں دینی مسائل حاصل کرنے کے لئے ان کے پاس آئیں [۴]

امام جعفر صادق۔ نے اپنے بیٹے کی ولادت کی خبر معلوم ہونے کے بعد فرمایا: "میرے بعد امام علیہ السلام اور خداوند کی بہترین مخلوق نے ولادت پائی ..." [۵]

اس نومولود کے لئے جس نام کا انتخاب کیا گیا وہ "موسی" تھا اس زمانہ تک خاندان نبوت میں یہ نام نہیں رکھا گیا تھا۔ یہ نام موسی بن عمران علیہ السلام کی کوششوں اور بت شکنی کی یاد دلانے والا نام تھا۔

آپ کے مشہور القاب میں کاظم، عبد صالح، باب الحوائج اور آپ کی سب سے مشہور کنیت ابوالحسن اور ابوابراہیم ہے [۶]

باپ کی خدمت میں

امام موسی کاظم ۔نے بچپن ہی سے باپ کی نگرانی، اور خاص تربیت کے تحت اور مہربان ماں کی نوازشوں کے سایہ میں مراحل کمال و رشد طئے کئے ۔ اپنی زندگی کے بیس سال آپ نے اپنے پدر عالیقدر کی با فیض خدمت اور حیات کی تعمیر کرنے والے مکتب فکر میں گذارے اور اس تمام مدت میں تمام جگہوں پر اپنے والد بزرگوار کے بلند اور بیش قیمت کاموں سے الہام لیتے اور ان کے علم و دانش سے بہرہ ور ہوتے رہے۔بہت کم مدت میں اس درس گاہ میں جسکی بنیاد آپ علیہ السلام کے والد کے ہاتھوں رکھی گئی تھي، آپ علیہ السلام نے ایسا بلند مقام پالیا کہ اس عظیم جعفری یونیورسٹی کی توسیع اور تکمیل میں اپنے والد کی مدد کرنے لگے۔

اخلاقی فضائل

جناب موسی ابن جعفر علیہ السلام نے نہ صرف یہ کہ علمی اعتبار سے اپنے زمانہ کے تمام دانش مندوں اور علمی شخصیتوں کو تحت الشعاع قرار دے دیا بلکہ اخلاقی فضائل اور نمایاں اور امتیازی صفات کی بنا پر ہر شخص کی زبان پر آپکا نام تھا۔تمام وہ افراد جو آپ کی پر افتخار زندگی سے واقفیت رکھتے ہیں آپ کی اخلاقی عظمت اور ممتاز فضیلت کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں۔

ابن حجر عسقلاني۔ اہل سنت کے ایک بہت بڑے دانش مند اور محدث۔ لکھتے ہیں کہ موسی کاظم علیہ السلام اپنے باپ کے علوم کے وارث اور صاحب فضل و کمال تھے آپ نے جب بہت زیادہ بردباری اور درگذر (جو سلوک آپ نادان لوگوں کے ساتھ کرتے تھے) کا اظہار کیا تو کاظم کا لقب ملا۔آپ کے زمانہ میں معارف علمی اور علم و سخاوت میں کوئی بھی شخص آپ کے پایہ کو نہیں پہنچ سکا۔ ۷

امامت حضرت موسی ابن جعفر علیہ السلام

امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب میں سے کچھ لوگ آپ کے بڑے بیٹے اسماعیل کو خاندان کا چشم و چراغ شمار کئے جانے کی بنا پر آئندہ کیلئے اپنا پیشوا اور امام سمجھتے تھے لیکن جوانی ہی میں اسمعیل کی موت نے انتظار کرنے والوں کو نا امید کردیا چھٹے امام نے بھی انکی موت کی خبر کا اعلان کیا یہاں تک کہ بزرگان قوم کو ان کا جنازہ بھی دکھایا تا کہ (انکی امامت والے) عقیدہ کو اپنے دل سے نکال دیں[۸] امام جعفر صاق ۔نے اسماعیل کی موت کے بعد عباسی حکومت کے دباؤ کے باوجود مناسب موقع پر مختلف انداز سے اپنے بعد ہونے والے امام، موسی ابن جعفر علیہ السلام کی طرف اپنے اصحاب کی رہنمائي فرمائي ان کے دو نمونے پیش کئے جارہے ہیں۔

۱۔ علی ابن جعفر نقل کرتے ہیں کہ میرے والد امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے اصحاب کی ایک جماعت سے کہا "میرے بیٹے موسی کے بارے میں میری وصیت قبول کرو اس لئے کہ وہ میرے تمام بیٹوں اور ان لوگوں سے جو میرے بعد میری یادگار رہ جائیں گے، برتر ہیں اور میرے بعد میرے جانشین اور خدا کے تمام بندوں پر اس کی حجت ہیں[۹]

۲۔ منصور بن حازم نقل کرتے ہیں کہ "میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ: اگر آپ کو کوئي حادثہ پیش آجائے تو ہمارا امام کون ہوگا؟ امام نے اپنے بیٹے موسی کے داہنے شانہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: اگر مجھ کو کوئي حادثہ پیش آجائے تو میرا یہ بیٹا تمہارا امام ہوگا[۱۰]

امامت کا زمانہ

موسی بن جعفر علیہ السلام نے اپنے والد کی رحلت کے بعد ۱۴۸ ھ ق میں ۲۰ سال کی عمر میں اسلامی معاشرہ کی قیادت کی ذمہ داری سنبھالي۔ آپ اپنے امامت کے زمانہ میں جو ۲۵ سال کی

طویل مدت پر محیط ہے۔ اپنے عہد کے خلفاء منصور دوانقي، مهدي، ہادی اور ہارون الرشید کے معاصر رہے۔

امام موسی کاظم۔ کے جہاد کی شکل اور روش، اس روش کے سلسلہ کی اگلی کڑی تھی جو امام جعفر صادق۔ نے معاشرہ کے حالات سے روبرو ہونے اور مخالفین کی محاذ آرائي پر اختیار کی تھي۔

اس زمانہ کے اسلامی معاشرہ پر حکومت کرنے والے حالات کے تجزیہ کی بنیاد پر امام موسی کاظم۔ کے جہاد کے اصلی محور کو مورد تحقیق قرار دیں گے۔

الف۔ امام موسی کاظم۔ کی علمی تحریک کی تحقیق

اپنے والد بزرگوار کی رحلت کے بعد امام موسی کاظم۔ نے اس عظیم درسگاہ کی علمی اور فکری رہبری کو اپنے ذمہ لیا جس کی بنیاد مدینہ میں پڑ چکی تھی اور آپ نے بہت سے محدثین، مفسرین، فقہاء متکلمین اور تمام اسلامی دانشمندوں کی اپنے تربیتی مکتب فکر میں پرورش کی اور وسیع فقہ اسلامی کو اپنے جدید خیالات و نظریات سے غنی اور مالا مال کردیا۔

منصور کی جابرانہ حکومت اور سیاسی حالات کے تقاضا کے تحت امام علیہ السلام نے پہلے مرحلہ میں اپنے جہاد کو معارف کی نشر و اشاعت اور باطل عقائد کی روک تھام کی صورت میں نبھایا۔ مندرجہ ذیل واقعہ اس کے جبر کے اس گوشہ کو بیان کرتا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کو جب منصور دوانقی نے زہر دے دیا تو اس کے بعد اس نے امکانی مخالفین کو راستہ سے ہٹانے کا یہ مناسب موقع سمجھا۔ اس وجہ سے اس نے مدینہ کے حاکم محمد بن سلیمان کو لکھا کہ اگر جعفر بن محمد نے کسی کو اپنا جانشین مقرر کیا ہو تو اس کو حاضر کرو اور اسکی گردن اڑادو حاکم مدینہ نے جواباً لکھا " جعفر ابن محمد نے وصیت نامہ میں پانچ آدمیوں کو اپنا وصی اور

جانشین قرار دیا ہے ان کے نام ہیں: ۱_ منصور دوانقی ۲_ محمد ابن سلیمان (حاکم مدینہ) ۳_ عبد اللہ بن جعفر (امام جعفر صادق کے بڑے بیٹے) ۴_ موسی ابن جعفر ۵_ حمیدہ امام کی بیوي" اور خط کے آخر میں حاکم مدینہ نے خلیفہ سے پوچھا کہ ان میں سے کس کی گردن اڑادوں؟

منصور کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ ایسے حالات سے دوچار ہونا پڑے گا اس کو بہت غصہ آیا اور کہا: ان میں سے تو کسی کو بھی قتل کیا نہیں جاسکتا[۱۱] امام جعفر صادق_ نے ایسا سیاسی وصیت نامہ لکھ کر امام موسی کاظم_ کو قتل سے بچالیا_ اس کے علاوہ دوسری کسی بھی صورت میں امام موسی کاظم علیہ السلام کا قتل یقینی تھا_

امام موسی کاظم علیہ السلام کی علمی اور ثقافتی کوششوں میں سے دو اہم مندرجہ ذیل ہیں:

۱_ ایسی علمی اور فکری آمادگی کا ہونا کہ جس سے مختلف فکری اور اجتماعی مکاتب سے مقابلہ ہوسکے ان مکاتب فکر میں سب سے زیادہ خطرناک الحادی شعوبیہ[۱۲] مکتب فکر تھا جو اسلام کی بنیاد کو چیلنج کر رہا تھا_

ایک مذہبی پیشہ ہونے کے ناطے ان عقیدتی خطرات اور آفتوں کے مقابلہ میں امام علیہ السلام کا کردار یہ تھا کہ مضبوط دلائل کے ساتھ اصولی راستوں کی رہنمائي کرکے ان افکار کے سامنے دیوار بن کر کھڑے ہوجائیں اور ان کے بے مایہ ہونے کو ثابت کرکے اسلامی ماحول کو کفر، زندقہ اور شعوبیوں و غیرہ سے پاک کردیں_

اس جہاد کی مشکلات میں جو اضافہ کا سبب بنا وہ مسلمانوں کا نظریاتی اختلاف تھا اور اس وقت کی حکومتوں نے بھی لوگوں کے افکار کا رخ موڑنے کے لئے ان اختلافات کو پیدا کیا_

الفاظ قرآن کے قدیم ہونے والے نظریہ کی پیدائشے، مکتب معتزلہ اور اشاعرہ کا ظہور اور چار فقہوں کا قانونی شکل اختیار کرنا اس کے بڑے واضح نمونے ہیں_

امام کا یہ اقدام خلافت عباسی کے لئے بڑا گراں تھا_ امام کے مکتب فکر میں تربیت پانے والے افراد جو اس سلسلہ میں بڑی مہارت اور فعالیت کے حامل تھے سختی میں مبتلا کردیئے گئے اور

عقیدہ کے بارے میں ان کو زبان کھولنے سے روکا گیا۔یہاں تک کہ ہشام ابن حکم کی جان کی حفاظت کے لئے۔ جو مختلف جماعتوں اور مکتب فکر کے لوگوں سے بحث و مناظرہ میں ید طولی رکھتے تھے، خود امام علیہ السلام نے کسی شخص کو ان کے پاس بھیج کر وقتی طور پر ان کو بحث و مناظرہ سے روک دیا۔ ہشام نے بھی مہدی عباسی کی موت تک کوئی بات نہیں کہی[۱۳]

۲۔ علم فقہ، حدیث، کلام، تفسیر اور دیگر علمی شعبوں میں بزرگ اور با فضیلت شاگردوں کا پرورش پانا: سید ابن طاؤس نقل کرتے ہیں کہ امام علیہ السلام کے قریبی اصحاب مجلس درس میں حاضر ہوتے اور جو کچھ بھی حضرت علیہ السلام سے سنتے اس کو اس لوح میں جو آستینوں میں رکھتے تھے لکھتے جاتے تھے[۱۴]

یہ سب کچھ ان حالات میں ہورہا تھا جب کہ عباسی حکومت نے امام علیہ السلام کی علمی سرگرمیوں پر پابندی لگادی تھی۔ آپ کے شاگردوں پر سختی کی جارہی تھی۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں وہ کھلم کھلا امام علیہ السلام کا نام بھی نہیں لے سکتے تھے بلکہ ابوابراہیم، عبدصالح، عالم، صابر اور امین ایسے ناموں سے یاد کرتے تھے۔

ان تمام باتوں کے باوجود امام علیہ السلام علمی، اسلامی اور ثقافتی تحریک کی ارتقا میں بہت بڑا قدم اٹھانے اور سینکڑوں دانشمند اور علمی شخصیتوں کی تربیت میں کامیاب ہوگئے۔[۱۵] محمد ابن ابی عمیر، علی بن یقطین، ہشام ابن حکم، ہشام ابن سالم، یونس بن عبدالرحمن اور صفوان ابن یحیی کا نام بطور نمونہ لیا جاسکتا ہے۔

امام علیہ السلام کے شاگردوں کی روحانی عظمت اور انکی علمی اور مجاہدانہ شخصیت نے مخالفین، خصوصاً حکومت وقت کی آنکھوں کو خیرہ کردیا ان کو یہ خطرہ لاحق ہوگیا کہ یہ کہیں اپنی اس حیثیت و محبوبیت کی بناء پر جو لوگوں کے درمیان ہے انقلاب برپا نہ کردیں۔ اس لئے وہ ہمیشہ ایسے افراد کو معین کرتے رہتے تھے جو ان کی کارکردگی کی نگرانی کرتے رہیں۔ نمونہ کے طور پر پیش ہے۔

ابن ابی عمیر امام موسی کاظم۔ کے ممتاز صحابی تھے وہ اس بات میں کامیاب ہوئے کہ مختلف مباحث میں اپنی پچاس جلد کتابیں یادگار چھوڑیں۔

ہارون جس کو امام موسی کاظم علیہ السلام کے نزدیک محمد ابن ابی عمیر کے موقف کی اجمالی اطلاع تھی اس نے محمد ابن ابی عمیر کی فعالیت اور کارکردگی پر نظر رکھنے کے لئے جاسوسوں کو معین کردیا۔ انہوں نے اطلاع دی کہ عراق کے تمام شیعوں کے نام محمد کے پاس ہیں۔ اس خبر کے ملتے ہی ابن ابی عمیر ہارون کے حکم سے گرفتار کرکے قید میں ڈال دیئے گئے اور شیعوں کے نام اور راز کو بتانے کے لئے ان پر سختی کی جانے لگی لیکن وہ راز اگلنے پر تیار نہیں ہوئے(۱۶)

ب۔ امامت کا تحفظ اور عمومی انقلاب کیلئے میدان کی توسیع

امامت کے تحفظ کے لئے موسی ابن جعفر علیہ السلام کا مجاہدانہ منصوبہ کچھ اس طرح تھا:

۱۔ اپنے طرفداروں کی مدد اور ان کی نگرانی کرنا اور حکومت عباسی کے مقابل منفی موقف اختیار کرنے کے لئے ان کو ہم آہنگ بنانا۔

۲۔ امام اپنے طرفداروں کو حکم دیتے تھے کہ حکومت عباسی سے ہر سطح کا ہر معاملہ اور رابطہ منقطع کرلیں۔

صفوان بن مہران سے امام علیہ السلام کی گفتگو امام علیہ السلام کے اس صریحی نظریہ اور موقف کو بیان کرتی ہے۔ جناب موسی بن جعفر علیہ السلام نے صفوان سے فرمایا: تمہاری ہر بات اچھی ہے سوائے ایک بات کے اور وہ یہ کہ تم اپنے اونٹ ہارون کو کرایہ پر دیتے ہو۔ صفوان نے عرض کیا میں ان کو سفر حج کے لئے کرایہ پر دیتا ہوں اور خود ان کے ساتھ نہیں جاتا، آپ نے فرمایا۔ کیا کرایہ پر دینے کے بعد۔ تمہاری یہ خواہش نہیں رہتی ہے کہ کم از کم مکہ سے لوٹ آنے تک ہارون زندہ رہے، تاکہ تمہارا کرایہ ادا کردے؟ صفوان نے کہا کیوں نہیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: جو ستمگروں کی بقا کو دوست رکھتا ہو وہ انہیں میں سے شمار کیا جاتا ہے۔ اور جو ان کے ساتھ ہو اس کی جگہ جہنم ہے(۱۷) امام موسی کاظم علیہ السلام اپنے دوستوں کو ہر اس منصب اور عہدہ کو قبول کرنے سے منع فرماتے تھے جو ظالم حکومت کی تقویت کا باعث ہو۔ آپ نے زیاد ابن سلمہ سے فرمایا: "اے زیاد اگر میں کسی

بلندی سے گر کر ٹکڑے ٹکڑے ہوجاؤں تو یہ میرے لئے اس سے بہتر ہے کہ میں ظالم حکومت کے کسی منصب کو قبول کروں یا اس کی کسی ایک بساط پر بھی قدم رکھوں[۱۸] موسی بن جعفر علیہ السلام نے ایسی روش اختیار کر کے یہ چاہا کہ خلافت عباسی کی مشینری کی مشروعیت پر خط نسخ کھینچ کے ساتھ ساتھ ان کو گوشہ گیر بنادیں اور عوامی مرکز بننے سے ان کو محروم کردیں۔

ایک استثنیٰ

امام نے عباسی ستمگر حکومت کے تعاون کو حرام کردینے کے باوجود اپنے لائق اور معتمد اصحاب کے اہم عہدوں پر باقی رہنے کی مخالفت نہیں کی اس لئے کہ ایک طرف تو یہ کام حکومت کی مشینری میں نفوذ کا باعث بنا دوسری طرف اس بات کا باعث بنا کہ لوگ خصوصاً امام علیہ السلام کے چاہنے والے ان کی حمایت کے زیر سایہ آجائیں۔

علی ابن یقطین کا حکومت کی مشینری میں قوت حاصل کرلینا اسی منصوبہ کا ایک جزء تھا۔

علی ابن یقطین جو امام ہفتم کے ممتاز شاگردوں میں سے تھے ایک پاکیزہ نفس اور امام علیہ السلام کے لئے مورد اطمینان شخصیت کے مالک تھے، عباسیوں سے انہوں نے رابطہ قائم کیا اور ہارون کی طرف سے وزارت کے لئے چنے گئے اور علی ابن یقطین نے امام علیہ السلام کی حمایت سے اس منصب کو قبول کیا[۱۹] بعد میں آپ نے کئي بار یہ چاہا کہ استعفی دیدیں لیکن امام علیہ السلام نے ان کو روک دیا[۲۰] ایک دن امام موسی کاظم۔ نے ان سے فرمایا کہ: ایک کام کا وعدہ کرو تو میں تمہارے لئے تین چیزوں کی ضمانت لیتا ہوں ۱۔ تم قتل نہیں کئے جاؤگے ۲۔ فقر میں بتلا نہیں ہوگے ۳۔ قیدی نہیں کئے جاؤگے۔

علی ابن یقطین نے کہا کہ جس کام کے مجھے پابند ہونا ہے وہ کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: "وہ کام

یہ ہے کہ جب ہمارے دوستوں میں سے کوئي تمہارے پاس آئے تو اس کی ضرورت پوری کرو اور اس کا اکرام کرو۔ علی ابن یقطین نے قبول کیا[۲۱] آپ جب تک اس عہدہ پر باقی رہے شیعوں کے لئے ایک مضبوط قلعہ اور ایک قابل اطمینان پناہ گاہ شمار کئے جاتے رہے۔ اور ان دشوار حالات میں زندگی کی حفاظت کے لئے ضروری اعتبار قائم کرنے اور امام علیہ السلام کے دوستوں کو اقتصادی طور پر آزاد بنانے میں آپ نے بڑا موثر کردار ادا کیا۔

۲۔ خلافت کی مشینری کے مقابل امام علیہ السلام کا صریحی اور آشکار موقف جو اس بات پر مبنی تھا کہ خلافت انکا حق ہے اور وہ اس مقام کو بچانے میں تمام لوگوں پر برتری رکھتے تھے۔

امام کے اس موقف کو واضح کرنے والا ایک نمونہ

ہارون رشید حج سے واپسی پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مطہر کے پاس حاضر ہوا۔ اور اس نے قریش اور دوسرے قبائل کے بہت سے لوگوں کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس طرح سلام کیا"... السلام علیک یابن عم" سلام ہو آپ پر اے چچا کے بیٹے (چچیرے بھائي) اور اس نے نبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی نسبت پر فخر کا اظہار کیا۔ امام موسی کاظم ۔نے۔ جو وہاں موجود تھے۔ جب اس کی بات سنی تو ضریح مقدس کے پاس کھڑے ہو کر آپ نے کہا: "السلام علیک یا ابۃ"سلام ہو آپ پر اے پدر۔ہارون اس بات پر سخت ناراض ہوا۔ اتنا ناراض کہ اس کے چہرہ کا رنگ بدل گیا۔ لیکن ردّ عمل کے طور پر کچھ نہ کرسکا[۲۲] یہاں تک کہ ایک دن اس نے امام علیہ السلام سے کہا کہ آپ لوگ کیسے یہ دعوی کرتے ہیں کہ فرزند پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جبکہ آپ کے باپ تو علی علیہ السلام ہیں؟ امام نے فرمایا اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہوتے اور تمہاری بیٹی کا رشتہ مانگتے تو تم قبول کرلیتے؟ اس نے کہا، سبحان اللہ کیوں نہیں؟ ایسی صورت میں، میں عرب عجم اور

قریش پر فخر کرتا_

حضرت نے فرمایا: کہ اگر رسول خدا زندہ ہوتے تو ہماری بیٹی کا رشتہ نہ مانگتے اور میں بھی یہ رشتہ قبول نہ کرتا، ہارون نے پوچھا کیوں ؟ آپ نے فرمایا: اس لئے کہ وہ ہمارے باپ ہیں (ہرچند ماں کی طرف سے) لیکن تمہارے باپ نہیں ہیں [۲۳] امت کے انقلابی وجدان کو بیدار کرنا اور انقلابی تحریکوں کی پشت پناہي: منصور کے زمانہ میں اور اس کے بعد بہت سے سادات متقی اور حق طلب علوی جن کو آئمہ سے قریبی نسبت تھي، ظلم و ستم کے ختم ہونے، عدالت اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی نشر و اشاعت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے نتیجتاً شہید ہوگئے_

بہت سے انقلابی پوشیدہ طور پر امام علیہ السلام سے ملحق تھے اور آپ سے رہنمائي حاصل کرتے رہتے تھے، نمونہ کے طور پر حسین ابن علی جو مدینہ کے علویوں [۲۴] میں سے تھے_ اپنے ہی قول کے مطابق_ امام موسی کاظم علیہ السلام سے مشورہ [۲۵] کے بعد ہادی عباس کے خلاف قیام کیا اور تقریباً تین سو افراد کے ایک گروہ کے ساتھ مدینہ سے مکہ کی طرف چل پڑے، سرزمین "فخ" پر خلیفہ کے سپاہیوں کا سامنا ہوا_ شدید جنگ کے بعد علوی شکست کھا گئے اور واقعہ کربلا کی طرح عباسیوں نے تمام شہداء کے سر کاٹے اور مدینہ لے آئے اور ایک ہی نشست میں جس میں فرزندان امیرالمؤمنین کی ایک جماعت منجملہ ان کے امام موسی کاظم_ تشریف فرما تھے ان سروں کو دکھانے کے لئے لے آئے، سوائے موسی ابن جعفر علیہ السلام کے کسی نے کچھ نہیں کہا_ آپ نے جب حسین ابن علي_ قیام فخ کے رہبر_ کا سر دیکھا تو فرمایا: انّا للہ و انا الیہ راجعون_ خدا کی قسم وہ اس حالت میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے کہ مسلمان اور صحیح کام کرنے والے تھے، بہت روزے رکھتے تھے، بڑے شب زندہ دار تھے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے تھے_ ان کے خاندان میں ان جیسا کوئی نہیں تھا_ [۲۶]

ہادی عباسی کو جب معلوم ہوا کہ علویین امام ہفتم کے ایما پر عمل کرتے ہیں تو حادثہ "فخ" کے

بعد بہت ناراض ہوا_ اور آپ کے قتل کا اس نے ارادہ کرلیا_ اس نے کہا: خدا کی قسم حسین نے موسی ابن جعفر علیہ السلام کے حکم سے میرے خلاف قیام کیا ہے_ اس لئے کہ اس خاندان کا امام سوائے موسی ابن جعفر کے اور کوئی نہیں ہے_ اگر میں ان کو زندہ چھوڑدوں تو خدا مجھے قتل کرے_[۲۷]

امام علیہ السلام کی جو رپورٹیں خلفاء کے پاس پہنچی تھیں نیز وہ اعترافات جو خلفاء کو تھے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حکومت کی مشینری کی کمین میں بڑے شد و مد سے تھے اور اس کی سرنگونی کی فکر کر رہے تھے_

لوگوں نے لکھا ہے کہ مہدی عباسی نے امام علیہ السلام سے کہا کہ "کیا آپ ہم کو اپنے خروج سے محفوظ رکھیں گے...؟[۲۸]

نیز ہارون نے اپنے اس اقدام کی توجیہ میں جو اس نے امام علیہ السلام کو گرفتار کرنے کے لئے کیا تھا_ کہا "میں ڈرتا ہوں کہ یہ فتنہ برپا کریں گے اور خون بہے گا"_[۲۹]

ج_ خلفاء کے عیش و نشاط کے خلاف جنگ

خلفاء بنی امیہ و بنی عباس اور ان سے وابستہ افراد کی زندگی کی نمایاں خصوصیت عیش و نشاط اور تجمل پرستی تھی وہ لوگ جو ٹیکس اور پیسے عوام سے وصول کرتے تھے ان کو اسلامی وسیع و عریض ملک کی آبادکاری اور ترقی میں استعمال کرنے اور لوگوں کے رفاہ اور آرام کے کاموں میں خرچ کرنے کے بجائے بزم سلطنت کی تشکیل، بساط عیش و نشاط بچھانے اور خوشنما محل بنانے میں خرچ کرتے تھے_

ہارون کی زندگی میں دوسرے خلفاء کی بہ نسبت یہ خصوصیت زیادہ نظر آتی ہے_ ہارون نے بغداد میں بڑا خوشنما محل بنوایا_ اپنی عظمت اور ظاہری شان و شوکت کو واضح کرنے کیلئے موسی ابن جعفر علیہ السلام کو وہاں لے گیا_ طاقت کے نشے میں مست تکبر آمیز لہجہ میں اس نے پوچھا، یہ قصر کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا: فاسقوں کا گھر ہے وہی لوگ جن کے بارے میں خدا نے فرمایا: "جو لوگ روئے

زمین پر ناحق تکبر کرتے ہیں _ ہم جلد ہی اپنی آیات پر ایمان سے ان کو منصرف کردیں گے (اس طرح کہ) جب وہ کسی آیت یا نشانی کو دیکھیں گے تو ان پر ایمان نہیں لائیں گے اور اگر ہدایت کے راستہ کو دیکھیں گے تو اپنے راستہ کے عنوان سے اس کا انتخاب نہیں کریں گے (یہ سب اس لئے ہے کہ) انہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی ہے اور اس سے غافل ہوگئے ہیں _[۳۰]

ہارون جو اس جواب سے سخت ناراض تھا اس نے غضبناک ہوکر پوچھا کہ پھر یہ گھر کس کا ہے؟

یہ گھر ایک زمانہ کے بعد ہمارے شیعوں کا ہوگا لیکن (اس وقت) فتنہ کی جڑ اور دوسروں کے لئے آزمائشے ہے_

(اگر یہ شیعوں کا ہے) تو صاحب خانہ اس کو کیوں نہیں لے لیتا؟

آبادی ہونے کے بعد اس کو اس کے مالک سے لے لیا جائیگا اور جب تک آباد نہیں ہوگا واپس نہیں لیا جائے گا_[۳۱]

شہادت

ہارون کے جبر کے مقابلہ میں امام موسی کاظم_ کے رویہ نے اس کو اس بات پر اکسایا کہ وہ امام_ کو نظر بند کرے اور لوگوں سے ان کے رابطہ کو منقطع کردے اس وجہ سے اس نے امام علیہ السلام کو گرفتار کیا اور زندان بھیج دیا_ لیکن مدینہ سے باہر لے جانے کے لئے ہارون نے مجبور ہو کر کہا دو کجاوے بنائے جائیں اور ہر کجاوہ کو مدینہ کے الگ الگ دروازوں سے باہر نکالا جائے اور ہر ایک کے ساتھ کچھ شہ سوار فوجی چلیں_[۳۲] صرف امام کے عقیدتمندوں کے خوف سے یہ انتظام نہں گیا گیا تھا بلکہ ہارون کو یہ فکر تھی کہ ان کے پاس کچھ افراد اور کچھ گروہ تیار ہیں جو ایسے موقع پر حملہ کرکے امام علیہ السلام کو اس کے مزدوروں کے چنگل سے چھڑالے جائیں گے_ اس وجہ سے اس نے

ایسی احتیاطی تدبیر اختیار کی تھیں_

حضرت موسی ابن جعفر علیہ السلام پہلے بصرہ کے زندان میں لے جائے گئے اور ایک سال کے بعد ہارون کے حکم سے بغداد منتقل کردیئے گئے اور کسی کو ملاقات کی اجازت دیئے بغیر کئي سال تک قید میں رکھے گئے_[۳۳]

آخر کار ۲۵ رجب ۱۸۳ ھ ق کو "سندی بن شاہک" کے قید خانے میں ہارون کے حکم سے زہر دیا گیا، تین دن کے بعد شہید ہوگئے اور بغداد میں قریش کے مقبرہ میں سپرد لحد کئے گئے_[۳۵]

شہادت کے بعد ہارون کے آدمیوں نے بہت اصرار کیا کہ لوگ اس بات کو قبول کرلیں اور گواہی دیں کہ موسی ابن جعفر علیہ السلام کو زہر نہیں دیا گیا اور وہ طبیعی موت سے دنیا سے رخصت ہوئے ہیں_ تا کہ اس بہانہ سے اپنے دامن کو ایسے سنگین جرم کے داغ سے بچالیں اور لوگوں کی ممکنہ شورش بھی روک دیں_

اور یہ ایک دوسرا گواہ ہے جو عباسی حکومت سے امام کے ٹکراؤ کی طرف ہماری رہنمائي کرتا ہے_

آپ کی عملی اور اخلاقی سیرت کے نمونے

الف: عبادت

خدا کی خصوصی معرفت آپ کو مزید عبادت اور پروردگار سے عاشقانہ راز و نیاز کی طرف کھینچتی تھی اس وجہ سے اجتماعی کاموں سے فراغت کے بعد آپ عبادت میں اپنا وقت گذارتے تھے_

جب ہارون کے حکم سے آپ کو زندان میں ڈال دیا گیا تو آپ نے خدا کی بارگاہ میں عرض کیا پروردگارا مدتوں سے میں یہ چاہتا تھا کہ تو اپنی عبادت کے لئے مجھے فرصت دیدے اب میری خواہش پوری ہوگئي لہذا میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں_[۳۵]

جب آپ قید خانہ میں تھے اس وقت جب کبھی ہارون کوٹھے سے زندان کی طرف دیکھتا تھا تو یہ دیکھتاتویہی لباس کی طرح کی کوئي چیز زندان کے ایک گوشہ میں پڑی ہے۔ ایک بار اس نے پوچھ لیا کہ یہ کس کا لباس ہے؟ ربیع نے کہا: یہ لباس نہیں ہے، یہ موسی ابن جعفر علیہ السلام ہیں جو زیادہ تر سجدہ کی حالت میں رہتے ہیں۔ ہارون نے کہا سچ ہے وہ بنی ہاشم کے بڑے عبادت گزار افراد میں سے ہیں۔ ربیع نے پوچھا، تو پھر ان پر اتنی سختی کیوں کرتا ہے ہارون نے کہا: افسوس اس کے سوا کوئي چارہ نہیں ہے[۳۶] امام۔ اس دعا کو بہت پڑھتے تھے"اللهم انی اسئلك الراحة عند الموت و العفو عند الحساب"[۳۷] خدایا میں تجھ سے موت کے وقت آرام اور حساب کے وقت بخشش کا طلبگار ہوں۔

آپ کی عبادت کو بیان کرنے کے لئے وہ جملہ کافی ہے جو ہم آپ کی زیارت میں پڑھتے ہیں کہ "درود ہو موسی ابن جعفر علیہ السلام پر جوپوری رات مسلسل عبادت اور استغفار میں گذارتے تھے، سجدہ ریز رہتے، بہت زیادہ مناجات اور نالہ و زاری فرماتے تھے۔[۳۸]

ب۔ درگذر اور بردباري

امام موسی کاظم۔ کا درگذر اور ان کی بردباری بے نظیر اور دوسروں کیلئے نمونہ عمل تھي، آپ کے لئے "کاظم" کا لقب اسی خصلت کو بیان کرنے والا اور درگذر کی شہرت کی نشان دہی کرنیوالا ہے۔

مدینہ میں ایک شخص تھا وہ ہمیشہ امام کو۔ دشنام اور توہین۔ کے ذریعہ تکلیف پہنچاتا رہتا تھا۔ امام علیہ السلام کے کچھ صحابیوں نے یہ پیشکش کی کہ اس کو درمیان سے ہٹا دیا جائے۔

امام علیہ السلام نے ان لوگوں کو اس کام سے منع کیا پھر اس کے بعد اس کے گھر کا پتہ پوچھ کر۔ جو مدینہ سے باہر ایک کھیت میں تھا۔ تشریف لے گئے آپ علیہ السلام چوپائے پر سوار تھے جب اس کے کھیت میں

داخل ہوئے، وہ شخص چلانے لگا کہ ہمارے کھیت کو پامال نہ کریں حضرت نے کوئي پروا نہیں کی اور سواری ہی کی حالت میں اس کے پاس پہنچے اور سواری سے اترنے کے بعد اس سے ہنس کرپوچھا: اس زراعت کے لئے کتنے پیسے تم نے خرچ کئے ہیں؟ اس نے جواب دیا سو دینار_ آپ نے فرمایا: کتنے فائدے کی امید ہے اس نے جواب دیا "دوسو دینا"_ آپ نے اس کو تین سو دینار مرحمت فرمائے اور کہا:" زراعت بھی تیری ہے، جس کی تو امید لگائے ہوئے ہے خدا تجھکو اتنا ہی دے گا_ وہ شخص اٹھا اور اس نے امام موسی کاظم_ کے سرکو بوسہ دیا اور اس نے اپنے گناہوں سے درگذر کرنے کی خواہش ظاہر کي_ امام مسکرائے اور پلٹ گئے...
اس کے بعد ایک دن وہ شخص مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت موسی ابن جعفر وہاں وارد ہوئے جب امام پر اس شخص کی نظر پڑی تو اس نے کہا: خدا بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو کس خاندان میں قرار دے_[۳۹] اس کے دوستوں نے اس سے تعجب سے پوچھا: کیا بات ہے؟ تم تو اس سے پہلے ان کو بہت برا بھلا کہتے تھے اس نے دوبارہ امام کے لئے دعا کی اور دوستوں سے الجھ پڑا_
امام نے اپنے اصحاب سے_ جو پہلے اس کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے_ کہا کیا بہتر ہے، تمہاری نیت یا ہمارا سلوک جو اس کو راہ راست پر لانے کا باعث بنا؟[۴۰]

ج_ کام اور کوشش

امام موسی کاظم_ کے پاس زراعت اور کھیتی تھی آپ خود اس کے کام میں لگے رہتے تھے، حسن ابن علي_ آپ کے صحابی اور شاگرد_ اپنے باپ کا قول نقل کرتے ہیں میں نے امام موسی ابن جعفر سے ان کے کھیت میں اس حالت میں ملاقات کی کہ وہ محنت و مشقت کی وجہ سے قدموں تک پسینے سے بھیگے ہوئے تھے_ میں نے ان سے کہا: میں آپ پر قربان جاؤں آپ کے آدمی (کام کرنے والے) کہاں ہیں، آپ خود کیوں مشغول ہیں؟
آپ نے فرمایا: مجھ سے اور میرے والد سے بھی زیادہ بزرگ افراد اپنے کھیت میں کام

کرتے تھے میں نے عرض کیا وہ کون لوگ ہیں ؟ آپ نے فرمایا: میرے جد رسول خدا اور امیر المؤمنین علیہ السلام اور ہمارے آباء، اس کے بعد آپ نے فرمایا: کھیتی باڑی پیغمبروں مرسلین اور صالحین کا کام ہے۔[۴۱]

د۔ سخاوت و کرم

جود و کرم، ساتویں امام علیہ السلام کی صفتوں میں سے ایک بڑی نمایاں صفت تھي۔ آپ نے اپنے مالی امکانات کو۔ جو کھیتی باڑی کے ذریعہ آپ نے حاصل کئے تھے۔ اس طرح ضرورت مندوں کے حوالہ کردیتے تھے کہ مدینہ میں ضرب المثل کے طور پر لوگ آپس میں کہا کرتے تھے " اس شخص پر تعجب ہے جس کے پاس موسی ابن جعفر علیہ السلام کی بخشش و عطا کی تھیلی پہنچ چکی ہو لیکن وہ پھر بھی تنگ دستی کا اظہار کرے۔[۴۲]

آپ علیہ السلام کی سخاوت و کرم کے بارے میں ابن صباغ مالکی تحریر فرماتے ہیں: موسی کاظم۔ اپنے زمانہ کے لوگوں میں سب سے زیادہ عابد، دانا اور پاک نفس شخص تھے۔ آپ علیہ السلام پیسے اور کھانے پینے کا سامان مدینہ کے ستم رسیدہ افراد تک پہنچاتے اور کسی کو خبر بھی نہیں ہوتی تھی کہ یہ چیزیں کہاں سے آئي ہیں۔ مگر آپ کی رحلت کے بعد پتہ چلا۔[۴۳]

ایک شخص جس کا نام " محمد ابن عبد اللہ بکري" تھا اپنے مطالبات کو وصول کرنے کے لئے مدینہ آیا لیکن اس کو کچھ نہیں ملا۔ واپسی پر امام۔ سے ملاقات ہوئي اس نے اپنا ماجرا آپ کو سنایا۔ امام علیہ السلام نے حکم دیا کہ اس کو تین سو دینار سے بھری تھیلی دی جائے تاکہ وہ خالی ہاتھ اپنے وطن واپس نہ جائے[۴۴]

ھ۔ تواضع اور فروتني

امام موسی ابن جعفر علیہ السلام ایک کالے چہرہ والے کریہہ المنظر شخص کے پاس سے گذرے آپ علیہ السلام نے اس کو سلام کیا اور اس کے پاس بیٹھ گئے اس سے باتیں کیں اور پھر اس کی حاجت پوری

کرنے کے لئے اپنی آمادگی کا اظہار فرمایا آپ سے کہا گیا کہ اے فرزند رسول کیا آپ ایسے شخص کے پاس بیٹھتے ہیں اور اس کی حاجتیں پوچھتے ہیں ؟

آپ نے فرمایا: وہ خدا کے بندوں میں سے ایک بندہ ہے اور خدا کی کتاب میں وہ ایک بھائی ہے، اور خدا کے شہروں میں وہ ہمسایہ ہے، حضرت آدم علیہ السلام جو بہترین پدر ہیں، اس کے باپ ہیں اور آئین اسلام جو تمام دینوں میں برترین دین ہے اس نے ہم کو اور اس کو باہم ربط دیا ہے[(۴۵)]

سوالات

۱_ امام موسی کاظم_کس تاریخ کو پیدا ہوئے اور آپ نے اپنے والد بزرگوار کے ساتھ کتنے دن زندگی گذاری آپ کے والد و والدہ کا نام اور آپ کی سب سے مشہور کنیت اور لقب بیان کیجئے_

۲_ امام جعفر صادق_کے ارشادات میں سے ایک قول جو آپ کے فرزند موسی ابن جعفر_کی امامت کے بارے میں ہے بیان فرمایئے

۳_ امام موسی کاظم_نے اپنے باپ کی علمی تحریک کو کن حالات میں جاری رکھا_ اس زمانہ میں اسلامی معاشرہ پر حکومت کرنے والے حاکم کے رویہ کا ایک نمونہ بیان فرمایئے

۴_ امام موسی کاظم علیہ السلام کی علمی اور ثقافتی کوششوں کا کیا نتیجہ رہا؟

۵_ امامت کے محاذ کی نگہبانی کے لئے امام موسی کاظم_کے جہاد کا محور کیا چیزیں تھیں_

۶_ امام موسی کاظم_کس تاریخ کو کس طرح اور کہاں شہید ہوئے؟

حوالہ جات

۱ ابواء مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے_ پیغمبر ﷺ اسلام کی والدہ گرامی جناب آمنہ بنت وہب کی قبر اسی جگہ ہے_

۲ بحار الانوار جلد ۴۸/ ۱_ مناقب جلد ۳۲۳/۴_

۳ بحار جلد ۴۸/۶، کافی جلد ۳۹۸/۱_

۴ انوار البھیتہ/۱۶۳_

۵ بحار جلد ۳/۴۸_

٦ بحار جلد ۱۱/۴۸_

۷ الصواعق المحرقہ/۲۰۳_

۸ بحار جلد ۲۱/۴۸_

۹ اعلام الوري/ ۲۹۱، ارشاد مفید/ ۲۹۰، بحار جلد ۲۰/۴۸_

۱۰ بحار جلد ۱۸/۴۸_

۱۱ بحار جلد ۳/۴۷، مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳۲۰/۴_

۱۲ شعوبیہ غیر عرب لوگوں کے ایک گروہ کا نام ہے جو عمر کے زمانہ خلافت میں نیشنلسٹ مخالف فکر کے ساتھ ظاہر ہوا اور اموی و عباسی دور حکومت میں اس کو زیادہ رونق ملي_ یہ لوگ مسلمان معاشرہ میں اختلاف اور شگاف ڈالنے کا اہم سبب بنے "ک" حیاۃ الامام موسی ابن جعفر ؑ ج ۲/ ۱۱۰_ ۱۱۷ اور واہ نامہ اجتماعی و سیاسی مضقہ حسین رہجو/ ۱۱۴۰_

۱۳ رجال کشي/ ۲٦٦، معجم رجال الحدیث جلد ۲۷۹/۱۹_ ۲۷۸_

۱۴ انوار البھیۃ/ ۱۷۰_ ۱٦۹_

۱۵ مرحوم شیخ طوسی نے اپنی (کتاب) رجال میں موسی ابن جعفر ؑ کے شاگردوں کی تعداد دو سو بہتر ۲۷۲ لکھی ہے لیکن حیاۃ الامام موسی ابن جعفر ؑ کے مؤلف محترم نے امام کے تین سو اکیس ۳۲۱ شاگردوں کے تفصیلی حالات درج کئے ہیں حیاۃ الامام موسی ؑ جلد ۲/ ۳۷۳_ ۲۲۳_

۱٦ رجال کشي/ ۵۹۱_

١٧ من احبّ بقائهم فهو منهم من كان منهم كان وَرَدَ النار رجال کشي/٣٣١، معجم رجال الحديث جلد ٩/١٢٢_

١٨ يا زياد لان اسقط من شاهق فاتقطّع قطعةً قطعةً احبُّ اليَّ من ان التوّلی منهم عملاً او اطا بساط رجل: منهم" مکاسب شیخ مرتضی انصاری باب ولایت جائر/ ٣٨ و تنقیح المقال مامقانی ج ١/٣٥٣_

١٩ رجال کشی/٣٣٣_

٢٠ بحار٤٧/١٣٦_

٢١ رجال کشی/٣٣٣، بحار جلد ٣٨/١٣٦_

٢٢ ارشاد مفید/٢٩٨، تاریخ بغداد جلد ١٣/٣١، مناقب جلد ٣/٣٢٠، اعلام الوری/١٩٧، الصواعق المحرقه/٢٠٣، تذکرة الخواص/٣١٤، بحار جلد ٣٨/١٠٣، احتجاج طبرسی جلد ٢/١٦٤_

٢٣ عیون اخبار الرضا جلد ١/٦٨، احتجاج طبرسی جلد ٢/١٦٣، بحار جلد ٣٨/١٢٩_١٢٥_

٢٤ یہ حسین ابن علی ابن حسن ابن حسین ابن علی ابن ابیطالب ہیں چونکہ سرزمین "فخ" میں جو مکہ سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر واقع ہے_ عباسی سپاہیوں کے ہاتھوں قتل کردیئے گئے اس لئے "صاحب فخ" یا "شہید فسخ" کے نام سے مشہور ہوئے_

٢٥ مقاتل الطالبین/٣٥٧ نشر دار المعرفة بیروت تحت عنوان ذکر من خرج مع الحسین_ حسین ابن علی اور یحیی ابن عبداللہ کی باتوں کا متن ملاحظہ ہو "ما خرجنا حتی شاورنا اهل بیتنا و شاورنا موسی ابن جعفر فامرنا بالخروج"_

٢٦ مقاتل الطالبین "مضی و الله مسلماً صالحاً صوّاماً قوّاماً آمراً بالمعروف ناهیا عن المنکر ما کان من اهل بیته مثله"_

٢٧ بحار جلد ٣٨/١٥١ "و الله ما خرج حسین الا عن امره و لا عن امره و لا اتبع الا محبته لانه صاحب الوصیته فی اهل هذا البیت قتلنی الله ان ابقیتُ علیه"_

٢٨ وفیات الاعیان جلد ٢/٢٥٦_

٢٩ بحار الانوار جلد ٣٨/٢٣٢،٢١٣، ارشاد مفید/٣٠٠، مقاتل الطالبین/٣٣٤_

٣٠ ساصرفُ عن آیاتی الذین یتکبرون فی الارض بغیرالحق و ان یروا کل آیة: لا یؤمنوا بها و ان یروا سبیل الرشد لا یتخذه سبیلا و ان یروا سبیل الغی یتخذه سبیلا ذلك بانّهم کذّبوا بآیاتنا و کانوا عنها غافلون_

۳۱ "اُخذَت منه آمرةً و لا یاخذهاالا معمورة" بحار جلد۴۸/ ۱۳۸، تفسیر عیاشی جلد ۲/ ۳۰، تفسیر برہان جلد ۲/ ۳۷ شاید اس آخری جملہ سے امام کی مراد یہ ہو کہ جب تک گھر کو آباد کرنے کا امکان نہ ہو اس وقت تک اس کو واپس نہیں لیں گے اور اس وقت اس کا وقت نہیں ہے_

۳۲ الفصول المهمة/ ۲۳۹، مناقب جلد ۳/ ۳۲۷، ارشاد مفید/ ۳۰۰، اعلام الوری / ۲۹۹، مقاتل الطالبین / ۳۳۳_

۳۳ ہارون کے زندان میں امام کتنے دنوں تک رہے اس میں اختلاف ہے چار سال، دس سال، بھی مذکور ہے_ تذکرة الخواص/ ۳۱۴ سیرة الائمة الاثنی عشر جلد ۲/ ۳۵۱، بحار جلد ۴۸/ ۲۰۶_ ۲۲۸، مہدی عباسی کی قید میں جتنے دنوں رہے یہ مدت اس کے علاوہ ہے_

۳۴ الفصول المہمہ / ۲۳۱، انوار البهیه / ۱۸۱، تاریخ ابو الفداء جلد ۲/ ۱۶ یہ بتا دینا ضروری ہے کہ امام موسی کاظم اور مام جواد علیہما السلام کے مرقد اطہر آج کل کاظمین کے نام سے مشہور ہیں_

۳۵ اللهم انّی طالماً کُنتُ اَسئَلُکَ اَن تُفَرّغَنی لعبادتک وَ قَد استَجَبتَ منّی فلک الحمد علی ذالک" مناقب جلد ۳۱۸/۴، بحار جلد ۸، ارشاد مفید / ۳۰۰، الفصول المہمہ / ۲۴۰_ تھوڑے سے فرق کے ساتھ_ امام کا یہ جملہ زندان جانے سے پہلے آپ کے اجتماعی کام میں مشغولیت کی شدّت کو بیان کرتا ہے_

۳۶ بحار جلد ۴۸/ ۱۰۸، حیاة الامام موسی بن جعفر علیہ السلام جلد ۱/ ۱۳۲_ ۱۴۰_ عیون اخبار الرضا جلد ۱/ ۷۸_ ۷۷_

۳۷ ارشاد مفید/ ۲۹۶، مناقب جلد ۴/ ۳۱۸، اعلام الوری / ۲۹۶_

۳۸ الصلوة علی موسی بن جعفر علیه‌السلام الذی یحیی اللیل بالسهر الی السّحر بمواصلة الاستغفار حلیف السجدة و الدموع الغزیرةَ و المناجاتَ الکثیرة الضّراعات و الضراعات المتصلة_ انوار البهیه مرحوم شیخ عباس قمی/ ۱۸۸_

۳۹ الله اعلم حیث یجعل رسالته_

۴۰ ارشاد مفید/ ۲۹۷، تاریخ بغداد جلد ۱۳/ ۲۸، مناقب جلد ۴/ ۳۱۹، دلائل الامامه / ۱۵۱_ ۱۵۰، بحار ج ۴۸/ ۱۰۳_ ۱۰۲، اعلام الوری / ۲۹۶، مقاتل الطالبین / ۳۳۲_

۳۱ "و هو من عمل النبین و المرسلین و الصالحین" *من لا یحضره الفقیه* جلد ۳/ ۹۸ *مطبوعہ بیروت میں* / ۳۰۱، *بحار* جلد ۳۸/ ۵_

۳۲ *عمدۃ الطالب* / ۱۹۶ " *عجباً لمن جائتہ صرۃ موسی فشکی القلّۃ* "_

۳۳ *فصول المہمہ* / ۲۳۷_

۳۴ *المجالس السنیۃ* جلد ۲/ ۵۲۷_

۳۵ *تحف العقول* / ۳۵ "عبدٌ من عباد اللہ و اخ فی کتاب اللہ و جارٌ فی بلاد اللہ یجمعنا و اباہ خیر الاباء آدم و افضل الادیان الاسلام"_

گیارہواں سبق:

امام علی ابن موسی الرضا علیہ السلام کی سوانح عمري

ولادت

آسمان ولایت کے آٹھویں ستارہ حضرت علی ابن موسی الرضا علیہ السلام ۱۱ ذی القعدہ ۱۴۸ ھ ق کو اپنے جد بزرگوار امام جعفر صادق _کی شہادت کے سولہ دن بعد پیدا ہوئے_(۱)

آپ کا نام علی رکھا گیا مشہور لقب رضا اور کنیت ابوالحسن ہے پدر بزرگوار کا اسم گرامی امام موسی کاظم علیہ السلام اور مادر گرامی کا نام نجمہ ہے(۲)، جو خردمندی ایمان اور تقوی میں ممتازترین عورتوں میں سے تھیں_(۳)

امامت پر نص

امام علی ابن موسی الرضا نے ۱۸۳ ھ ق میں_ جناب موسی ابن جعفر_کی شہادت کے بعد ۳۵ برس کی عمر میں منصب امامت سنبھالا_

آپ کی امامت کا تعیّن تمام ائمہ معصومین علیہم السلام کی امامت کی طرح رسول خدا کی تعیین و تصریح اور آپ کے پدر گرامی امام موسی کاظم_کے تعارف سے ہوا_

اپنی شہادت سے پہلے موسی ابن جعفر_نے زمین پر آٹھویں حجت خدا اور اپنے بعد کے امام کا تعارف مسلمانوں کے درمیان کرایا تاکہ لوگ کجروی اور گمراہی میں نہ جائیں_

"مخزومي" نقل کرتے ہیں کہ موسی ابن جعفر_نے مجھ کو اور چند دوسرے افراد کو بلایا اور فرمایا: تم کو معلوم ہے کہ میں نے تم لوگوں کو کیوں بلایا ہے؟ ہم نے کہا نہیں آپ نے فرمایا میں

چاہتا ہوں کہ تم لوگ گواہ رہو کہ میرا یہ بیٹا_ امام رضا کی طرف اشارہ کرکے_ وصی اور میرا جانشین ہے ..."(۴)

یزید بن سلیط نقل کرتے ہیں کہ عمرہ بجالانے کے لئے میں مکہ جارہا تھا، راستہ میں امام موسی کاظم _سے ملاقات ہوئي_ میں نے ان سے عرض کی کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوجائیں آپ بھی اپنے پدر بزرگوار کی طرح مجھکو بتائیے اور اپنے بعد آنے والے امام کا تعارف کرائیے امام علیہ السلام نے امامت کے بارے میں تھوڑی وضاحت کرنے اور اس بات کو بیان کرنے کے بعد کہ امام علیہ السلام خدا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے معین ہوتا ہے_ فرمایا "میرے بعد میرے فرزند علی علیہ السلام (ابن موسي علیہ السلام) امام ہوں گے جو علی علیہ السلام اور علي علیہ السلام ابن الحسین علیہ السلام کے ہم نام ہیں_(۵)

اخلاق و سیرت

ائمہ معصومین پسندیدہ اخلاق اور بہترین سیرت میں دوسروں کے لئے نمونہ عمل تھے اور عملی طور پر لوگوں کو پاکیزہ زندگی اور فضیلت کا درس دیتے تھے، وہ لوگ باوجود اس کے کہ امامت کے بلند مقام پر فائز اور خدا کے برگزیدہ بندہ تھے لیکن پھر بھی انہوں نے اپنے کو لوگوں سے جدا نہیں کیا_

ابراہیم ابن عباس کہتے تھے کہ : میں نے کبھی یہ نہیں دیکھا کہ امام رضا علیہ السلام اپنی باتوں سے کسی کو تکلیف پہنچاتے ہوں اور کسی کے کلام کو قطع کرتے ہوں اور کسی حاجتمند کو_ امکان کے باوجود_ بھگا دیتے ہوں، دوسروں کی موجودگی میں پیر پھیلاتے یا ٹیک لگاتے ہوں یا اپنے غلاموں میں سے کسی کو کوئي ناروا بات کہتے ہوں، یا لعاب دہن کو دوسروں کے سامنے پھینکتے ہوں اور قہقہہ مار کر ہنستے ہوں، ان کی ہنسی بس تبسم کی حد تک تھی، جب دسترخوان بچھایا جاتا تو تمام گھر والوں کو حتی کہ دربان اور خدمت گزار کو بھی اس پر بٹھاتے اور ان لوگوں کے ساتھ کھانا کھاتے، راتوں کو کم

سوتے اور رات کے زیادہ حصہ میں صبح تک بیدار رہتے اور عبادت کیا کرتے تھے، بہت روزے رکھتے۔ (۶)

" محمد بن ابی عباد" نقل کرتے ہیں کہ: گرمی میں آپ کا فرش چٹائي اور جاڑوں میں کمبل ہوتا تھا، گھر میں کھردرا کپڑا زیب تن فرماتے لیکن جب کبھی لوگوں کے درمیان جاتے تو (معمولاً جو لباس پہنا جاتا ہے وہی پہنتے تھے) اپنے کو سنوارتے۔ (۷)

ایک شب اپنے مہمانوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے کہ ناگاہ چراغ میں کوئي خرابی پیدا ہوگئي، مہمان نے ہاتھ بڑھایا تاکہ چراغ کو روشن کردے حضرت نے منع فرمایا اور خود اس کام کو انجام دیا اور فرمایا" ہم وہ ہیں کہ جو مہمانوں سے کام نہیں لیتے۔ (۸)

حمام میں ایک شخص نے جو آپ کو نہیں پہچانتا تھا، کہا کہ: ذرا کیسہ سے میرا جسم مل دیں۔ امام علیہ السلام نے قبول کیا۔ اس نے جب امام علیہ السلام کو پہچان لیا تو شرمندگی کے ساتھ عذر خواہی کرنے لگا۔ امام علیہ السلام نے کیسہ سے اس کا جسم ملتے ہوئے اس کا دل رکھ لیا کہ نہیں کوئي بات نہیں۔ (۹)

اہل بلخ کا ایک شخص نقل کرتا ہے کہ میں خراسان کے سفر میں امام رضا علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ ایک دن دسترخوان بچھایا گیا امام رضا۔ نے تمام خدمت گاروں کو حتی کہ سیاہ ناموں جلد والوں کو بھی دسترخوان پر بٹھایا تاکہ وہ بھی آپ کے ساتھ کھانا کھائیں، میں نے عرض کي: میں آپ پر فدا ہوجاؤں بہتر ہے کہ یہ لوگ دوسرے دسترخوان پر بیٹھ جائیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ٹھہرو، بیشک خدا ایک ہے، سب کے ماں باپ ایک ہیں اور جزاء عمل کے مطابق ہے (۱۰)

امام رضا علیہ السلام کے خادم۔ یاسر۔ نقل کرتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے ہم سے فرمایا کہ "جب تم کھانا کہا رہے ہو اور میں تمہارے پاس آکر کھڑا ہوجاؤں تو تم (میرے احترام کے لئے) کھڑے نہ ہونا یہاں تک کھانا کھا کر فارغ ہوجاؤ۔ اسی وجہ سے اکثر ایسا اتفاق ہوا کہ امام علیہ السلام نے ہم کو آواز دی اور ان کے جواب میں کہہ دیا گیا کہ "کھانا کھانے میں مشغول ہیں، امام علیہ السلام ایسے موقع پر کہہ دیتے تھے کہ " اچھا رہنے دو یہاں تک کہ کھانا کھا کر فارغ ہوجائیں " (۱۱)

یعقوب نوبختی نقل فرماتے ہیں کہ ایک سائل نے امام رضا ـ سے کہا کہ مروت کے بقدر مجھے عطا کیجئے امام عليه‌السلام نے فرمایا کہ ہماری وسعت میں یہ بات نہیں ہے ـ سائل نے عرض کیا، میری مروت کے بقدر عطا کیجئے ـ امام عليه‌السلام نے غلام کو حکم دیا کہ اس کو دو سو دینار دے دیئے ائیں (۱۲)

امام کا علمی مقام

آٹھویں امام علم و فضل کے اعتبار سے اس منزل پر فائز تھے کہ ہر آدمی آپ کو پہچانتا، آپ کی علمی عظمت کا اعتراف کرتا اور آپ کے سامنے سر تعظیم خم کردیتا تھا ـ

آپ کا زمانہ وہی زمانہ ہے جس زمانہ میں مختلف عقائد و افکار سے سابقہ تھا ـ علوم منتقل ہو رہے تھے ـ معارف یونان و اسکندریہ کے متون کا ترجمہ ہوکر دنیائے اسلام اور عرب میں آرہا تھا، مختلف قسم کے مکاتب فکر کے نظریات اور ان کے گوناگوں عقائد معاشرہ میں آرہے تھے اور اس کے نتیجہ میں تضاد اور مختلف خیالات و عقائد ابھر رہے تھے، ایسے وقت میں لوگوں کے لئے اعتماد کے قابل صرف امام رضا ـ کا وجود پر فیض تھا ـ

آپ کا پرکشش اور پر فیض محضر مبارک شاگردوں اور محققین سے موجیں مار رہا تھا، مختلف فکری جماعتوں کے رہبروں جیسے ثنویہ، دھریہ، یہود، نصاری، زردشتي، زندیق کے مناظروں کی مرکز خلافت بنی عباس میں گرما گرم نشستیں تاریخ میں موجودہیں جن میں سے ہر مناظرہ آپ کے علمی اور ارشاد و ہدایت کے بلند مقام کو پایہ ثبوت تک پہنچاتا ہے (۱۳)

ان مناظروں میں ایک طرف تو امام ـ انحرافات کا سد باب کرتے اور دوسری طرف لوگوں کو اسلامی علوم و معارف سکھاتے تھے اور چونکہ خلفاء بنی عباس کے توسط سے ان کتابوں کے ترجمہ کا مقصد سیاسی تھا جیسے علم امام عليه‌السلام سے مقابلہ یا لوگوں کے ایمان کو اہل بیت عليهم‌السلام سے برگشتہ کردینا اس لئے امام عليه‌السلام نے بھی مخصوص انداز سے ان کے منصوبہ کو خاک میں ملادیا ـ

امام علیہ السلام کی شخصیت

امام رضا ۔کی عظمت و ممتاز شخصیت کے متعلق تمام مورخین اور محدثین اتفاق نظر رکھتے ہیں یہاں تک کہ مامون جو آپ کا سخت دشمن تھا اس نے بھی بارہا اس کا اعتراف کیا ہے۔

اس نے اپنے معین کردہ شخص رجاء بن ابی ضحاک سے جب امام علیہ السلام کے مدینہ سے مرو سفر کرنے کی خفیہ خبر سنی تو کہا: "یہ (امام علیہ السلام کی طرف اشارہ) روئے زمین پر بہترین فرد اور انسانوں میں سب سے بڑے عالم اور عابد ہیں..."(۱۴)

نیز امام علیہ السلام کی ولی عہدی کے سلسلہ میں مامون نے بیس ہزار افراد کو جمع کرکے خطاب کیا: "... میں نے فرزندان عباس اور فرزندان علی کے درمیان تلاش کیا لیکن ان میں سے کسی کو اس امر کے لئے علی ابن موسی رضا علیہ السلام سے زیادہ لائق، متدین، پارسا اور بافضیلت نہیں پایا(۱۵)

امامت کا زمانہ

علی ابن موسی ۔نے اپنے پدر بزرگوار کے قید خانہ میں شہادت کے بعد، ۳۵ سال کی عمر میں رہبری اور امامت کا عہدہ سنبھالا۔ آپ علیہ السلام کی امامت کی مدت بیس سال تھي، ہارون الرشید کے زمانہ کے دس سال، امین کی حکومت کے زمانہ کے پانچ سال اور مامون کی خلافت کے عہد کے پانچ سال۔

آپ علیہ السلام کی امامت کے زمانہ میں آپ علیہ السلام کے مبارزات اور آپ علیہ السلام کے موقف و رویہ عباسی خلافت کی مشینری کے مد مقابل تھا، واضح کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس زمانہ کے حالات اور خصوصیات کو دیکھتے ہوئے آپ کے زمانہ امامت کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے۔

۱۔آغاز امامت سے خراسان بھیجے جانے تک (۱۸۳ھ ق تا ۲۰۱ھ ق)

۲۔خراسان بھیجے جانے کے بعد (۲۰۱ھ ق سے ۲۰۳ھ ق تک)

الف_ آغاز امامت سے خراسان بھیجے جانے تک

علی ابن موسی الرضا علیہ السلام اپنے زمانہ کے حکام جور کی طاقت سے بے پروا ہوکر ہدایت و رہبری اور امامت کے فرائض انجام دیتے رہے اس راستہ میں آپ علیہ السلام نے کسی بھی کوشش سے دریغ نہیں کیا_ حکومت کے مقابل امام علیہ السلام کا رویہ_ اس استبدادی زمانہ میں_ ایسا واضح تھا کہ آپ علیہ السلام کے کچھ اصحاب آپ علیہ السلام کی جان کے بارے میں ڈرنے لگے تھے_

صفوان ابن یحیی نقل کرتے ہیں کہ امام رضا علیہ السلام نے اپنے والد کی رحلت کے بعد ایسی باتیں کہیں کہ ہم ان کی جان کے بارے میں ڈرگئے، اور ہم نے ان سے عرض کیا، آپ علیہ السلام نے بہت بڑی بات کو آشکار کردیا ہے_ ہم آپ علیہ السلام کے لئے اسی طاغوت (ہارون) سے ڈر رہے ہیں آپ علیہ السلام نے فرمایا: جو کوشش چاہے کرلے وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا(۱۶)

"محمد ابن سنان" فرماتے ہیں کہ ہارون کے زمانے میں، میں نے امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا: آپ نے امر امامت کے لئے اپنے کو مشہور کرلیا اور باپ کی جگہ بیٹھے ہیں جبکہ ہارون کی تلوار سے خون ٹپک رہا ہے_

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ: "... اگر ہارون میرے سر کے بال میں سے ایک بال بھی کم کردے تو تم گواہ رہنا کہ میں امام نہیں ہوں (۱۷)

آٹھویں امام علیہ السلام کی اس زمانہ میں ہرچند کہ بڑی وسیع کارکردگی تھی لیکن مصلحت اسلام کا تقاضا یہ تھا کہ خلافت سے براہ راست ٹکرانے کی بجائے اپنے فریضہ الہی کو دوسری طرح انجام دیں تا کہ وہ دشمن امام رضا_ کے موقف سے ٹکرانے کے لئے تیار نہ ہوجائیں جو چھٹے امام علیہ السلام کی عمر کے آخری زمانہ میں اس بنیادی نقشہ کی گہرائی اور اہمیت سے واقف ہوچکے تھے جو نقشہ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق (علیہما السلام) نے جعفری یونیورسٹی کے قالب میں پیش کیا تھا_

آپ نے علویوں کے بہت سے قیام_ جیسے اسلامی ثقافت کی نشر و اشاعت کے لئے زید ابن

علی کے قیام کی پشت پناہی اور حمایت کے علاوہ، اسلامی ثقافت کے مختلف پہلوؤں کی مخصوص انداز میں اپنے زمانہ کے تقاضا کے مطابق حمایت کی۔

امام علیہ السلام کی امامت کا یہ آٹھ سالہ دور (ابتداء امامت سے خراسان بھیجے جانے تک) جو امین و مامون کی خلافت کا زمانہ تھا ایک رخ سے امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام کے زمانہ سے مشابہ تھا۔

اس لئے کہ ایک طرف امین و مامون کے درمیان خلافت کے مسئلہ پر خونین اختلافات اور کشمکش چھڑی ہوئی تھی۔ [۱۸] اور نتیجہ میں ۱۹۸ ھ ق میں امین قتل کردیا گیا اور مامون تخت خلافت پر بیٹھا۔

دوسری طرف انحرافی ثقافت نئے قالب اور جدید شکل میں پھیل رہی تھی علم کلام، فقہ اور اخلاق والے مکاتب فکر ہر لحظہ پراگندہ ہو رہے تھے اور انتشار پھیلا رہے تھے۔ علماء ملل و ادیان، خدمت، تعاون، ترجمہ، طبابت اور قدرتی ذخائر سے فائدہ اٹھانے کے ساتھ ساتھ تفرقہ اندازی اور ایسے مسائل کو نشر کرنے میں لگے ہوئے تھے جو اسلام سے دور اور منحرف کرنے کا سبب بنتے تھے۔ مامون نے اس زمانہ میں علم و حکمت سے دوستی کے نام پر اپنے سیاسی مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے ان کے لئے میدان خالی کر رکھا تھا، اور اس بات کی کوشش کر رہا تھا کہ حق دار پارٹی کے ثقافتی نفوذ کو۔ جو کہ امام محمد باقر کے زمانہ سے مائل بہ وسعت تھا۔ محدود کردے اور معاشرہ کے ذہن کو انقلابی اور اہل بیت کی حق پر استوار ثقافت سے ہٹادے۔

یہی وہ جگہ ہے جہاں اسلامی معاشرہ کے لئے اس آٹھ سالہ دور میں امام کی شخصیت ابھر کر سامنے آئی اور شیعوں کو بھی موقع ملا کہ مسلسل آپ سے رابطہ رکھیں اور آپ کی رہنمائی سے بہرہ مند ہوتے رہیں خاص کر اس وقت سے جب آپ نے بصرہ اور کوفہ کا سفر کیا اور عوامی مرکز سے براہ راست ارتباط پیدا کیا تو ان دو شہروں کے عوام نے پہلے سے آمادگی کی بنا پر اپنے رہبر کا شاندار استقبال کیا۔ امام علیہ السلام نے اپنے دوستوں اور شیعوں سے ملاقات کے علاوہ مختلف قوموں کے

دانشمندوں اور مختلف جماعتوں کے لیڈروں سے بحث و مناظرہ کی نشستیں تشکیل دیں اور معارف اسلامی کی مختلف انداز سے نشر و اشاعت کی[۱۹]

امام علیہ السلام اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے موقف کے استحکام اور اسلامی معاشرہ کے مختلف طبقوں کے درمیان اپنے نفوذ کو وسعت دینے میں کامیاب ہوئے_

مامون سے ایک گفتگو میں آپ علیہ السلام لوگوں کے درمیان اپنے نفوذ کے میزان کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ:اس امر_ولی عہدی _نے ہمارے لئے کسی نعمت کا اضافہ نہیں کیا ہے_ میں جب مدینہ میں تھا تو میری تحریر مشرق و مغرب میں چلتی تھی ...[۲۰]

اکثر ایسا ہوتا تھا کہ حکومت کے مسائل کو حل کرنے اور مختلف گروہوں کے غصہ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے مامون امام رضا_سے رابطہ قائم کرتا تھا اور ان سے یہ خواہش کرتا تھا کہ لوگوں سے باتیں کریں اور ان کو خاموش رہنے اور چپ ہو جانے کی دعوت دیں _[۲۱]

علویوں کا قیام

علویوں نے بھی دربار خلافت کے جھگڑوں اور ان کے آپس میں الجھ جانے سے فائدہ اٹھایا اور امام_کی شخصیت اور ان کے موقف پر تکیہ کرتے ہوئے خلافت کی مشینری کے خلاف قیام اور شورش برپا کی منجملہ اُن کے:(ابوالسرایا) کا قیام تھا ،[۲۲]انہوں نے محمد ابن ابراہیم طباطبا کی بیعت کے نعرہ کے ساتھ ۱۹۹ ھ ق میں کوفہ میں خروج کیا اور لوگوں کو خاندان پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت اور شہیدان آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون کا انتقام لینے کی دعوت دی_ابوالسرایا کا لشکران تمام سپاہیوں کو ختم کردیتا تھا جن کو حکومت ان لوگوں سے مقابلہ کے لئے بھیجتی تھی اور یہ لشکر جس شہر میں بھی جاتا اس کو اپنے قبضہ میں لے لیتا تھا [۲۳]

وہ دو ماہ سے کم عرصہ میں مامون کے دو لاکھ کے لشکر کو قتل کرنے میں کامیاب رہے_اس

طرح کوفہ، جس نے حسین ابن علی کے ساتھ خیانت کا ثبوت دیا اور زید ابن علی کو تنہا چھوڑدیا تھا ، اس بار ابن طباطبا کی ہمراہی میں علوی تحریک اور اس کے اعلی مقاصد کے دفاع کیلئے اٹھ کھڑا ہوا۔

کوفہ میں ابو السرایا کے قیام کے علاوہ مختلف علاقوں جیسے بصرہ ، یمن، واسط،مدائن حتی بین النہرین اور شام میں علویوں اور غیر علویوں نے قیام کیا اور حکومت عباسی کے مدمقابل ڈٹ گئے۔(۲۴)

یہ تمام چیزیں اس بات کی بیّن دلیل ہیں کہ مختلف طبقات کے لوگ غیر اسلامی حکومت اور عباسیوں کے ظلم کے خلاف تھے اور اہل بیت علیہ السلام کے حق طلب اور مکتب عدالت کے گرویدہ ہوتے جارہے تھے۔

اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں اسلامی مملکت کے اندر مامون کی تمام تر کوششوں کے باوجود یہاں تک کہ اپنے بھائی امین کے قتل کردینے کے بعد بھی تمام اسلامی علاقوں پر جیسا چاہتا تھا ویسا تسلط نہ حاصل کرسکا۔

اگرچہ اس زمانہ میں ۔ ظاہری قدرت اور زر و زور کے اعتبار سے ۔ نگاہیں حکومت کے پایہ تخت (مرو) پر جمی ہوئی تھیں ، لیکن دینی وراثت ،آوازہ حق اور حق کے اصلی رہبر کے چہرہ کو دیکھنے کے لئے نگاہیں مدینہ کی طرف متوجہ تھیں یعنی اس شہر کی جانب جہاں فرزند پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور پیشوائے حق حضرت علی ابن موسی رضا ۔رہتے تھے۔

اس عرصہ میں دوسرے تمام لوگوں سے زیادہ اچھی طرح مامون کو معلوم تھا کہ کون سا حادثہ اس کے انتظار میں ہے ان تحریکوں کا سرچشمہ کہاں ہے کس کی پشت وپناہی اور موقف پر اعتماد کرتے ہوئے یہ تحریکیں چل رہی ہیں اس وجہ سے اس نے اس بنیادی اور بڑی بات کی اصولی چارہ جوئی کرنے کی ترکیب سوچی۔

ب_ سفر خراسان کی پیشکش کے آغاز سے شہادت تک

امام علیہ السلام کی زندگی کا یہ حصہ جو تقریباً ۱۸ مہینوں پر پھیلا ہوا ہے_ کم مدت ہونے کے با وجود اس واقعہ کو اپنے دامن میں لئے ہے جس نے خلافت عباسی کے مدمقابل امامت کے موقف کو دوسری سطح میں قرار دیا_

مشکلات اور دشواریاں جو علویوں کی طرف سے پیدا ہوگئي تھیں جن کا سرچشمہ ان کے راس و رئیس امام رضا_ کی گراں قدر شخصیت تھی، وہ دشواریاں جنھوں نے حکومت کو زوال کے معرض خطر میں ڈال رکھا تھا_ ان کے چنگل سے نجات حاصل کرنے کے لئے مامون نے وہ نیا طریقہ اپنایا جس کو آج تک اس نے نہیں اپنایا تھا_ اور وہ طریقہ یہ تھا کہ ولیعھدی کی پیشکش کرکے اہم ترین مخالف شخصیت کو اپنے مرکز قدرت میں آنے کی دعوت دے اور ان کو اپنا بالا دست بنادے_

لہذا نہ چاہنے کے با وجود اپنے وزیر (فضل ابن سہل) سے مشورہ کے بعد امام علیہ السلام کو مدینہ سے مامون نے مرو بلایا اور ولیعھدی قبول کرنے کے لئے مجبور کیا_

مامون کے اس خلاف توقع اور نئے اقدام میں ابتداء میں اس کی حکومت کے لئے بڑی مشکلیں پوشیدہ تھیں جن میں سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ عباسیوں اور علویوں کی رائے اس اقدام کا استقبال نہیں کررہی تھی_ اس لئے کہ وہ لوگ یہ دیکھ رہے تھے کہ اس نے مسند خلافت تک پہنچنے کے لئے اپنے بھائي کو قتل کردیا اور خود بھی اہل بیت علیہم السلام کے سخت ترین دشمنوں میں شمار کیاجاتاتھا اس لئے مامون نے کسی بھی ممکنہ صورت سے اپنے صدق و اخلاص کو ثابت کرنے کے لئے مندرجہ ذیل اقدامات کئے:

۱_ سیاہ لباس کو جو عباسیوں کا شعار تھا، جسم سے اتار پھینکا اور سبز لباس جو علویوں کا شعار تھاپہن لیا_

۲_اس نے حکم دیا کہ امام رضا علیہ السلام کے نام کے سکّے ڈھالے جائیں اور ہر شہر میں منجملہ ان کے مدینہ میں ان کے نام کا خطبہ پڑھا جائے_

۳_اپنی بیٹی ام حبیبہ کو_ با وجود اس کے کہ امام علیہ السلام سے چالیس سال چھوٹی تھی_ امام_کی زوجیت میں دے دیا_

۴_امام رضا علیہ السلام اور علویوں کا بظاہر احترام واکرام کرنے لگا_

مامون مطمئن تھا کہ ان اقدامات میں سے کوئي بھی اقدام یہاں تک کہ امام علیہ السلام کے لئے بیعت حاصل کرنا بھی اس کے نقصان کا سبب نہیں ہے_ اس سیاست کو اپنانے کا مقصد یہ تھا کہ اس وقت فوراًعلویوں کی شورش کو روک دیا جائے اور ایک طویل مدتی منصوبہ کے تحت امام_کو میدان سے الگ ہٹادیا جائے_

ولی عہدی کا واقعہ

امام رضا_کی ولی عہدی کے واقعہ کو دو لحاظ سے دیکھنا چاہئے ، ایک تو اس زمانہ کی خلافت کی مشینری کی سیاست کے اعتبار سے اور دوسرے امام کے نظریہ کے مطابق_

الف_خلافت کی سیاست کے اعتبار سے

ولی عہدی کے مسئلہ میں مامون کے چند مقاصد پوشیدہ تھے ان میں سے اہم ترین مقاصد کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے_

۱_ امام رضا_کی شخصیت سے جو خطرہ تھا اس سے اپنے آپ کو بچالینا_

۲_امام رضا_کو اپنے زیر نظر رکھنا اور شاید مامون نے اپنی بیٹی سے آپ کی شادی اسی وجہ سے کی تھی کہ ان کی بیرونی سرگرمیوں کو زیر نظر رکھنے کے علاوہ ان کی داخلی زندگی میں بھی ایک نگہبان معین کردے جو ہمارے لئے بھی قابل اطمینان ہو اور ان کا بھی اعتماد حاصل کرلے_

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ امام _کو مرو بلاتے ہی اس نے جاسوسوں کو معین کردیا منجملہ ان کے ہشام ابن ابراہیم راشدی جو امام _کے نزدیک ترین افراد میں سے تھا اور امام _کے امور اسی کے ہاتھ سے انجام پاتے تھے وہ فضل ابن سہل اور مامون سے رابطہ پیدا کرکے اپنی مخصوص حیثیت کو ان کے سامنے بیان کرتا ہے اور مامون اس کو (عمومی رابطہ کا ذمہ دار) امام علیہ‌السلام کا نگہبان بنا دیتا ہے اس کے بعد امام _سے وہی ملاقات کرسکتا تھا جس کو ہشام چاہتا _نتیجہ یہ ہوا کہ امام کے دوستوں کی ملاقات کم ہوگئي اور جو کچھ امام کے گھر میں ہوتا اس کی خبر ہشام مامون کو دیتا _[۲۵] اور وہ اس طرح امام کے شیعوں اور رشتہ داروں کو مکمل طور پر پہچانتا تھا _

۳_ معاشرتی زندگی اور عوام کے مراکز سے امام _کا رابطہ منقطع کردینا _تا کہ اس طرح آپکے چاہنے والے آپ تک نہ پہنچ سکنے کی وجہ سے پراکندگی کا شکار ہو جائیں _

۴_ امام کی معنوی حیثیت اور نفوذ سے علویوں کی شورشوں کو ختم کرنے اور عباسیوں کے خلاف لوگوں کے غیظ و غضب اور کینہ کو ختم کرنے میں فائدہ حاصل کرنا _ اس نے یہ سمجھا تھا کہ آپ کی شخصیت کا جتنا معنوی نفوذ ہے اور جتنی عوامی پشت پناہی آپ کو حاصل ہے آپ سے اپنا سلسلہ جوڑ کر اتنی ہی جگہ اس کی حکومت بھی لوگوں کے درمیان پیدا کرلے گی _

۵_ اپنی حکومت کو شرعی حیثیت دینا: اس لئے کہ علویوں کے علاوہ _جو حکومت بنی عباس کی حکومت کی بنیاد کو غیر شرعی سمجھتے تھے _جو لوگ مامون کے ذریعہ قانونی خلیفہ یعنی امین کے قتل کی وجہ سے _خلافت بنی عباس کو مانتے ہوئے _بھی وہ مامون کی خلافت کو شک و تردید کی نظر سے دیکھتے تھے _ اس لئے بہت سے لوگوں نے مامون کی بیعت نہیں کی تھی _[۲۶]

٦_ اہل بیت کی الہی رہبری کو داغدار کرنا اور امام رضا _کی اجتماعی اور معنوی حیثیت کو چکنا چور کردینا _ اس لئے کہ مامون یہ سمجھتا تھا کہ امام علیہ‌السلام کا ولی عہدی کو قبول کر لینا آپ کی معنوی رہبری کو بہت نقصان پہنچائے گا اور امام پر لوگوں کا اطمینان ختم ہو جائے گا _

خاص طور پر سن کے اس فرق کی وجہ سے جو امام علیہ‌السلام اور مامون کے درمیان تھا _ امام _ مامون

سے ۲۲ سال بڑے تھے (اب ایسی صورت میں)ولی عہدی قبول کرلینے کو لوگ امام _کی دنیا پرستی پر محمول کرتے _ اس لئے کہ اس مسئلہ کو اہل بیت (علیہم السلام) کے اس نظریہ اور نعرہ کے خلاف پاتے جو وہ بلند کیا کرتے تھے _

آٹھویں امام علیہ السلام نے مامون کے ساتھ اپنی ایک گفتگو میں اس نقشہ کی طرف اشارہ کیا ہے :آپ علیہ السلام فرماتے ہیں : تم یہ چاہتے ہو کہ لوگ کہنے لگیں کہ علی ابن موسی الرضا علیہ السلام دنیا سے روگرداں نہیں ہیں ، یہ دنیاہی تو ہے جوان تک آئي ہے ، کیا تم لوگ نہیں دیکھتے کہ انہوں نے کس طرح خلافت کی طمع میں ولی عہدی قبول کرلی (۲۷)

دوسری طرف مامون کو یہ معلوم تھا کہ امام علیہ السلام کا حکومت کا مشینری میں داخل ہونا_ ان تمام خرابیوں اور عظیم انحرافات کے بعد_ اصلاح کا باعث نہیں بنے گا وہ چاہتا تھا کہ امام علیہ السلام کو ایسی جگہ پر لایا جائے تا کہ لوگوں کو سمجھایا جا سکے کہ امام علیہ السلام امر خلافت کے لائق نہیں ہیں _

مامون نے حمید ابن مھران اوردوسرے عباسیوں کے جواب میں جو امام رضا_کو ولی عہدی سپرد کرنے پر سرزنش کررہے تھے ، اپنے بعض مقاصد کو شمار کرتے ہوئے اعتراف کیا ہے کہ ...یہ ہم سے پوشیدہ اوردور تھے اپنی طرف لوگوں کو دعوت دیتے تھے ہم نے چاہا کہ ان کو اپنا ولی عہد قراردیں تا کہ ان کی دعوت ہمارے لئے ہوجائے اوریہ ہماری سلطنت و خلافت کا اعتراف کرلیں اوران کے شیدائي یہ سمجھ لیں کہ جس چیز کا وہ دعوی کرتے ہیں ان میں وہ چیز نہیں ہے _ہم کو یہ خوف تھا کہ اگر ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے تو یہ ہنگامہ برپا کردیں گے _ ایسا ہنگامہ جس کو ہم لوگ نہیں روک سکتے اوریہ ایسی صورت حال پیدا کریں گے کہ جس کے مقابلہ کی تاب ہم میں نہیں ہے _(۲۸)

ب:امام_کے نکتہ نظر سے

امام علیہ السلام کو پہلے مامون کی پیش کش کا سامنا ہوا لیکن امام علیہ السلام نے بڑی شدت سے اس کو قبول کرنے

سے انکار کیا اور جواب میں فرمایا: "اگر خلافت تمہارا حق ہے تو تم کو یہ حق نہیں ہے کہ خدا کے پہنائے ہوئے اس لباس کو اپنے جسم سے اتار کر دوسرے کے جسم پر پہنادو اور اگر تمہارا حق نہیں ہے تو اس چیز کو کس طرح تم دے رہے ہو جو تمہاری ملکیت نہیں ہے"_[۲۹]

مامون نے ولی عہدی کی پیش کش کی اور امام_کو ہر طرح سے اسے قبول کرنے پر مجبور کیا اس نے کہا: "عمر ابن خطاب نے اپنے بعد خلافت کے منصب کے لئے ایک شوری (کمیٹی) بنائي اور انکو حکم دیا کہ جو مخالفت کرے اس کی گردن اڑادینا_ اب جو میں نے ارادہ کیا ہے اس کو قبول کرلینے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے ورنہ میں آپ کی گردن اڑادوں گا_امام علیه‌السلام نے اس کی پیش کش کو چند بار ٹھکرانے کے بعد بجبر و اکراہ، مشروط طریقہ پر ولی عہدی کو قبول کرلیا[۳۰]_مامون نے ۵ رمضان ۲۰۱ھ ق کو امام علیه‌السلام کی ولی عہدی اور بیعت کا جشن منایا_

مسئلہ ولی عہدی کے بارے میں امام علیه‌السلام کا موقف واضح ہوجانے کیلئے ہم_ مختصر طور پر_تین موضوعات کی تحقیق کریں گے_

۱_امام علیه‌السلام کی ناراضگی کے دلائل

۲_ولی عہدی قبول کرنے کے دلائل

۳_امام علیه‌السلام کا منفی رویہ

امام علیه‌السلام کی ناراضگی کے دلائل

۱_ریان ابن صلت نقل کرتے ہیں کہ میں نے امام رضا_کی خدمت میں عرض کیا: اے فرزند رسول کچھ لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے مامون کی ولی عہدی کو قبول کرلیا ہے جبکہ آپ دنیا کی نسبت زہد اور بے رغبتی کا اظہار فرماتے ہیں؟ امام_نے فرمایا: "یہ کام میری خوشی کا باعث نہ تھا لیکن میں ولی عہدی قبول کرنے اور قتل کئے جانے کے درمیان قرار دیا گیا مجبوراً میں نے ولی

عہدی کو قبول کیا ..."[۳۱]

۲_ محمد ابن عرفہ نقل کرتے ہیں کہ میں نے امام علیہ السلام سے عرض کیا اے فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام نے ولی عہدی کو کیوں قبول کیا ؟آپ علیہ السلام نے فرمایا :اسی دلیل سے جس دلیل سے میرے جد علی علیہ السلام کو شوری میں شرکت کرنے پر آمادہ کیا گیا تھا _"[۳۲]

۳_ امام علیہ السلام کے خادم یاسر نقل کرتے ہیں کہ : امام علیہ السلام کے ولی عہدی کو قبول کرلینے کے بعد میں نے ان کو دیکھا کہ آپ ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کرکے فرماتے تھے : خدایا تو جانتا ہے کہ میں نے بجبر و اکراہ اسے قبول کیا ہے_ لہذا مجھ سے مؤاخذہ نہ کرنا جس طرح تو نے اپنے بندہ یوسف کا_ جب انہوں نے مصر کی حکومت کو قبول کیا _ مؤاخذہ نہیں کیا _[۳۳]

ولی عہدی قبول کرنے کے دلائل :

ولی عہدی کو ان شرطوں کے ساتھ قبول کرنا جو امام علیہ السلام نے رکھی تھیں ، اس زمانہ کی سیاسی اور اجتماعی مصلحت کا تقاضا تھا ورنہ اگرکوئی بھی مصلحت اس کے قبول کرنے میں نہ ہوتی تو امام علیہ السلام قبول ہی نہ کرتے چاہے نتیجہ میں ان کا خون ہی کیوں نہ بہادیا جاتا اس موضوع کو واضح کرنے کے لئے چند نکات پیش کیے جاتے ہیں _

۱_ انکار کی صورت میں امام علیہ السلام کو جو قیمت ادا کرنی پڑتی وہ صرف ان کی جان نہ تھی بلکہ آپ کے پیروکار سب کے سب واقعی خطرے میں پڑجاتے اور اس سے کوئی مطلوبہ نتیجہ بھی ہاتھ نہ آتا _

۲_ شیعوں کی امامت کی جگہ اس وقت تک زندانوں اور شہادت گاہوں کے اندر ہی تھی اور شیعہ جو خلافت اسلامی کے اہل تھے _ امیر المؤمنین کے زمانہ کے علاوہ_ کبھی بھی قانونی حیثیت (ظاہری حیثیت) ان کو نہیں ملی تھی کہ وہ تخت خلافت کے دامن میں ترقی کریں اور راستہ طے کریں _

سلف کے مسلسل جہاد اور ان کے خون پاک کی قیمت تھی کہ یہ حیثیت امام علی ابن موسی الرضا علیہ السلام کی بلند و بالا شخصیت میں اجا گر ہوئي تھی لہذا اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے تھا تاکہ لوگ یہ نہ سوچ بیٹھیں کہ اہل بیت علیہم السلام _ جیسا کہ لوگوں نے مشہور کر رکھا ہے _ صرف عالم اور فقیہ ہیں جن کا سیاست اور عملی میدان میں کوئي حصہ نہیں ہے اور شاید ابن عرفہ کو امام علیہ السلام کا جواب بھی اس بات کی طرف اشارہ ہو_

۳_امام علیہ السلام اپنی ولی عہدی کے زمانہ میں مامون کے اصلی چہرہ کو لوگوں کے درمیان پہچنوانے اور اس کی نیت و مقصد کا پول کھول کر لوگوں کے ذہن و دماغ سے ہر طرح کے شک و شبہ کو ختم کرنے میں کامیاب ہوگئے_

۴_جو نشستیں مامون نے منعقد کیں ان میں امام ،علوم اہل بیت کی برتری اور دوسروں کے انحراف کو آشکار کرنے میں کامیاب ہوگئے_

امام کا منفی رویہ

امام علیہ السلام نے مامون کی بہانہ بازی والی سیاست کو پہچان کر شروع ہی سے ،یہاں تک کہ ولی عہدی قبول کرنے سے پہلے ہی مامون کی مشینری کے مقابل منفی موقف اختیار کیا نمونہ کے طور پر ان میں سے کچھ مواقف پیش کئے جارہے ہیں _

۱_مامون کی خواہش یہ تھی کہ آپ اپنے خاندان میں سے جس کو چاہیں اپنے ہمراہ لائیں لیکن اس کے برخلاف امام علیہ السلام یہ تبانے کے لئے کہ یہ ایک زبردستی کا سفر ہے اور مجھ کو وطن سے دور کیا جارہا ہے_ اپنے خاندان میں سے کسی کو حتی اپنے اکلوتے بیٹے امام جواد علیہ السلام کو بھی اپنے ساتھ نہیں لائے اور گھر سے نکلتے وقت انہوں نے اپنے خاندان والوں سے اپنے سامنے گریہ کرنے کی خواہش کي_ (۳۴)

۲_ امام _مدینہ سے "مرو" کے راستہ میں جب نیشاپور پہنچے تووہاں علماء اور مختلف گروہ کے لوگوں نے استقبال کیا امام علیہ السلام نے ان کی خواہش پر اس حدیث کو بیان فرمایا جو"سلسلة الذہب "کے نام سے مشہور ہے:

"...اللہ عزوجل یقول :لاالہ الا اللہ حصنی فمن قالھا دخل حصنی و من دخل حصنی امن من عذابی"(۳۵)

خداوند عالم فرماتا ہے کہ کلمہ توحید میرا قلعہ ہے جو اس کلمہ کوپڑھے وہ میرے قلعہ میں داخل ہوگیا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہو گیا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہوگیا_

جب حدیث ختم ہوگئی تو امام علیہ السلام نے اپنی سواری آگے بڑھادی لیکن چند قدم چلنے کے بعد پھر ٹھہرے اور سر کو کجاوہ سے باہر نکال کر فرمایا :"بشروطھا و انا من شروطھا" کلمہ توحید کے کچھ شرائط ہیں اور منجملہ ان شرائط کے میں ہوں_

اس مقام پر امام علیہ السلام نے ولایت کے مسئلہ کو توحید کے بنیادی مسئلہ کے ساتھ بیان فرمایا اور جملہ "انا من شروطھا" کے ذریعہ آپ علیہ السلام نے بنیادی اور کلی موضوع کی نشاندہی فرمائی، اسی وجہ سے آپ علیہ السلام نے روایت بیان کرنے سے پہلے اس روایت کے سلسلہ کو بھی بیان فرمایا اور لوگوں کے کثیر مجمع کو یہ سمجھایا کہ امت کی رہبری اور ولایت کا تعلق مبدا اعلی اور خدا سے ہے_ اس طرح آپ علیہ السلام نے اپنی امامت کو خدا کی طرف منسوب کرکے حکومت مامون کی مشروعیت پر خط بطلان کھینچ دیا_

۳_امام علیہ السلام نے ولی عہدی کو قبول کرنے کے لئے کچھ شرطیں رکھیں اور فرمایا (ولیعہدی) مجھے قبول ہے لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ میں امر و نہی کرنیوالا اور مفتی و قاضی نہیں رہوں گا کسی کو معزول و منصوب نہیں کروں گا اور کسی چیز کو تبدیل نہیں کرونگا_(۳۶)

امام علیہ السلام نے یہ منفی موقف اختیار کرکے مامون کے بعض مقاصد پر خط بطلان کھینچ دیا اس لئے کہ اس روش کو اختیار کرنا مندرجہ ذیل باتوں کی دلیل ہے:

الف_ لوگوں کے ذہنوں میں بہت زیادہ شبہ اور ابہام کا پیدا کرنا اور نتیجہ میں مامون کو متہم کردینا_

ب_ مامون حکومت کی شرعی حیثیت کو ختم کرنا_

ج_ اپنی پارسائی اور زہد کا اثبات

۴_ نماز عید اور امام کا موقف_

مامون نے امام علیہ السلام سے چاہا کہ نماز عید پڑھادیں آپ علیہ السلام نے جواب دیا کہ میرے اور تمہارے درمیان جو شرطیں ہیں ان کی بناپر تم مجھ کو معذور سمجھو_ مامون نے کہا "اس سے ہمارا مقصدیہ ہے کہ لوگ مطمئن ہو جائیں اور آپ کی فضیلت کو پہچان لیں _

امام علیہ السلام نے جب مامون کا اصرار دیکھا تو فرمایا کہ اگر مجبوراً مجھے اس کام کے لئے جانا ہی پڑا تو میں نماز ادا کرنے کے لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت امیرالمؤمنین علیہ السلام کی طرح نکلوں گا_

مامون نے قبول کیا اور حکم دیا کہ حکام ،درباری اور عام افراد عید کی صبح کو امام رضا علیہ السلام کے گھر کے پاس حاضر ہوں_

عید کی صبح ہوئی، امام علیہ السلام نے غسل فرمایا اور سفید عمامہ مخصوص انداز سے اپنے سر پر رکھا اپنے آپ کو خوشبو سے معطر کیا، ہاتھ میں عصالیا اورننگے پیر اس حالت میں کہ اپنے لباس کے دامن کو آدھی پنڈلی تک اوپر اٹھار کھا تھا نکلے اور اپنے گھر کے افراد کو بھی آپ علیہ السلام نے حکم دیا کہ اسی انداز سے باہر نکلیں اس کے بعد سر کو آسمان کی طرف بلند کرکے آپ علیہ السلام نے تکبیر کہی، آپ علیہ السلام کے ساتھ چلنے والوں نے بھی آپ علیہ السلام کی آواز سن کر تکبیر کہی_ لشکر کے کمانڈر، مملکت کے اعلی عہدوں پر فائز افراد اور عوام گھر سے باہر نہایت سج دھج کے ساتھ منتظر کھڑے تھے جب امام علیہ السلام کو ایسی حالت میں دیکھا تو سواریوں سے اتر پڑے اور پیروں سے جوتے نکال ڈالے_ امام علیہ السلام تکبیروں کو بار بار دہراتے رہے اور جم غفیر، ان کے ساتھ تکبیر کہتا رہا_ ماحول میں ایسی عظمت برس رہی تھی اور ایسا شور ہورہا تھا جیسے آسمان وزمین، در و دیوار شہر مرو، ان کے ساتھ تکبیر کہہ رہے ہوں لوگوں میں ایسی کیفیت

تھی کہ بے اختیار نالہ و گریہ کی آواز بلند ہونے لگی_ امام علیہ السلام راستہ میں چلتے رہے لیکن ہر دس قدم کے بعد کھڑے ہوجاتے اور چار بار تکبیر کہتے_ (۳۷)

فضل بن سہل نے اس کی رپورٹ مامون کو دی اور اتنا اضافہ کیا کہ " اگر رضا علیہ السلام اسی طرح بڑھتے رہے تو فتنہ و آشوب برپا ہو جائے گا اور ہمارے پاس جان بچانے کا کوئي ذریعہ نہیں ہے آپ ان تک یہ پیغام بھیج دیں کہ لوٹ جائیں "_

مامون نے امام علیہ السلام سے کہلوا بھیجا کہ " ہم نے آپ کو زحمت دی آپ لوٹ جائیں جو پہلے نماز پڑھاتا تھا وہی نماز پڑھائے گا "_

امام علیہ السلام وہیں سے پلٹ گئے (۳۸) او وہ لوگ جو آشفتہ اور پراگندہ تھے انہوں نے مامون کے نفاق اور عوام فریبی کو سمجھ لیا اور یہ جان لیا کہ مامون امام علیہ السلام کے لئے جو کچھ کررہا ہے وہ فقط دکھا وا ہے اس کا ہدف صرف اپنے سیاسی مقاصد تک پہنچنا ہے_

شہادت امام علیہ السلام

مامون امام علیہ السلام کی روز افزوں عزت و وقعت کو دیکھ کر ہمیشہ خوف زدہ رہتا تھا_ جب اس نے یہ سمجھ لیا کہ امام علیہ السلام کو اپنے سیاسی اغراض و مقاصد کے لئے کسی طرح بھی استعمال نہیں کر سکتا تو اس نے امام علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کرلیا ، اس لئے کہ وہ جانتا تھا کہ جتنا زمانہ گذرتا جائے گا اتنی ہی زیادہ امام علیہ السلام کی عظمت اور حقانیت نمایاں ہوتی جائے گی اور اس کا فریب و نفاق واضح ہوتا جائے گا_

دوسری طرف امام علیہ السلام کو ولیعہدی کے لئے معین کرنے سے بنی عباس خلیفہ کے بارے میں برانگیختہ ہو گئے_ اتنا برہم ہوئے کہ مخالفت ظاہر کرنے کے لئے انہوں نے " ابراہیم ابن مہدی عباسی "کی بیعت کرلی_ (۳۹)

لہذا مخصوص منصوبہ کے تحت ماہ صفر کے آخر میں ۲۰۳ ھ ق میں جب آپ علیہ السلام کی عمر پچپن سال

کی تھی آپ علیہ السلام کو زہر دے دیا_ [۴۰]

اور اپنے جرم پر پردہ ڈالنے کے لئے شہادت کی خبر پھیلنے کے بعد گریبان چاک ، سر پیٹتے آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے امام علیہ السلام کے گھر کی طرف دوڑا_

لوگ امام علیہ السلام کی شہادت کی خبر سنتے ہی آپ علیہ السلام کے گھر کے اردگرد جمع ہو گئے_ گریہ و نالہ کی آواز بلند تھی ، مامون کو آپ کے قاتل کی حیثیت سے لوگ یاد کررہے تھے اور بلند آواز سے فریاد کررہے تھے کہ" فرزند رسول خدا قتل کردیئے گئے "[۴۱] اور اپنے کو حضرت علیہ السلام کے جسد مطہر کی تشییع کے لئے آمادہ کررہے تھے_

مامون نے محسوس کیا کہ اگر آپ کے جسد مطہر کی آشکارا تشییع کی گئی تو ممکن ہے کہ کوئی حادثہ پیش آجائے لہذا اس نے حکم دیا کہ اعلان کردیا جائے کہ آج تشییع نہیں ہوگی_ جب لوگ متفرق ہو گئے تو راتوں رات امام علیہ السلام کو غسل دیا گیا اور ہارون کی قبر کے پاس جو باغ" حمید ابن قحطبہ "میں واقع ہے سپرد خاک کردیا گیا_ [۴۲]

سوالات

۱_ آٹھویں امام علیہ السلام کس تاریخ کو پیدا ہوئے اور کس تاریخ اور سن میں آپ نے امامت کا منصب سنبھالا، آپ کی امامت کی مدت کتنی تھی اور اس مدت میں کتنے خلفائے بنی عباس کا زمانہ رہا ؟

۲_ ہارون کی حکومت کے مد مقابل امام علیہ السلام کا موقف کیا تھا اور آپ علیہ السلام کے بعض اصحاب آپ کی جان کے سلسلہ میں کیوں خوف رکھتے تھے؟

۳_ امین اور مامون کے درمیان کشمکش اور جھگڑے نے امام علیہ السلام رضا کو کیا حیثیت اور موقع فراہم کیا _

۴_ امام علیہ السلام کی زندگی کے ۱۸ مہینے میں کیا اہم اتفاقات رونما ہوئے اور یہ مسئلہ کس کی طرف سے اور کیوں اٹھا؟

۵_ ولی عہدی کی پیش کش کے مقابل امام علیہ السلام کا کیا موقف تھا؟ آپ کے دو اقوال ذکر فرمایئے

۶_ آخر کار امام علیہ السلام نے ولی عہدی کیوں قبول کی ؟

۷_ نیشاپور اور نماز عید کے واقعہ کی مختصر توضیح کیجئے ؟

۸_ امام علیہ السلام کس عمر اور تاریخ میں کس طرح شہید ہوئے ، شہادت کے بعد مامون کا کیا رد عمل رہا_ ؟

حوالہ جات

۱ کافی ج ۱ / ۳۰٦ ، اعلام الوری ۲۱۳، ارشاد مفید / ۳۰۴ ، بحار جلد ۴۹ / ۳، ۲ فصول المہمہ / ۲۴۴ _

۲ اس خاتون کا دوسرا نام تکتُم تھا _

۳ اعلام الوری / ۳۱۳ _

۴ اعلام الوري / ۳۱٦ کافی ج ۱ / ۲۴۹ ، ارشاد مفید / ۳۰٦ ، الفصول المہمہ ۲۴۴ _

۵ "... والامر الی ابنی علی سمی علی و علي"/ اعلام الوری ۳۱۸_۳۱۷ ، کافی ج ۱ / ۲۵۲_ ۲۵۱ ، ارشاد مفید ۳۰۷_ ۳۰٦ _

٦ اعلام الوري / ۳۲۷ ، بحار جلد ۴۹ / ۹۱_ ۹۰ ، مناقب جلد ۴ / ۳٦۰ ، عیون اخبار الرضا ج ۲ / ۱۸۳_ ۱۸۲ _

۷ اعلام الوري / ۲۲۸ ، بحار جلد ۴۹ / ۸۹ ، عیون اخبار الرضا ج ۲ / ۱۴٦ ، مناقب جلد ۴ / ۳٦۰ _

۸ "انا قومٌ لا نستخدم اضیافنا" کافی جلد ٦ / ۲۸۳ ، بحار جلد ۴۹ / ۱۰۲ _

۹ مناقب جلد ۴ / ۳٦۲ بحار جلد ۴۹ / ۹۹ _

۱۰ مہ ان الرب واحدٌ و الاب واحدٌ والجزاء بالاعمال ، بحار جلد ۴۹ / ۱۰۱ ، کافی جلد ۸ / ۲۳۰ _

۱۱ کافی جلد ٦ / ۲۹۸ ، بحار جلد ۴۹ / ۱۰۲

۱۲ مناقب جلد ۴ / ۳٦۰

۱۳ ان مناظروں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب بحار جلد ۴۹ / ۱۹۸ کے بعد کے صفحات اور عیون اخبار الرضا جلد ۱ / ۱٦۵_ ۹۵ ملاحظہ ہوں _

۱۴ "ہذا خیر اہل الارض و اعلمہم و اعبدہم ..." عیون اخبار الرضا جلد ۲ / ۱۸۲ ، بحار ج ۴۹ / ۹۵ _

۵ دائرۃ المعارف فرید وجدی جلد ۴ / ۲۵۰ "مادہ رضا" مروج الذہب ۳ / ۴۴۱ ، کامل ابن اثیر ج ٦ / ۳۲٦ ، طبری جلد ۸ / ۵۵۴ _

۱٦ ارشاد مفید / ۳۱۸ ، بحار جلد ۴۹ / ۱۱۵، ۱۱۳ ، مناقب جلد ۴ / ۳۴۰ ، اعلام الوری / ۳۲۵ ، الفصول المہمہ / ۳۴۵ _

۱۷ "... ان اخذہا رون من را سی شعرۃ فاشہدوا انی لست بامام" کافی جلد ۸ / ۲۵۸ _ ۲۵۷ مناقب جلد ۴ / ۳۲۹ ، آخر کار وہی ہوا جو کہ امام نے فرمایا تھا ہارون کو امام پر ہاتھ ڈالنے کی فرصت پانے کی

بجائے اپنے سپاہیوں کے ساتھ مشرقی ایران میں پیدا ہونے والی شورش دبانے کے لئے خراسان کی طرف سے گذرا راستہ میں بیمار ہوا اور انجام کار ۱۹۳ھ میں طوس میں انتقال کرگیا تاریخ ابی الفداء جلد ۱ جزء دوم /۱۸"_

۱۸ اس اختلاف کا سبب یہ تھا کہ ہارون نے امین کو اپنے بعد خلافت کے لئے مقرر کیا تھا لیکن اس کی شرط یہ تھی کہ وہ مامون کو اپنا ولیعہد بنائے اور خراسان کے صوبہ کی حکومت اس کے حوالہ کردے لیکن امین نے ہارون کی موت کے بعد مامون کو ولی عہدی سے معزول کردیا اور اپنے بیٹے موسی کو اس عہدہ کے لئے نامزد کردیا_یہی بات ان دونوں کے درمیان کشمکش اور خوں چکان جنگ کا باعث بنی ، کامل جلد ۲۲۷/۶_

۱۹ امام کے بصرہ اور کوفہ کے سفر اور آپ کی خدمت میں پہونچ کر شیعوں کے استفادہ اور اسی طرح آپ کے مناظرہ کے بارے میں بحار جلد ۴۹/ ۸۱_۷۹ ملاحظہ ہوں_

۲۰ ...ولقد کنت بالمدینه و کتابی ینفذ فی المشرق والمغرب... بحار جلد ۱۵۵/۴۹_۱۴۴،کافی ج ۱۵۱/۸_

۲۱ عیون اخبار الرضا جلد ۱۶۱/۲،۱۶۲_الحیاۃ السیاسیۃ لامام الرضا/۱۳۶، مناقب ج ۳۴۷/۴،اعلام الوری /۳۳۸_

۲۲ یہ امام حسن مجتبی علیہ السلام کی نسل سے تھے، ابوالفرج نے جابر جعفی سے روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقر_نے ان کی خروج کی خبردی اور فرمایا ۱۹۹ھ میں ہم اہل بیت علیہم السلام میں سے ایک شخص منبر کوفہ پر خطبہ پڑھے گا خدا اس کے وجود کی بنا پر ملائکہ پر مباحات کرے گا تتمۃ المنتہی /۲۶۴، مقاتل الطالبین /۳۴۸_

۲۳ ضحی الاسلام ج ۲۹۴/۳،تاریخ طبری جلد ۳۵۰/۸، الحیاۃ السیاسیۃ لامام الرضا/۱۸۳_

۲۴ الحیاۃ السیاسیۃ لامام الرضا /۱۸۳ منقول از مقاتل الطالبین ، البدایہ والنہایہ_

۲۵ الحیاۃ السیاسیۃ لامام الرضا علیہ السلام ۲۱۴_۲۱۳، بحار جلد ۱۳۹/۴۹، مسند امام رضا ۷۷/۱،۷۸، عیون اخبار الرضا ج ۱۵۲/۲_

۲۶ الحیاۃ السیاسیۃ لامام الرضا/ ۱۸۹_۱۸۸_

۲۷ مناقب جلد ۳۶۳/۴_عیون اخبار الرضا جلد ۱۳۹/۲، بحار جلد ۱۲۹/۴۹_

۲۸ انوار البھیۃ /۲۰۷، مناقب ج ۳۶۷/۴،اعلام الوری /۳۴۳_

۲۹ مناقب ج ۳۶۳/۴، بحار ج ۱۲۹/۴۹، عیون اخبار الرضا جلد ۱۳۹/۲_۱۳۸_

۳۰ اس سلسلہ میں ملاحظہ ہو مناقب جلد ۴/ ۳۶۳_۳۶۲، بحار جلد ۴۹/ ۱۳۰_ ۱۲۹، ارشاد مفید / ۳۱۰، عیون اخبار الرضا جلد ۱۳۹/۲_ ۱۳۸ اعلام الوری / ۳۳۳_ ۳۳۴_ عنقریب ان شرائط کی طرف اشارہ کیا جائے گا امام جن شرطوں کے قائل تھے _

۳۱ عیون اخبار الرضا جلد ۲/ ۱۳۶، بحار جلد ۴۹/ ۱۳۰_

۳۲ عیون اخبار الرضا جلد ۲/ ۱۳۹، مناقب جلد ۴/ ۳۶۴، بحار جلد ۴۹/ ۱۳۰_ شاید امام کا نظریہ یہ رہا ہو کہ لوگ اہل بیت کو سیاست کے میدان میں دیکھ لیں اور ان کو بھول نہ جائیں _ شاید اصل کی تشبیہ خفیہ مصالح پر مشتمل رہی ہو _

۳۳ مناقب جلد ۴/ ۳۶۴، بحار جلد ۴۹ / ۱۳۰_

۳۴ بحار جلد ۴۹/ ۱۱۷، مناقب جلد ۴/ ۳۴۰، عیون اخبار الرضا جلد ۲/ ۲۱۹_

۳۵ بحار جلد ۴۹/ ۱۲۳_ مسند امام رضا جلد ۱/ ۵۹ "مقدمہ "و ۴۳، عیون اخبار الرضا جلد ۲/ ۱۳۲_ ۱۳۴، الفصول المھمہ/ ۲۵۴_

۳۶ مناقب جلد ۴/ ۳۶۳، ارشاد مفید / ۳۱۰، اعلام الوری / ۳۳۴"اجیبك الی ما ترید من ولایة العهد علی اننی لا امر و لاانهی و لا افتی و لا اقصی و لا اوی و لا اعزل و لا اغیرّ شیئاً مما هو قائمٌ"_

۳۷ تکبیر کی صورت اس طرح تھی: الله اکبر ،الله اکبر علی ما هدانا ،الله اکبر علی ما رزقنا من بهیمة الانعام و الحمدالله علی ما ابلانا_

۳۸ ارشاد مفید / ۳۱۳_ ۳۱۲_ الحیاۃ السیاسۃ الامام الرضا / ۳۵۵_ ۳۵۳، عیون اخبار الرضا جلد ۲/ ۱۳۹_ ۱۴۸_ بحار جلد ۱۳۵/۴۹_ ۱۳۴_ اعلام الوری / ۳۳۶_ ۳۳۷ الفصول المھمۃ/ ۲۶۱_ ۲۶۰_

۳۹ عیون اخبار الرضا جلد ۲/ ۱۶۳، کامل ابن اثیر جلد ۶/ ۳۲۷_ ۳۳۱_

۴۰ بحار جلد ۴۹/ ۲، ارشاد مفید / ۳۰۴، مسند امام الرضا جلد ۱/ ۱۰، کافی جلد ۱/ ۴۰۶، فصول المھمہ/ ۲۶۴_

۴۱ قتل ابن رسول اللہ _

۴۲ عیون اخبار الرضا جلد ۲/ ۲۴۴، مسند الامام الرضا جلد ۱/ ۱۳۱_ ۱۳۰_

بارہواں سبق:

امام محمد تقی علیہ السلام کی سوانح عمری

ولادت

امام رضا_ کی عمر ۴۵ سال سے زیادہ ہو چکی تھی لیکن ابھی تک آپ کے ہاں کوئی اولاد نہیں تھیں_

یہ بات شیعوں کے لئے جو کہ_ پیغمبر - صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ علیہ السلام کی روایتوں کی بنا پر_ اس بات کے معتقد تھے کہ نویں امام کو آٹھویں امام کا بیٹا ہونا چاہیئے اسی وجہ سے کبھی امام کی خدمت میں پہنچ کر شیعہ اپنی تشویش کا اظہار کرتے اور امام علیہ السلام جواب میں ان کا دل رکھتے ہوئے فرماتے تھے کہ "خدا ہم کو بیٹا دے گا_ [۱]

آخر کار انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور دسویں ماہ رجب ۱۹۵ ھ ق کو آسمان ولایت کا نواں ستارہ طلوع ہوا [۲]_ آپ کا نام "محمد" کنیت "ابو جعفر" اور سب سے مشہور القاب "جواد" اور "تقي" ہیں_ آپ کی والدہ گرامی کا نام "سبیکہ" تھا امام رضا علیہ السلام نے ان کا نام "خیزران" رکھا_ آپ رسول خدا علیہ السلام کی زوجہ جناب ماریہ قبطیہ کے خاندان سے تھیں_

اس خاتون کی عظمت و بزرگی کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ امام موسی ابن جعفر علیہ السلام نے آپ کے گھر امام رضا_ کے آنے سے برسوں پہلے آپ کی بعض خصوصیات کو بیان فرمایا اور_ اپنے ایک صحابي_ ابن سلیط سے کہا کہ اگر ان سے ملاقات ممکن ہو تو ان تک میرا سلام پہنچانا_ [۳]

ابو یحیي صنعانی نقل کرتے ہیں کہ میں امام علیہ السلام رضا_ کی خدمت میں حاضر تھا کہ لوگ امام جواد علیہ السلام کو_ جو اس وقت کم سن تھے_ لے آئے حضرت علیہ السلام نے فرمایا "یہ بچہ وہ مبارک بچہ ہے کہ ہمارے

شیعوں کے لئے اس سے زیادہ مبارک بچہ پیدا نہیں ہوا ہے_(۴)

شاید امام کے قول کی دلیل وہی ہو جس کی طرف اس سے پہلے اشارہ ہو چکا ہے اس لئے کہ امام جواد علیہ السلام کی پیدائشے نے شیعوں کی یہ تشویش ختم کردی کہ امام رضا_کا کوئي جانشین نہیں ہے چنانچہ آپ کی ولادت ایمان و اعتقاد کی استواری کا سبب بنی _(۵)

تعیین امامت

ہر چند کہ نویں امام علیہ السلام کی امامت محتاج بحث نہیں ہے اس لئے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سابق ائمہ علیہم السلام کے تصریحی بیانات کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ آپ علیہ السلام آٹھویں امام علیہ السلام کے ایک ہی بیٹے تھے اور آپ کے علاوہ خاندان علوی میں کوئي بھی اس الہی منصب کے لائق نہ تھا لیکن نمونہ کے طور پر آپ علیہ السلام کی امامت کے سلسلہ میں امام رضا_کے چند صریحی بیانات پیش کئے جارہے ہیں _

١_ "محمد ابن ابی عباد" نقل کرتے ہیں کہ میں نے امام رضا_سے سنا آپ فرما رہے تھے کہ میرے بعد ابو جعفر میرے خاندان کے درمیان میرے وصی اور جانشین ہوں گے_(۶)

٢_ "عبداللہ ابن جعفر" نقل کرتے ہیں کہ میں صفوان ابن یحیی کے ساتھ امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا، امام جواد_بھی جو ابھی تین سال کے تھے وہاں موجود تھے میں نے امام علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر کوئي حادثہ پیش آجائے تو آپ کا جانشین کون ہوگا؟ امام علیہ السلام نے ابو جعفر علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: "میرا بیٹا" میں نے عرض کیا کہ "اس سن و سال میں؟" آپ علیہ السلام نے فرمایا "ہاں اسی سن و سال میں، خداوند عالم نے حضرت عیسی ابن مریم علیہ السلام کو اپنی حجت قرار دیا جبکہ آپ دو سالہ بچے تھے_"(۷)

٣_ "خیرانی" اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں خراسان میں امام رضا_کے پاس تھا کسی نے آپ سے دریافت کیا، اگر آپ کے ساتھ کوئي حادثہ پیش آجائے تو

کس کی طرف رجوع کیا جائے ؟

آپ نے فرمایا:" میرے بیٹے ابو جعفر_کی طرف" گویا سوال کرنے والے نے حضرت امام جواد علیہ السلام کی عمر کو کافی نہیں سمجھا_ اسی لئے امام علیہ السلام نے اضافہ فرمایا کہ خداوند عالم نے حضرت عیسی بن مریم علیہ السلام کو نبوت و رسالت کے لئے معین فرمایا جبکہ ان کی عمر، ابو جعفر کی اس وقت کی عمر سے بھی کم تھی_[٨]

والد کے ساتھ

امام جواد_نے اپنی عمر کے تقریباً چھ سال[٩] اپنے والد بزرگوار امام رضا علیہ السلام کے ساتھ گذارے، جس سال حضرت رضا علیہ السلام کو خراسان بھیجا گیا آپ اپنے والد کے ساتھ مکہ تشریف لے گئے_ حالت طواف میں آپ نے نہایت غور اور دقت نظر سے اپنے پدر بزرگوار کے اعمال اور ایک ایک بات کا جائزہ لیا اور یہ محسوس کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شخص کی طرح خانہ خدا کو وداع کررہے ہیں جیسے اب پھر دوسری بار لوٹ کر نہیں آنا ہے اس وجہ سے آپ_ جبکہ آپ کے چہرہ پر غم و اندوہ کے آثار تھے_ حجر اسماعیل کے اندر بیٹھے تھے اور امام رضا_کے خادم سے جس نے آپ کو وہاں سے اٹھانا چاہا فرمایا: میں یہیں رہوں گا اور اپنی جگہ سے حرکت نہیں کروں گا جب تک خدا کا حکم نہ ہو_

خادم نے یہ ماجرا امام رضا_سے بیان کیا امام علیہ السلام بہ نفس نفیس اپنے بیٹے کے پاس پہنچے اور آپ علیہ السلام نے فرمایا میرے لال اٹھو چلیں، آپ نے عرض کیا" بابا جان، ہم کیسے چلیں جبکہ ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ آپ علیہ السلام کعبہ کو اس طرح وداع کررہے ہیں جیسے دوسری بار پلٹ کر نہیں آنا ہے[١٠]"

ایک معصوم بچے کی چھ سال کی عمر میں اس درجہ کمال اور ذاتی نبوغ کا اظہار ہو رہا ہے_

آپ علیہ السلام کی امامت

نبوت کی طرح امامت بھی ایک الہی عطیہ ہے جسے خداوند عالم اپنے منتخب اور لائق بندوں کو عطا کرتا ہے او اس بخشش و عطا میں سن و سال کا کوئي دخل نہیں ہے۔ نویں امام آٹھ یا نو سال کی عمر میں امت کی امامت اور رہبری کے منصب پر فائز ہوئے۔ "معلّی بن محمد" نقل کرتے ہیں کہ امام رضا علیہ السلام کی رحلت کے بعد میں امام جواد۔سے ملا اور ان کے قد و قامت کو بغور دیکھا تا کہ شیعوں کے سامنے ان کی توصیف کر سکوں اسی اثناء میں آپ علیہ السلام بیٹھ گئے اور فرمایا: "اے معلّی، خدا نے امامت میں بھی نبوت کی طرح احتجاج کیا ہے اور فرمایا ہے:

" و اتیناہ الحکم صبیًا"(۱۱)

ہم نے یحیي کو بچپن میں نبوت دي۔(۱۲)

مکارم اخلاق و فضائل

ائمہ معصومین کی خصوصیتوں میں سے ایک حقیقتوں کی شناخت اور اس کا ادراک عام لوگوں کی قوت ادراک سے زیادہ تھا۔ اس ذاتی نبوغ اور عقلی فروغ کے ظہور کے لئۓ بچپن بھی مانع نہیں تھا، اسی وجہ سے ان حضرات کی زندگی اور ان کی عادتیں پیدائشے ہی سے دوسروں کے لئۓ اسوہ اور نمونہ قرار پاتی ہیں۔ ان حضرات کی علمی برتری اور مراتب کمال کا علماء اور بزرگوں کا اعتراف، اس حقیقت کی مؤید ہے۔ امام محمد تقی علیہ السلام کے اخلاقی فضائل کا گوشہ بیان کرنے سے پہلے اہل سنت کے علماء کا ان کے بارے میں نظریہ بیان کرنا ضروری ہے۔

سبط ابن جوزی فرماتے ہیں: "محمد جواد علیہ السلام علم، تقوی، پرہیزگاری اور سخاوت میں اپنے والد بزرگوار کے راستہ پر تھے۔(۱۳)

"ابن تیمیہ" کا بیان ہے کہ محمد ابن علی_جن کا لقب جواد تھا بنی ہاشم کے بزرگوں اور ممتاز شخصیتوں میں سے تھے وہ سخاوت اور بزرگی میں مکمل شہرت رکھتے تھے_ اسی وجہ سے جواد نام پڑا_ [۱۴]

الف_ جودو سخاوت

امام جواد_، بخشش و عطا اور کرامت کا مکمل مصداق تھے لوگ ان کے عطیوں او عنایتوں سے بہرہ ورہوتے تھے_ اس حقیقت کی نشان دہی "جواد علیہ السلام " کے لقب سے ہوتی ہے "علی بن ابراہیم " اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں امام جواد علیہ السلام کی خدمت میں تھا کہ " صالح ابن محمد"_ قم کے اوقاف کے متولی [۱۵]_ وہاں آئے اور عرض کیا : میرے آقا وقف کی آمدنی میں سے دس ہزار درہم حلال کردیجئے ، اس لئے کہ ہم نے اس کو اپنے خاندان کے نفقہ میں خرچ کردیا ہے_

امام نے خندہ پیشانی سے فرمایا : میں نے حلال کیا_ [۱۶]

ب_ دوسروں کی مشکل کو حل کرنا

بست سجستانی [۱۷] سے قبیلہ بنی حنیفہ کا ایک شخص نقل کرتا ہے کہ میں معتصم کی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں مکہ کے سفر میں امام علیہ السلام کے ساتھ تھا_ حکومت کی کچھ ذمہ دار افراد بھی دستر خوان پر حاضر تھے_ میں نے امام علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ پر فدا ہوجاؤں ، میرے علاقہ کا حاکم آپ کے خاندان کے دوستداروں میں سے ہے اور خراج کے سلسلہ میں ، میں اس کے محکمہ کا قرضدار ہوں لیکن مجھ میں ادا کرنے کی طاقت نہیں ہے_ اگر آپ مصلحت سمجھیں تو اس کو ایک خط لکھ دیں تاکہ وہ اس سلسلہ میں ہمارے حق میں محبت کا ثبوت دے_

امام علیہ السلام نے فرمایا: کہ میں اس کو نہیں پہچانتا میں نے عرض کیا کہ:" جیسا کہ میں نے کہا کہ وہ آپ کا عقیدت مند ہے اس لئے یقینی طور پر آپ کا خط میرے لئے مفید ہوگا_ امام علیہ السلام نے کاغذ قلم اٹھایا اور لکھا حامل رقعہ نے تمہارے عقیدہ کی تعریف کی ، جان لو کہ اگر تم احسان اور نیک کام

کروگے وہ تمہارے لئے فائدہ مند ہوگا۔ اس بنا پر اپنے برادران دینی کے ساتھ حسن سلوک اور نیکی کرو اور یہ جان لو کہ خداوند عالم ایک ذرہ برابر شے کے بارے میں بھی تم سے سوال کریگا[۱۸] میں نے خط لیا اور چل پڑا جب خط کی اور میرے پہنچنے کی خبر سجستان کے انچارج کے پاس پہنچی تو وہ شہر سے دو فرسخ دور تک میرے استقبال کے لئے آیا اس نے خط لیا اس کو چوما اور اپنی آنکھوں سے لگایا اور پوچھا تمہاری کیا حاجت ہے؟ میں نے اس سے اپنی پریشانی بیان کی اس نے حکم دیا کہ میرا نام قرض والے رجسٹر سے نکال دیا جائے۔ اور جب تک وہ انچارج کام پر رہا میرا ٹیکس معاف رہا۔ اس کے علاوہ اس نے میری اچھی خاصی مدد کی اور جب تک وہ زندہ رہا اس خط کی برکت سے اس نے میرے حق میں نیکی اور حسن سلوک میں کوئی کمی نہیں کی[۱۹]

۳۔ "محمد ابن سہل قمی" نقل کرتے ہیں کہ میں مدینہ گیا اور امام جواد علیہ السلام کے پاس پہنچا اور میں نے چاہا کہ ان سے ایک لباس مانگ لوں لیکن میں مانگ نہ سکا، میں نے اپنے دل میں کہا کہ اپنی خواہش لکھ کردوں پھر میں نے لکھ دیا... لیکن میرے دل میں یہ بات گذری کہ خط کو نہ بھیجوں، میں نے خط پھاڑ ڈالا اور مکہ کی طرف چل پڑا۔ اسی حال میں ایک شخص کو میں نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں ایک رومال ہے اور وہ قافلہ میں مجھ کو ڈھونڈھ رہا ہے۔ وہ مجھ تک پہنچا اور اس نے کہا: میرے آقا نے تیرے لئے یہ لباس بھیجا ہے۔[۲۰]

امام جواد علیہ السلام کی شخصیت

امام جواد علیہ السلام نے امامت کے انوار مقدس کے پرتو اور خدا کی عبادت و بندگی میں ایسی اجتماعی شخصیت اور حیثیت حاصل کی کہ جس کا اعتراف دوست و دشمن دونوں ہی کرتے ہیں۔

آپ علیہ السلام کے سخت ترین دشمن مامون نے آپ سے اپنی بیٹی کی شادی کے سلسلہ میں عباسیوں کے اعتراض کے جواب میں کہا: میں نے ان کا انتخاب اس لئے کیا ہے کہ میں نے کمسنی کے

باوجود علم و فضل میں ان کو سب سے ممتاز پایا_[(۲۱)]

آپ علیہ السلام کی شخصیت اپنے پدر بزرگوار کے نزدیک ایسی تھی کہ "محمد ابن ابی عباد"_کاتب امام رضا علیہ السلام .بیان کرتے ہیں کہ امام رضا_اپنے بیٹے محمد کو ہمیشہ کنیت کے ساتھ یاد کرتے تھے[(۲۲)]_(اور جب امام جواد علیہ السلام کا خط پہنچتا تھا) تو فرماتے تھے کہ "ابو جعفر نے مجھے لکھا ہے"[(۲۳)]

"محمد بن حسن ابن عمار" نقل کرتے ہیں :

"دو سال تک میں مدینہ میں علی بن جعفر کی خدمت میں جاتا رہا انہوں نے جو روایت اپنے بھائي موسی ابن جعفر سے سنی تھی مجھ سے بیان کیا کرتے تھے اور میں لکھتا رہتا تھا_

ایک دن میں مسجد نبوی میں ان کے پاس بیٹھا تھا کہ امام جواد علیہ السلام تشریف لائے_ علی ابن جعفر بغیر جوتے اور ردا کے اپنی جگہ سے اٹھے ، آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا آپ کی تعظیم کی ، امام علیہ السلام نے ان سے فرمایا اے چچا آپ بیٹھئے خدا آپ پر رحمت نازل کرے_

انہوں نے کہا : اے میرے سردار: میں کیسے بیٹھ سکتا ہوں جبکہ آپ کھڑے ہیں ، جب علی ابن جعفر اپنی جگہ پلٹ آئے تو ان کے دوستوں اور ساتھیوں نے ان کی سرزنش کی اور کہا کہ آپ ان کے باپ کےچچا ہیں اور اس طرح ان کا احترام کرتے ہیں

علی ابن جعفر نے فرمایا : چپ رہو خدا نے اس سفید داڑھی کو_ اپنی داڑھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے_ امامت کے لائق نہیں سمجھا اور اس جوان کو اس کے لائق پایا اور امام قرار دیا (کیا تم چاہتے ہو کہ) ان کی فضلیت کا انکار کردوں ؟ تم جو کہتے ہو میں اس سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں ، میں اس کا بندہ ہوں_[(۲۴)]

خلافت کے مقابلہ میں امام علیہ السلام کا موقف

آپ علیہ السلام کے سات سالہ زمانہ امامت میں آپ علیہ السلام کے ہم عصر ،مامون اور معتصم نامی دو خلفاء تھے

ان کی حکومت کے زمانہ میں آپ کا موقف امام علی ابن موسی الرضا علیہ السلام کے موقف کو جاری رکھنا تھا ، اور اس کی وجہ یہ تھی کہ خلافت کی مشینری کے موقف میں اتحاد پایا جاتا تھاجیسا کہ اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ امام رضا_کی ولیعہدی سے امامت کا موقف بنی عباس کی طاقت کے مرکز تک پہنچ گیا تھا_ اورچونکہ حکومت نے اپنے موقف کو تبدیل نہیں کیا اس بنا پر بیٹھ رہنا درست نہ تھا_

خلافت کی مشینری نے بھی اس مسئلہ کو بخوبی درک کرلیا تھا اور امام رضا علیہ السلام کو نماز عید سے روک دینا بھی اسی حقیقت کی بنا پر تھا_ مامون اس سے ڈرتا تھا کہ ایک نماز پڑھا کر خلافت پر تصرف کرنے کے لئے امام علیہ السلام کہیں زمینہ ہموار نہ کرلیں_

شادی کی سازش

مامون نے بہت کوشش کی کہ امام رضا علیہ السلام کو زہر دیا جانیوالا واقعہ بہت خفیہ اورپوشیدہ طورپر انجام پاجائے لیکن تمام پردہ پوشیوں اور ریاکاریوں کے باوجود آخر کار علویوں پر یہ بات آشکار ہو گئي کہ امام علیہ السلام کا قاتل اس کے علاوہ اورکوئی نہیں تھا لہذا مامون بہت ناراض ہوا اور انتقام پر اترآیا_

انقلابیوں کی چارہ جوئي کرنے اور ان کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے مامون نے آٹھویں امام کے فرزند کے لئے مہربانی اور دوستی کا اظہار کیا اور زیادہ فائدہ حاصل کرنے کے لئے اس نے یہ ارادہ کیا کہ اپنی بیٹی "ام الفضل" کی شادی امام جواد علیہ السلام سے کردے_ اور اس نے کوشش کی کہ امام رضا علیہ السلام پر ولی عہدی تھوپ کر اس نے جو فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کی تھی اس رشتہ کو قائم کرکے وہی فائدہ حاصل کرلے_

بنی عباس کو مامون کے اس ارادہ سے خوف محسوس ہوا اور صورت حال کو قبل از وقت روکنے کے لئے جو امام رضا علیہ السلام کے زمانہ میں پیدا ہو گئي تھی ، جمع ہو کر ایک وفد کی صورت میں مامون کے

پاس پہنچے اور کہنے لگے گذشتہ زمانہ میں ہمارے اور علویوں کے درمیان جو کچھ ہوا آپ اس سے اچھی طرح واقف ہیں اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ گذشتہ خلفاء نے ان کو شہر بدر کیا اور ان کی توہین کی ہے _ ہم اس سے پہلے امام رضا علیہ السلام کی ولی عہدی سے فکرمند تھے لیکن خدا نے وہ مشکل حل کردی _

اب ہم آپ کو خدا کا واسطہ دیتے ہیں کہ آپ ہم کو دوبارہ غمگین نہ کریں اور اس شادی سے صرف نظر کریں اور اپنی بیٹی کو بنی عباس کے کسی ایسے فرد سے بیاہ دیں جو اس رشتہ کے لائق ہو ، " مامون نے ان کے جواب میں علویوں کی بزرگی ، خلفاء سابقین کی خطا اور ولی عہدی کے مسئلہ کی تائید کرتے ہوئے امام جواد علیہ السلام کی تعریف کی اور بزرگی بیان کی اور کہا کہ میں اس جوان کو تم سے زیادہ جانتا ہوں یہ ایسے خاندان سے ہیں جن کا علم خداداد ہے ، ان کے آباء و اجداد ہمیشہ علم دین و ادب میں لوگوں سے بے نیاز تھے _ (۲۵)

یہ دوستی کا مظاہرہ اور مکارانہ ریاکاریوں کے ذریعہ اس شادی سے سیاسی مقصد حاصل کرنے کے علاوہ مامون کا اور کوئی مقصد نہ تھا ، جو مقاصد وہ حاصل کرنا چاہتا تھا ان میں سے چند کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے :

۱_ اس کا ارادہ تھا کہ اس رشتہ سے دامن پر لگے ہوئے قتل امام رضا علیہ السلام کے داغ کو صاف کردے اور اپنے خلاف علویوں کے اعتراضات اور قیام کو روک دے اور اہل بیت علیہم السلام کے دوستدار و طرفدار کے عنوان سے اپنا تعارف کرائے _

۲_ اپنی بیٹی کو امام علیہ السلام کے گھر بھیج کر ہمیشہ کے لئے حضرت کے کاموں کی نگرانی کرنا _

۳_ مامون کا خیال خام یہ تھا کہ اس ازدواج کے ذریعہ امام علیہ السلام کو عیش و عشرت کے دربار سے وابستہ کردیگا اور ان کو لہو ولعب اور عیش و عشرت والی زندگی گذارنے پر آمادہ کردے گا_ تاکہ اس راستہ سے امام علیہ السلام کی عظمت اور تقدس کو ٹھیس پہنچائے اور آپ علیہ السلام کو عصمت و امامت کے بلند مقام سے گرا کر لوگوں کی نظروں میں حقیر کردے _

"محمد ابن ریان" نقل کرتے ہیں کہ مامون نے بہت کوشش کی کہ امام کو لہو و لعب کے لئے آمادہ کرے لیکن کامیاب نہیں ہوا ۔ اس کی بیٹی کی شادی کے جشن میں سو ایسی خوبصورت کنیزیں جو جواہرات سے بھرے ہوئے جام اپنے ہاتھوں میں لئے تھیں ، مامون نے ان سے کہا کہ امام علیہ السلام کے آنے کے بعد ان کے استقبال کو بڑھیں ، وہ کنیزیں استقبال کو بڑھیں لیکن امام جواد علیہ السلام بغیر کوئي توجہ دیئےہاں وارد ہوئے اور آپ علیہ السلام نے عملی طور پر یہ بتادیا کہ ہم ان کاموں سے بیزار ہیں ۔(۲۶)

مامون ان مقاصد اوردوسرے مقاصد تک پہنچنے کے لئے ۔ امام رضا علیہ السلام کی شہادت کے ایک سال بعد ۲۰۴ھ ق میں امام جواد علیہ السلام کو مدینہ سے بغداد لے آیا اور اس نے اپنی بیٹی کی ان سے شادی کردی اور اس بات پر اصرار کیا کہ امام بغداد ہی میں اس کے مزیّن محلوں میں زندگی گذاریں ۔

لیکن امام علیہ السلام نے مدینہ واپس جانے پر اصرار کیا ، تاکہ مامون کے بنائے ہوئے نقشہ کو نقش بر آب کردیں اس وجہ سے آپ علیہ السلام اپنی بیوی کے ساتھ مدینہ پلٹ گئے اور ۲۲۰ھ ق تک مدینہ میں مقیم رہے ۔

علمی اور ثقافتی کوششیں

امام جواد ۔نے بادل نخواستہ مختلف صورتوں میں خلافت کی مشینری کے زیر نگرانی زندگی گذاری مگر اس درمیان امکانی حد تک سماجی اور ثقافتی محاذوں پر کوششیں کرتے رہے ۔

ان محاذوں میں سے " بحث و مناظرہ" کا ایک محاذ ہے ۔ امام علیہ السلام نے اس موقف میں اپنے پدر بزرگوار کی روش کو برقرار رکھا اور آپ علیہ السلام نے ان جلسوں میں شرکت کی جو مامون نے امام علیہ السلام کی علمی اور ثقافتی حیثیت کو شکست دینے کے لئے منعقد کئے تھے اور حقائق و معارف اسلامی کے بیان کے

ساتھ ساتھ آپ علیہ السلام نے دربار خلافت سے وابستہ فقاہت اور درباری قاضی القضاۃ کے چہرہ کو بے نقاب کیا_

مامون نے امام نہم کی امامت کے آغاز میں دوبار مجلس مناظرہ منعقد کی ایک مجلس میں جس میں بنی عباس کے بہت سے افراد، نمایاں اور ممتاز درباری شخصیتیں موجود تھیں ، مامون نے_ اس زمانہ کے قاضی القضاۃ_ "یحیی بن اکثم" کو امام علیہ السلام سے سوال کرنے کے لئے کہا_

اس نے پہلا سوال اس طرح کیا:

آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جس نے حالت احرام میں شکار کیا ہو ؟ امام علیہ السلام نے فرمایا (مسئلہ کی مختلف صورتیں ہیں) حرم کے اندر تھا یا باہر، اس کو اس کام کی حرمت کی خبر تھی یا نہیں ، عمداً اس نے شکار کیا یا سہواً، غلام تھا یا آزاد، شکار چھوٹا تھا یا بڑا، اس نے پہلی بار ایسا کیا ہے یا دوسری بار، شکار پرندہ کا تھا یا غیر پرندہ ،چھوٹا تھا یا بڑا، شکار کے بعد اپنے فعل پروہ پشیمان تھا یا پھر کرنے کا ارادہ رکھتا تھا، شکار رات میں کیا تھا یا دن میں ،اس کا احرام عمرہ کا احرام تھا یا حج کا؟

امام علیہ السلام نے جب مسئلہ کی اس طرح عالمانہ شقیں بیان کیں اور اس کی یوں تشریح کردی تو یحیی بن اکثم انگشت بدندان رہ گیا ، اس کے چہرہ پر شکست کے آثار نمایاں ہوگئے، اس کی زبان لکنت کرنے لگی اس طرح کہ وہ مذکورہ بالا صورتوں میں سے کسی صورت کا یقین نہ کرسکا_ حاضرین نے امام علیہ السلام کی علمی صلاحیت و قدرت اور قاضی القضاۃ کی شکست کا اندازہ کرلیا_[۲۷]

امام جواد_ مامون کے منعقد کئے ہوئے جلسوں کے علاوہ ضروری موقع پر اسلامی ثقافت کی توسیع اور شبہات و اشکالات کو دور کرنے کے لئے مختلف گوشہ و کنار سے مدینہ آئے ہوئے علماء اور دانشمندوں کے ساتھ بحث و گفتگو کرنے کیلئے بیٹھتے تھے، نمونہ کے طور پر ایک مورد پیش کیا جاتا ہے: بغداد اور دوسرے شہروں کے اسّی افراد حج کے بعد مدینہ کو چلے تا کہ امام علیہ السلام جواد سے ملاقات کریں ، وہ لوگ پہلے عبداللہ ابن موسی (امام کے چچا) سے ملے لیکن وہ ان کے مسائل کے جواب سے عاجز رہے اتنے میں امام جواد_ تشریف لائے اور آپ نے ان کے ایک ایک مسئلہ اور

مشکلات کا جواب عنایت فرمایا، علماء نہایت مسرت کے عالم میں اس مجلس سے نکلے اور امام علیہ السلام کے لئے دعا کی_[۲۸]

امام علیہ السلام کے بچپن کو دیکھتے ہوئے ان جلسوں اور باتوں کے ضمن میں جو مسئلہ مناظرہ کے دونوں فریق کے درمیان مورد توجہ تھا وہ آپ علیہ السلام کی امامت کا مسئلہ تھا_

ایک طرف امام علیہ السلام نے علمی مشکلات سے پردہ اٹھایا اور امامت کے موقف کی تشریح اور حقائق کو بیان کرتے ہوئے ان لوگوں کو_ جو آپ علیہ السلام کی کمسنی کی وجہ سے_ آپ علیہ السلام کی امامت کے بارے میں شک اور تردد میں بتلا تھے، حقیقت سے آشنا کیا اور ہر طرح کے شبہ اور تردد سے ان کے ذہنوں سے صاف کیا_ اور دوسری طرف عبداللہ ابن موسی، امام کے چچا و غیرہ جیسے افراد کو جو بغیر لیاقت اور صلاحیت کے اپنے کو امامت کی جگہ پر لارہے تھے، عملی طور پر میدان سے دور ہٹا دیا اور ان کو گوشہ گیر بنادیا_

نمایاں افراد کی تربیت

امام جواد_ کے علمی اور ثقافتی کاموں میں سے ایک کام ایسے ممتاز افراد کی تربیت تھی جن میں سے ہر ایک ثقافت و معارف اسلامی کا ایک منارہ کہا جاتا تھا_

مرحوم شیخ طوسی نے امام جواد علیہ السلام کے شاگردوں، راویوں اور اصحاب کی تعداد تقریباً ایک سو دس افراد بتائی ہے[۲۹]_ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمانہ میں لوگوں کا حضرت سے ملنا کتنا محدود اور مشکل تھا_ لیکن اس کے با وجود انہیں محدود افراد میں کچھ روشن چہرے موجود ہیں منجملہ انکے:

۱_ ابو جعفر، محمد ابن سنان زہري

۲_ احمد ابن ابی نصر بزنطي

۳_ ابو تمام حبیب ابن اوس طائي

۴_ ابو الحسن، علی ابن مہزیار اہوازي

۵_ فضل بن شاذان نیشاپوري

۶_ زکریا ابن آدم و غیرہ ہیں

امام علیہ السلام کے مکتب کے پروردہ افراد میں سے ہر ایک کسی نہ کسی انداز سے پریشانی اور سختی میں بتلا تھا_ عبداللہ ابن طاہر_ حاکم نیشاپور نے_ فضل بن شاذان کو نیشاپور سے باہر نکال دیا_ پھر اس کے بعد ان کی کتابوں کی تفتیش کی جب ان کتابوں کے مندرجات سے لوگوں نے اس کو آگاہ کیا_ تب اس کو اطمینان حاصل ہوا اور اس نے کہا کہ میں ان کے سیاسی عقیدہ کو بھی جانتا ہوں_[۳۰]

ابو تمام بھی اس دشمنی سے نہ بچ سکے، اس زمانہ کے امراء جو خود بھی اہل شعر و ادب تھے، وہ بھی ان کے شعر کو سننے کے لئے تیار نہ تھے جبکہ آپ اس زمانہ کے بہترین شاعر تھے اور اگر کسی نے پہلے سے بتائے بغیر ان کا شعر پڑھ دیا اور امیروں کو پسند آگیا تو یہ سمجھ لینے کے بعد کہ یہ ابوتمام کا شعر ہے فوراً اصلی نوشتہ کو پھاڑ ڈالنے کا حکم دیتے تھے_[۳۱]

معتصم کے دور حکومت میں

مامون کی موت کے بعد ۲۱۸ ھ میں اس کا بھائي اس کی جگہ پر خلافت کے منصب بیٹھا اور امام جواد علیہ السلام کے سلسلہ میں اس نے مامون والی ہی سیاست اختیار کی، جب مدینہ میں امام کی فعالیت سے خوفزدہ ہوا تو وہ ۲۲۰ ھ میں امام علیہ السلام کو زبردستی مدینہ سے بغداد لے آیا تاکہ نزدیک سے ان کی نگرانی کرسکے اسکی حکومت میں ایک شخص نے چوری کا اقرار کیا اور اس نے خلیفہ سے یہ خواہش ظاہر کی کہ الہی حدود جاری کرکے اس کو پاک کردیا جائے، معتصم نے تمام فقیہوں کو جلسہ میں جمع کیا اور امام جواد_ کو بھی بلایا_

پہلے اس نے " ابن ابی داؤد" [۳۲] سے سوال کیا کہ چور کا ہاتھ کہاں سے کاٹنا چاہیے ؟

ابن ابی داؤد نے کہا کہ " کلائي سے" اور اپنی دلیل میں قرآن کی آیت " فاغسلوا وجوہکم و ایدیکم ... " پڑھي۔

فقہا کا ایک گروہ ان کی موافقت میں تھا لیکن دوسرے گروہ نے ان کے نظریہ کی مخالفت کی اور کہا کہ کہنیوں سے ہاتھ کاٹنا چاہیے اور انہوں نے اپنے نظریہ کہ تائید میں آیہ " فاغسلوا وجوہکم و ایدیکم الی المرافق " [۳۳] کو دلیل بنایا ۔

معتصم نے امام جواد ؑ کی طرف رخ کیا اور پوچھا " اس مسئلہ میں آپکا نظریہ کیا ہے ؟ امام ؑ نے فرمایا یہ لوگ اپنا نظریہ پیش کر چکے اب مجھے معاف رکھ۔

معتصم نے اصرار کیا اور امام ؑ کو قسم دے کر کہا : آپ اپنا نظریہ بیان کریں ۔

امام ؑ نے فرمایا: چونکہ تم نے قسم دلائي ہے اس لئے میں اپنا نظریہ بیان کرتا ہوں دونوں فریقوں نے غلط فیصلہ کیا ہے ۔ کیونکہ چور کی فقط انگلیاں کاٹی جائیں گی ۔

آپ ؑ نے فرمایا : اس لئے کہ رسول خدا نے فرمایا ہے کہ سجدہ سات اعضاء پر واجب ہے ۔چہرہ ، پیشانی ،دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں ،دونوں گھٹنے اور دونوں پیروں کے انگھوٹھے لہذا چور کا ہاتھ اگر کہنیوں سے کاٹا جائے تو اس کا ہاتھ نہیں بچے گا کہ وہ سجدہ بجالائے اور دوسرے یہ کہ خدا فرماتا ہے کہ "انّ المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احداً" [۳۴] سجدوں کی جگہیں خدا کے لئے ہیں پس خدا کے ساتھ کسی کو نہ پکارو" لہذا جو خدا کیلئے ہے اس کو قطع نہیں کیا جائے گا ۔

معتصم کو امام ؑ کا نظریہ پسند آیا اور اس نے حکم دیا کہ چور کی انگلیاں کاٹی جائیں ۔

"ابن ابی داود"۔ جو خود اس واقعہ کے ناقل ہیں ۔ فرماتے ہیں کہ اس مجلس میں میں نے (شرم و حیا سے) موت کی تمنّا کی ۔

وہ تین دن کے بعد معتصم کے پاس گیا اور کہا کہ چند دن پہلے والی نشست تمہاری حکومت کے لئے اچھی نہیں تھي، اس لئے کہ تمام علماء اور مملکت کے بزرگ افراد کے سامنے تم نے ابو جعفر ؑ کے

فتوی کو_ جن کو آدھے مسلمان اپنا پیشوا مانتے ہیں اور امر خلافت کے لئے تم سے زیادہ مناسب سمجھتے ہیں _ دوسروں کے نظریہ پر ترجیح دی _ یہ خبر لوگوں کے درمیان پھیل گئي اور خود ان کے شیعوں کے لئے برہان بن گئي ہے _

معتصم جو پہلے ہی سے ہر طرح کی دشمنی اپنے دل میں رکھتا تھا اور امام عليه‌السلام کو راستہ سے ہٹانے کے لئے موقع کی تلاش میں رہتا تھا ، اس کو ابن ابی داود کی باتوں سے سخت جھٹکا لگا اور امام عليه‌السلام کو قتل کرنے کے بارے میں سوچنے لگا_ (۳۵)

آخر کار اس نے اپنے منحوس منصوبہ کو عملی جامہ پہنادیا اور امام جواد_ کو جن کی عمر شریف ۲۵ سال سے زیادہ نہ تھی آخر ذی القعدہ ۲۲۰ ھ ق میں آپ عليه‌السلام کو بغداد بلایا اور زہر سے شہید کردیا_ (۳۶)

آپ عليه‌السلام کے جسد اطہر کو آپ عليه‌السلام کے جد گرامی قدر حضرت امام موسی ابن جعفر عليه‌السلام کے پہلو میں سپرد لحد کیا گیا آج بھی ان دونوں اماموں کا مزار مقدس کاظمین کے نام سے مشہور ہے _

سوالات

۱_حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کس تاریخ کو پیدا ہوئے اور ان کی پیدائش سے پہلے شیعہ کیوں تشویش میں مبتلا تھے؟

۲_امام جواد_نے اپنی عمر کے کتنے دن اپنے والد کے ساتھ گذارئے کیا اس زمانہ کا کوئي واقعہ آپ کو یاد ہے ؟

۳_امام جواد علیہ السلام کس عمر میں منصب امامت پر فائز ہوئے ، کیا آپ علیہ السلام کی عمر عہدہ امامت کی ذمہ داری قبول کرنے کی متقاضی تھی ، اس سلسلہ میں امام علیہ السلام کے ایک بیان کو ذکر کیجئے؟

۴_امام کی امامت کے ابتدائي زمانہ میں مامون نے کون سا اقدام کیا اور اس سے اس کا کیا مقصد تھا؟

۵_مامون کی خلافت کے مقابل امام علیہ السلام کا کیا رویہ تھا؟

۶_اسلامی علوم وثقافت کی نشر و اشاعت میں امام علیہ السلام کا کیا کردار رہا ؟

۷_معتصم نے امام علیہ السلام کو کیوں بغداد بلایا اور پھر آپ علیہ السلام کے قتل کادر پے کیوں ہوا؟

۸_امام جواد_کس تاریخ کو اورکیسے شہید ہوئے ؟

حوالہ جات

۱ انوار البہیہ/۲۲۷،بحارج ۵/۱۵منقول ازعیون المعجزات_

۲ بحار جلد ۵۰/۱۴،۱۳،۱۱،۷_ایک قول کی بنا پر اسی سنہ میں رمضان کے مہینہ میں آپ کی ولادت ہوئی تھی_

۳ بحار جلد ۵۰/۱۱،انوار البہیہ/۲۲۵_

۴ کافی ج ۱/۲۵۲"فی باب النص علی ابی الحسن الرضا"انوار البھیّہ/۲۲۶_۲۲۵_

۵ اور یہ بھی احتمال ہے کہ مذکورہ بالا قول سے امام کا مقصد یہ ہو کہ بچپن میں حضرت امام جواد علیہ السلام کی امامت سے شیعوں کیلئے یہ بات روشن ہوگئی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح یہاں بھی عمر کا سوال نہیں ہے اور ان کا علم خدا کی طرف سے ہوتا ہے_

۶ عیون اخبار الرضاج ۲/۲۳۲_

۷ بحارج ۵۰/۳۵_

۸ ارشادمفید/۱۳۹،کافی ج ۱/۲۵۹_۲۵۸،۳۱۵_

۹ امام رضا علیہ السلام کی عمر کے آخری دو سال ۲۰۱ سے ۲۰۳ تک مراد نہیں ہیں جب آپ کو خراسان لے جایا گیا_

۱۰ "...کیف اقوم وقد ودّعت البیت و داعاًلارجوع بعدہ"،کشف الغمہ ج ۳/۱۵۳_۱۵۲،سیرۃ الائمہ الاثنا عشرج ۲/۴۳۳،انوار البھیّہ/۲۰۲_

۱۱ سورہ مریم/۱۱_

۱۲ ارشاد مفید/۳۲۵،مناقب جلد ۴/۳۸۹_

۱۳"و کان علی منھا ج ابیہ فی العلم و التقی و الزھد و الجود "تذکرۃالخواص ۳۲۱_

۱۴"محمد بن علی الجواد کان من اعیان بنی ھاشم و ھو معروف بالسخاء و السود ولھذا سمتی الجواد"منھاج السنۃ ج ۲/۱۳۷_

۱۵ جو وقف حضرت کے نام سے تھا آپ اس وقف کے متولی تھے_

۱۶ بحار جلد ۵۰/۱۰۵منقول ازکافی و غیبت شیخ_

۱۷ بست افغان کا ایک قدیم شہر ہے جو بلوچستان اور رھند کے راستہ میں واقع ہے اس کا مرکز سجستان تھا جس کا اطلاق وسیع علاقہ پر ہوتا تھا_ہرات سے ۸۰ فرسخ ہے_ر_ک، معجم البلدان و المنجد باب اعلام ،کلمہ بست و

سجستان_

۱۸اما بعد فان موصل کتابی هذا ذکر عنك مذهباًجمیلاً و ان مالك من عملك ما احسنت فیه فاحسن الی اخوانك و اعلم ان الله عزوجل سائلك عن مثاقیل الذر و الخردل_

۱۹ بحار جلد ۵۰/ ۸۷_۸۶،انوار البھیة/۲۳۸_۲۳۷_

۲۰ بحار جلد ۵۰/۴۴ منقول از خرائج راوندی_

۲۱ "اخترته لتبریزه علی کافة اهل الفضل فی العلم و الفضل مع صغر سنّه"_بحارج ۵۰/۷۵_

۲۲ عرب احتراماًکسی کو اس کی کنیت سے پکارتے ہیں _

۲۳ عیون اخبار الرضاجلد ۲/۲۳۲_

۲۴ "نعوذ بالله مما تقولون ، بل انا له عبد"کافی ج ۱/۲۵۸_انوار البھیہ /۲۲۸_۲۲۷_

۲۵ "انی اعرف بهذا الفتی منکم و انّ اهل هذا البیت علمهم من الله و مواده و الهامه ، لم تزل آبائه اغنیاء فی علم الدین و الادب عن الرعایا الناقصه عن حد الکمال"_بحار ۵۰/۷۵_۷۴،ارشاد/۳۲۰_۳۱۹،کشف الغمہ جلد ۳/۱۴۴/ ۱۴۳_مناقب جلد ۴/۳۸۱_۳۸۰_اعلام الوری /۱۵۱_ اسی جلسہ میں مامون نے ایک مناظرہ کا انعقاد کیا تھا اس واقعہ کو "علمی اور ثقافتی کوششیں "کے عنوان کے ذیل میں بیان کیا گیا ہے_

۲۶ بحار جلد ۵۰/۶۳_۶۱_مناقب جلد ۴/۳۹۶،کافی جلد ۱/۴۱۴_۴۱۳_

۲۷ ارشاد مفید/۳۲۱_۳۲۰،مناقب جلد ۴/۳۸۱،اعلام الوری/۳۵۲_۳۵۱ _بحار جلد ۵۰/۷۶_۷۵، کشف الغمہ جلد ۳/۱۴۵_۱۴۴،فصول المھمہ/۲۶۸_ البتہ اس نشست میں دوسرے مباحث بھی آئے منجملہ ان کے امام کا یحیی بن اکثم سے سوال اور یحیی کا امام کے جواب میں عاجز رہ جانا اور مذکورہ بالامسئلہ کے شقوں سے متعلق امام کے جواب کو_اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے پیش نہیں کیا گیا ہے_

۲۸ بحارج ۵۰/ ۱۰۰_

۲۹ رجال شیخ طوسی /۴۰۹_۳۹۷_

۳۰ رجال کشی /۵۳۹_۵۳۸_

۳۱ مروج الذہب جلد ۳/ ۳۸۵_ ۳۸۳_

۳۲ مامون، معتصم، واثق اور متوکل کے زمانہ کے بغداد کے بڑے قاضی القضا میں سے ایک تھے_

۳۳ سورہ مائدہ /٦_

۳۴ سورہ جن/ ۲۸_

۳۵ بحار جلد ۵۰/ ۷_۵، منقول از تفسیر عیاشی ج ۱/ ۳۲۰_ ۳۱۹، انوار البھیۃ/ ۲۴۳_ ۲۴۱

۳٦ بحار جلد ۵۰/ ۱ بعض روایتوں میں یہ آیا ہے کہ معتصم نے مامون کی بیٹی ام الفضل کے ذریعہ امام کو زہر دے دیا بحار جلد ۵۰/ ۱۰ و اعیان الشیعۃ ج ۲/ ۳٦_

تیرہواں سبق:

امام علی النقی علیہ السلام کی سوانح عمری

ولادت

شیعوں کے دسویں امام ۱۵ ذی الحجہ ۲۱۲ھ ق کومدینہ کے"صریا"[۱]نامی قریہ میں پیدا ہوئے_[۲]آپ علیہ السلام کا اسم گرامی "علي"اورسب سے مشہور القاب "نقي"اور"ہادي"ہیں اورآپ علیہ السلام کی کنیت "ابوالحسن" ہے_آپ علیہ السلام ابوالحسن ثالث کے نام سے مشہور ہوئے_[۳]

نویں امام کے والد گرامی امام جواد_تھے اورآپ کی والدہ"سمانہ"ایک بافضیلت و باتقوی خاتون تھیں آپ مقام ولایت سے آشنائي رکھنے والی اور خلافت الہی کی زبردست دفاع کرنے والی خاتون تھیں_ خود امام ھادي علیہ السلام اپنی والدہ گرامی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میری والدہ میرے حق سے آشنا اور اہل بہشت میں سے ہیں _

شیطان سرکش ان سے نزدیک نہیں ہوتا اور دشمن جبارکا مکر ان تک نہیں پہنچتا ، خدا ان کا محافظ اورنگہبان ہے_وہ ہرگز صدیقین و صالحین ماؤں کے صفوں سے باہر نہیں ہیں [۴]

امام علیہ السلام کی پرورش کا ماحول

امام ہادی_نے اپنی عمر کے سات سال اور کچھ دن اپنے والد کے ساتھ ان کی تربیت اور خاص نگرانی میں گذارے_

آپ علیہ السلام جس ماحول میں پروان چڑھے وہ ماحول، دانش کے فروغ تقوی و اخلاق ،وسعت علم اور زندگی کے تمام شعبوں میں فکرکی بلندی سے سرشار ماحول تھا_دوسری صدی ہجری میں علماء کی

فکری تحریکیں اور مامون کی خلافت کی مشینری کی طرف سے ان کے استقبال کی وجہ سے دینی حقائق کو واضح کرنے اور اس زمانہ کے روشن فکر اور سوجھ بوجھ رکھنے والی نسل تک پیغام اسلام کے پہونچانے کے مواقع اس زمانہ کے ائمہ معصومین علیہ السلام کو حاصل تھے_

اسلام کے ترقی پذیر عناصر کے گہوارہ پرورش اور زیادہ تر ائمہ کی جائے پیدائشے_مدینہ_ میں ماں باپ کی توجہ سے اور تدبیر سے امام_کے جسم و روح نے پارسائي اوردور اندیشی کی منزل کمال کو سر کیا_ وہ جن کی پاکیزہ سرشت میں دور اندیشی اور ہوشمندی پوشیدہ تھی، جو الہام الہی کے فیوض و برکات سے تمام شعبوں میں کمالات اور امتیازات کے حامل تھے_ وہ خلافت عباسی کے ظلم و ستم سے جہاد کرنے والوں کے پیشرو اور اسلامی معاشرہ کی مشعل ہدایت قرار پائے_

امامت پر نص

سوائے علی_اور موسي(جو کہ موسی مبرقع کہ نام سے مشہور تھے)نویں امام کی اور کوئي اولاد نہ تھی، چونکہ حضرت ہادی علیہ السلام ،علم و معرفت، تقوی و عبادت میں اپنے زمانہ کے سارے لوگوں سے بلند تھے ان سے کسی کا حتی کہ ان کے بھائي کا بھی موازنہ نہیں کیا جا سکتا_ اس لئے ان کے والد کے بعد امامت اور رہبری کا بلند مقام ان کو تفویض کیا گیا_

اسی لیاقت کی بنیاد نیز دوسری باتوں کی بنا پر ان کے پدر بزرگوار نے بارہا اپنے بعد کے لئے ان کی امامت کو صراحت سے بیان فرمایا ہے_

"امیہ ابن علی قیسي"نقل کرتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر_ سے عرض کیا کہ آپ علیہ السلام کا کون جانشیں ہوگا_ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: میرے فرزند علی علیہ السلام _(۵)

"صقر ابن دلف"کہتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر امام جواد_ سے سنا آپ فرما رہے تھے کہ میرے بعد پیشوا میرا بیٹا علی ہے، ان کا فرمان میرا فرمان، انکی گفتار میری گفتار اور ان کی پیروی

میری پیروی ہے اور ان کے بعد ان کے بیٹے حسن علیہ السلام، امام ہیں۔[۶]

امام علیہ السلام کا اخلاق اور ان کی سیرت

امام ہادی۔ اپنے اسلاف کی طرح اخلاق اور فضائل انسانی کا مجسمہ اور کمالات نفس کا مظہر تھے۔

ابن صباغ مالکی اپنی کتاب میں آپ علیہ السلام کی اخلاقی خصوصیات اور فضائل کا مرقع کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ابوالحسن، علی ابن محمد۔کی فضیلت اور برتری کی شہرت تمام عالم میں پھیلی ہوئي ہے۔(ان کی فضیلت ہر جگہ سایہ فگن ہے اور اس سے دوسروں کی چمک دمک ماند پڑگئي ہے) اور ان کے بلندیوں کی طرف بڑھنے والے سلسلے آسمان کے ستاروں پر حکمرانی کررہے ہیں۔ کوئي چیز منقبت نہیں شمار کی جا سکتی مگر یہ کہ اس کا لب لباب آپ علیہ السلام کے وجود میں جلوہ گر ہے اور کوئی فضیلت و کرامت بیان نہیں ہوتی مگر یہ کہ اس کا برترین حصہ آپ علیہ السلام ہی کی ملکیت ہے۔ ہر قابل تعریف خصلت جب بیان کی منزل میں آتی ہے تو اس کا بلندترین اور مکمل ترین حصہ آپ علیہ السلام ہی سے متعلق ہوتا ہے۔ آپ علیہ السلام کا وجود ہر نیک و ارجمند خصلت کی ایسی تجلی گاہ ہے جو آپ علیہ السلام کی عظمت کی تعریف کرتی ہے ان تمام کمالات کے استحقاق کا سرچشمہ وہ بزرگی اور کرامت ہے جو آپ علیہ السلام کے جوہر زندگی کے ساتھ ملی ہوئي ہے۔ وہ عظمت و بزرگی ہے جو آپ علیہ السلام کی سرشت میں پوشیدہ ہے۔ آپ کا وجود آب زلال معرفت کے علاوہ کسی اور پانی کے پینے سے منع کرتا ہے۔ اس لئے آپ علیہ السلام کی جان، پاک ہے، آپ علیہ السلام کا اخلاق شیرین ہے، آپکی سیرت، عادلانہ اور آپ کے تمام صفات نیک ہیں آپ وقار، سکون، صبر، عفت، طہارت، زیرکی اور دانائي میں طریقہ نبوی اور سرشت علوی پر گامزن تھے۔ ایسے تزکیہ شدہ نفس کے اور ایسی بلند ہمت کے مالک تھے کہ کوئي آپ علیہ السلام کے پایہ کو پہنچ

نہیں سکتا_آپ علیہ السلام کی نیک روش میں آپ علیہ السلام کا کوئي ثانی نہیں اور کسی نے ان چیزوں کی طمع نہیں کي...(۷)

عبادت و بندگي

متوکل کے معین کیے ہوئے افرادچھان بین کے لئے متعدد بار آپ علیہ السلام کے گھر میں اچانک گھس آئے تو آپ کو کھر در الباس پہنے ہوئے ایک چٹائي پر نماز کے لئے ایستادہ لکھتے_

یحیي ابن ہرثمہ نقل کرتے ہیں کہ امام ہادی ہمیشہ مسجد میں رہتے تھے اوردنیا سے کوئي رابطہ نہیں رکھتے تھے_(۸)

حائری اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ عبادت پروردگار سے شدید محبت کی بنا پر آپ راتوں کو آرام نہیں کرتے تھے اور تھوڑی دیر کے علاوہ آپ سوتے نہیں تھے_ آدھی رات کو کنکروں اور ریگزاروں پر بیٹھتے اور عبادت و استغفار اورتلاوت میں رات بسر کرتے تھے_(۹)

جودو بخشش

امام_کے دوستوں میں سے چند افراد جیسے ابو عمرو عثمان ابن سعید، احمد ابن اسحاق اشعری اور علی ابن جعفر ہمدانی، آپ علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے_ احمد ابن اسحاق نے اپنے بھاری قرض کی امام علیہ السلام سے شکایت کی، امام ہادی علیہ السلام نے اپنے وکیل "ابوعمرو"سے فرمایا تیس ہزار دینار، احمد ابن اسحاق کو اور تیس ہزار دینا ر علی ابن جعفر کو دیدو اور اپنے لئے بھی تیس ہزار اٹھالو(۱۰)

ابو ہاشم جعفری نقل کرتے ہیں کہ میں بہت زیادہ محتاج ہو گیا_ میں امام ہادی_کی خدمت میں پہنچا جب میں بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا: اے ابوہاشمخدا نے جو نعمتیں تم کو دی ہیں ان میں سے کسی ایک نعمت کا شکر بجالا سکتے ہو؟ میں چپ رہا اور یہ نہ سمجھ سکا کہ کیا کہوں_

امام علیہ السلام نے فرمایا: خدا نے تم کو ایمان دیا ہے اور اس کے ذریعہ اس نے تمہارے جسم کو دوزخ کی آگ سے بچایا ہے، خدا نے تم کو صحت و عافیت عطا کی ہے اور اس نے اپنی عبادت کے لئے تمہاری مدد کی، خدا نے تم کو قناعت دی ہے اور اس کے ذریعہ اس نے تمہاری آبرو بچائی ہے، اے ابوہاشم میں نے یہ باتیں اس لئے شروع کیں کہ میں نے گمان کیا کہ تم اس کے بارے میں مجھ سے شکایت کرنا چاہتے ہو جس نے یہ تمام نعمتیں تم کو دی ہیں ۔ میں نے حکم دیدیا ہے کہ سو(۱۰۰) دینار تم کو دیئے جائیں تم ان کو لے لو۔ (۱۱)

عقدہ کشائی

"محمد ابن طلحہ" نقل کرتے ہیں کہ ایک دن امام ہادی علیہ السلام سامرا سے ایک اہم کام کے لئے ایک دیہات کی طرف روانہ ہوئے ۔ اس درمیان ایک آدمی آپ علیہ السلام کے گھر آیا جب اس نے امام علیہ السلام کو وہاں نہ پایا تو وہ بھی اس دیہات کی طرف روانہ ہوا جب امام کی خدمت میں پہنچا تو اس نے عرض کیا کہ میں کوفہ کا رہنے والا ہوں آپ علیہ السلام کے خاندان کے چاہنے والوں میں سے ہوں لیکن بہت زیادہ قرضدار ہوگیا ہوں ، اتنا قرض ہے کہ میں اسے ادا نہیں کر سکتا اور آپ علیہ السلام کے علاوہ مجھے اور کوئی نظر نہیں آتا جو میری ضرورت پوری کردے ۔ امام علیہ السلام نے پوچھا تمہارا قرض کتنا ہے؟ اس نے کہا تقریباً دس ہزار درہم۔

امام علیہ السلام نے اس کی دلجوئی کی اور فرمایا: تم پریشان نہ ہونا اور میں جو حکم دوں اس پر عمل کرنے میں کوتاہی نہ کرنا پھر آپ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے ایک رقعہ لکھا اور اس سے فرمایا: اس خط کو اپنے پاس رکھو اور جب میں سامرا پہنچوں تو جتنا پیسہ اس میں لکھا ہے اس کا ہم سے مطالبہ کرنا، چاہے تم کو لوگوں کے سامنے ہی ایسا کرنا پڑے، خبردار اس میں کوتاہی نہ کرنا ۔

امام ۔کے سامراء لوٹنے پر جب خلیفہ کے حلقہ بگوش افراد آپ علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے

وہ مرد عرب وہاں پہنچا اور اس دستخط کو دکھا کر اصرار کے ساتھ اس نے پیسے کا مطالبہ کیا، امام علیہ السلام نے نہایت نرمی اور ملائمت سے تاخیر کی معذرت کرتے ہوئے اس سے مہلت مانگی تا کہ کسی مناسب وقت پر آپ علیہ السلام وہ پیسے ادا کردیں ۔ لیکن وہ شخص اسی طرح اصرار کرتا رہا اور اس نے مہلت نہیں دي۔

یہ بات متوکل تک پہنچی تو اس نے تیس ہزار دینا رامام علیہ السلام کے لئے بھیجنے کا حکم دیا۔

جب پیسے امام علیہ السلام کے ہاتھوں تک پہنچے تو آپ علیہ السلام نے اس مرد عرب کو بلایا اور تمام پیسے اس کو دے دیئے۔ اس نے بتایا کہ اس پیسے کے ایک تہائي سے کم میں میری ضرورت پوری ہو جائے گی لیکن امام۔نے تمام تیس ہزار دینار اس کو مرحمت فرما دیئے(۱۲)

امام علیہ السلام کی معنوی ہیبت و عظمت

"محمد ابن حسن اشتر علوی "نقل کرتے ہیں کہ " میں اپنے والد کے ساتھ متوکل کے گھر تھا اور آل ابو طالب و آل عباس و آل جعفر کی بھی ایک جماعت وہاں موجود تھی کہ امام ہادی علیہ السلام تشریف لائے۔ وہ تمام لوگ جو وہاں کھڑے تھے امام۔کے احترام میں سواریوں سے اتر پڑے امام علیہ السلام گھر میں داخل ہوئے۔ حاضرین میں سے کچھ لوگوں نے ایک دوسرے سے کہا: ہم ان کیلئے کیوں اپنی سواری سے اتریں، وہ نہ تو ہم سے زیادہ صاحب شرف ہیں اور نہ ہم سے عمر میں بڑے ہیں خدا کے قسم ہم ان کے لئے سواری سے نہیں اتریں گے۔

ابوہاشم جعفری نے۔جو وہاں موجود تھے۔کہا خدا کی قسم تم لوگ جب انکو دیکھو گے تو نہایت حقیر بن کر سواری سے اتر پڑو گے۔

ابھی تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ امام ہادی علیہ السلام واپس پلٹے، جب حاضرین کی نظر آپ علیہ السلام پرپڑی تو بے اختیار سواریوں سے اتر پڑے، ابوہاشم نے کہا :"کیا تم نے نہیں کہا تھا کہ ہم نہیں اتریں گے؟

"لوگوں نے کہا:" خداکی قسم ہم اپنے کو نہیں روک سکے اور بے اختیار اتر پڑے _(۱۳)

امام_کا علمی مقام

خدا نے اپنی لامتناہی قدرت اور اپنے وسیع علم سے خاندان رسالت علیہ السلام کو علم کے خزانے عطا کئۓ اور ان کو زیور علم سے آراستہ کیا_ ایسا علم کہ ان سے زیادہ علم دوسری جگہوں پر نہیں پایا جا سکتا_

شیعوں کے ائمہ علم الہی کے پرچم دار، خزینہ دار اور اسرار توحید کے محافظ ہیں _ امام ہادی_ اسی شجرہ طیبہ کی ایک شاخ ہیں جو وسیع اور جامع علم سے مالامال تھے_ آپ علیہ السلام کی علمی عظمت و منزلت نے عقلوں کو حیرت و استعجاب میں ڈال دیا تھا_

صفات خداوند عالم، تنزیہ و تقدیس پروردگار کے بارے میں آپ علیہ السلام کی حدیثیں ، مذہب ، جبر و تفویض، اور جبر و تفویض کے در میانی امر کے اثبات پر مفصل خط ، زیارت ائمہ کے کلمات جو"زیارت جامعہ" کے نام سے مشہور ہے، آپ علیہ السلام کی یادگاریں ہیں _ مخالفین کے ساتھ مختلف موضوعات پر احتجاجات(۱۴) و غیرہ... علماء کے لئۓ مورد توجہ ہیں جو کہ آپ علیہ السلام کے علمی پہلوؤں کی گہرائي اور وسعت کا پتہ دیتے ہیں _

امامت کا زمانہ

امام ہادی_ ۲۲۰ھ ق میں _ اپنے والد بزرگوار کی شہادت کے بعد_ آٹھ سال کی عمر میں امامت کے عہدہ پر فائز ہوئے ، آپ علیہ السلام کی امامت کی مدت ۳۳ سال اور کچھ دن تھی اس مدت میں بنی عباس کے چھ خلفاء آپ علیہ السلام کے ہم عصر رہے_ ان کے نام معتصم ، واثق ، متوکل ، منتصر، مستعین اور معتز ہیں_

دوران امامت کی خصوصیتیں

دسویں امام علیہ السلام کی امامت کا زمانہ پریشانی، تشویش اور انقلاب کا زمانہ تھا_ اس زمانہ میں خاندان علی_ اور ان کے پیروکاروں کے ساتھ حکومت کا سخت اور برا سلوک اپنے عروج پر پہنچا ہوا تھا_ اور اس شدت پسند روش کی بنا پر وسیع و عریض اسلامی مملکت کے گوشہ و کنار میں علویوں کی شورشیں بہت پھیلی ہوئي تھیں_

یہاں پر اب ہم خلافت کے اس زمانہ کی بعض خصوصیات کی طرف اشارہ کرتے ہیں تا کہ دسویں امام کے سیاسی حالات کو اچھی طرح سمجھا جا سکے_

الف :دربار خلافت کی ہیبت و عظمت کا زوال اور موالی کا تسلط

اس زمانہ میں ترک، قبطی اور موالی کا سرنوشت مملکت اسلامی پر تسلط اور مملکت کے امور سے خلیفہ کی کنارہ کشی نے دربار خلافت کی عظمت و ہیبت کو ختم کردیا، خلافت مذکورہ لوگوں کے ہاتھوں میں ایک گیند کی طرح تھی جسے جدھر چاہتے تھے پھینک دیتے تھے (۱۵)

یہاں تک کہ "معتمد" نے اس تلخ حقیقت کا اعتراف کیا اور چند اشعار میں اس نے کہا: کیا یہ تعجب خیز نہیں ہے کہ میرے جیسا شخص نہایت چھوٹی چیز سے روک دیا جائے_ اس کے نام پر پوری دنیا حاصل کی جائے حالانکہ اس میں سے کوئي چیز اس کے ہاتھ میں نہیں ہے_ فراوان مال و دولت اس کی طرف منتقل ہو لیکن ان میں سے ذرا سی چیز بھی اس کو نہ دی جائے_

خلافت کی مشینری میں ان لوگوں کا دخل و رسوخ اور اہل بغداد کے لئے حد سے زیادہ مزاحمت و پریشانی اس بات کا سبب بنی کہ معتصم ان لوگوں کو_ جن کی فوج اور انتظامی فورس میں کثرت تھي_ لوگوں کی دسترس سے باہر کسی دوسری جگہ منتقل کردے_ چنانچہ شہر سامرہ کو اس کام کیلئے چنا گیا اور اسی کو دار الخلافہ قرار دیا گیا اور لشکر کو بھی اسی شہر میں منتقل کردیا گیا_

ان عناصر کے راس و رئیس "موسی ابن بغا" ان کے بھائي "محمد ابن بغایٔ"_"بغا شرابی کوچک

"اور"وصیف" تھے مؤخر الذکر دونوں افراد مستعین پر ایسے مسلط تھے کہ ان کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ "خلیفہ وصیف اور بغاء کے درمیان قفس میں قید ہے وہ لوگ جو بھی کہتے ہیں یہ طوطے کی طرح وہی بولتا ہے_[۱۶]

ب: علویوں کی تحریک کی وسعت

اس زمانہ میں "رضائے آل محمد ﷺ" اور حکومت کے ظلم و جور کے خلاف اور اعتراض کے عنوان سے بہت سی تحریکیں اٹھیں _ تحریک کے لیڈر یہ دیکھ رہے تھے کہ ان کے امام فوجی اڈہ کے اندر سامرا میں قید ہیں اور خلافت کی مشینری ان کی نگرانی کررہی ہے اور کسی مخصوص آدمی کے نام پر لوگوں کو اکٹھا کرنا اس کے قتل کا باعث ہوتا ہے _ اس لئے وہ لوگوں کو کلی طور پر رضائے آل محمد ﷺ کی طرف دعوت دیتے تھے _

مورخین نے اٹھارہ تحریکوں کے نام بیان کئے ہیں _ ہم ان میں سے اختصار کے ساتھ چند تحریکوں کا نام ذکر کر رہے ہیں :

۱_ محمد ابن قاسم علوی کی تحریک : یہ ایک عالم، زاہد اور متقی آدمی تھے_انہوں نے معتصم کے زمانہ میں طالقان میں قیام کیا_ اور عبداللہ ابن طاہر کے ساتھ ایک جھڑپ کے بعد ۲۱۹ھ ق میں عبداللہ کے ہاتھوں گرفتار ہوکر معتصم کے پاس لائے گئے_[۱۷]

۲_ یحیی ابن عمر علوی کی تحریک :یحیی ایک زاہد متقی اور باعلم و عمل آدمی تھے_ انہوں نے ۲۵۰ھ میں کوفہ میں قیام کیا اور بہت سے لوگوں کو اپنے اردگرد جمع کرلیا اور بیت المال پر حملہ کرکے بیت المال اپنے قبضہ میں کرلیا، زندانوں کے دروازے کھول کر قیدیوں کو آزاد کردیا اور شہر کے حکام کو شہر سے باہر نکال دیا لیکن آخر میں شکست کھا کر "حسین ابن اسماعیل" کے ہاتھوں قتل ہوئے_ ان کی لاش کو دار پر لٹکایا گیا_[۱۸]

۳_ حسین ابن زید کی تحریک : انہوں نے ۲۵۰ھ ق میں طبرستان میں قیام کیا "اس سرزمین

اور (شہر)گرگان پر قبضہ کرلیا اور ۲۷۰ھ ق میں انتقال فرما گئے ان کے بھائي "محمد"ان کے جانشین ہوئے (۱۹)

۴_محمد ابن جعفر علوی کی تحریک :آپ نے ۲۵۰ھ ق میں خراسان میں قیام کیا لیکن عبداللہ ابن طاہر کے ہاتھوں گرفتار ہو کر قید کردیئے گئے اور وہیں انتقال فرمایا_(۲۰)

امام عليه‌السلام کے ساتھ متوکل کا سلوک

امام ہادی عليه‌السلام اگرچہ خلفائے بنی عباس میں سے چھ خلفاء کے ہمعصر رہے لیکن متوکل اور معتز سے آپ عليه‌السلام نے دوسرے خلفاء کی بہ نسبت زیادہ دکھ سہے_ ان دونوں خلفاء کی سیاست مخالفین، خصوصاً علویوں کا قلع قمع کرڈالو کی سیاست تھی_

متوکل حکومت بنی عباس میں سب سے بڑا ظالم اور بد سرشت بادشاہ تھا اس کی حکومت کی مدت چودہ ۱۴ سال کچھ دن تھی (۲۳۲ھ ق_۲۴۷ھ ق)اور یہ زمانہ دسویں امام عليه‌السلام اور ان کے تابعین کے لئے سخت ترین زمانہ شمار کیا جاتا ہے_

متوکل جس کا دل امیرالمؤمنین، ان کے خاندان اور ان کے شیعوں کے لئے کینہ سے بھرا ہوا تھا_ وہ اس بات کی کوشش کرتا تھا کہ اس خاندان کے نمایاں افراد کو نہایت بے دردی سے ختم کردے_ اسی لئے اس نے علویوں کے ایک گروہ کو قتل کیا اور دوسرے گروہ کو بھی نیست و نابود کرڈالا_

وہ ائمہ کی جانب بڑھتے ہوئے عمومی افکار کو روکنے اور ائمہ عليه‌السلام کو گوشہ نشین بنانے کے لئے جھوٹے خواب نقل کرکے لوگوں کو محمد ابن ادریس شافعی کی_جو گذر چکے تھے_پیروی کرنے کا شوق دلاتا تھا_(۲۲)اور ۲۳۶ھ ق کو اس نے حکم دیا کہ سیدالشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے مرقد مطہر کو ویران کردیا جائے اور اس زمین پر زراعت کی جائے تا کہ لوگ اس مرقد مطہر کی

زیارت کو نہ جائیں جو شیعوں کا مرکز اور دربار خلافت کے ظلم و استبداد کے خلاف شیعوں کی تحریکوں کے لئے الھام بخش ہے

_(۲۳)

لیکن نہ صرف یہ کہ شیعہ کسی بھی طرح اس تربت پاک کی زیارت سے باز نہیں آئے بلکہ یہ جرم ان کے مبارزات کی شدت کو بڑھانے کا سبب بنا اور انہوں نے اپنے نفرت و غصہ کو نعروں اور اشعار کی شکل میں بغداد کے شہر اور مسجد کی دیواروں پر لکھ کر ظاہر کیا۔ ایک شعر کا مضمون ملاحظہ ہو: "خدا کی قسم اگر بنی امیہ نے ظلم و ستم کے ساتھ فرزند پیغمبر ﷺ کو قتل کردیا تو اب بنی عباس۔ جو فرزندان عبدالمطلب اور ان کی نسل سے ہیں۔ انہوں نے بھی بنی امیہ کے جرائم کی طرح جرم کا ارتکاب کیا، یہ قبر حسین علیہ السلام ہے جو ویران ہو گئي ہے۔ اور یہ کہ بنی عباس کو اس بات کا افسوس ہے کہ انہوں نے قتل امام حسین علیہ السلام میں شرکت نہیں کی اور اب آنحضرت ﷺ کی تربت پر ظلم اور ان کی قبر کو ویران کرکے وہ بنی امیہ کے جرائم کی پیروی کررہے ہیں

_(۲۴)

ائمہ اہل بیت کی دوستی اور ان کی پیروی کے جرم میں متوکل لوگوں پر سختی کرتا اور ان کو سزائیں دیتا تھا۔

ابن سکیت ایک شیعہ ادیب اور شاعر متوکل کے بیٹوں ۔ معتز اور مؤید۔ کے معلم تھے ایک دن خلیفہ نے دونوں بیٹوں کی طرف اشارہ کرکے ابن سکیت سے پوچھا کہ "تیرے نزدیک یہ دونوں زیادہ محبوب ہیں یا امام حسن و امام حسین (علیہما السلام)؟ ابن سکیت نے بے جھجک جواب دیا کہ امیر المؤمنین کے غلام قنبر تیرے دونوں بیٹوں سے بہتر ہیں۔ (۲۵)

متوکل کو ہرگز ایسے جواب کی امید نہ تھی چنانچہ وہ بڑا غضب ناک ہوا اس نے ان کی زبان گدّی سے کھنچ لئے جانے کا حکم دیا اور اس دردناک طریقہ سے ان کو شہید کردیا۔ (۲۶)

امیر المؤمنین علیہ السلام سے کینہ اور عداوت نے متوکل کو ایسی پستی اور رذلت میں پہنچا دیا تھا کہ وہ ناصبیوں اور دشمنان اہل بیت علیہم السلام کو اپنے قریب کرتا تھا اور کینہ سے لبریز دل کی تسکین کے لئے حکم دیتا تھا کہ ایک مسخرہ اپنی شرم آور حرکات سے امیر المؤمنین کا مذاق اڑائے اور ایسے میں متوکل

شراب پیتا اوریہ مناظر دیکھ کر قہقہہ لگا تا ۔[۲۷]

سامرا میں امام ـ کی جلا وطني

۲۳۲ھ ق میں جب متوکل نے اقتدار اپنے ہاتھ میں لیا تو اس نے مختلف طبقہ کے لوگوں میں امام ہادی علیہ السلام کے نفوذ اور ان سے لوگوں کی محبت کو دیکھا تو بہت خوفزدہ ہوا اس وجہ سے اس نے چاہا کہ امام علیہ السلام کو مدینہ سے سامرا بلائے اور آٹھویں امام علیہ السلام کے سلسلہ میں مامون کے رویہ کی پیروی کرے تا کہ آپ کو ان کے چاہنے والوں سے دور کرنے کے ساتھ ساتھ فعالیت سے بھی روک دے اور قریب سے نگرانی کرتا رہے ۔

حرمین کے امام جماعت اور والی مدینہ نے امام ـ کے بارے میں متوکل سے جو چغلی لگائي تھی اس نے خلیفہ کو اس ارادہ کو عملی جامہ پہنانے پر اکسایا اس وجہ سے اس نے ۲۳۳ھ ق ۱۰۳
میں امام کے لئے ایک خط لکھا اور اس کو یحیي ابن ہر ثمہ کے ذریعہ بھیجا اور حکم دیا کہ سامرا لایا جائے ۔[۲۸]

امام علیہ السلام اگر چہ متوکل کی بری نیت سے واقف تھے پھر بھی آپ علیہ السلام نے اپنے آباء کرام کی پیروی کرتے ہوئے اس بات میں بھلائي نہیں محسوس کی کہ متوکل کی مخالفت کی جائے اس لئے کہ اس کی مخالفت چغلی لگانے والوں کے لئے سند بن جاتی اور خلیفہ کو اور زیادہ بھڑکا دیتی اسی وجہ سے آپ علیہ السلام اس جبری سفر پر آمادہ ہوگئے ۔[۲۹]
اور اپنے بیٹے امام حسن عسکری علیہ السلام کو لے کر خلیفہ کے بھیجے ہوئے آدمیوں کے ساتھ سامراء کے سفر پر چل پڑے ۔

متوکل نے آپ کی شخصیت کو نقصان پہنچانے اور اپنی طاقت کے مظاہرہ کے لئے حکم دیا کہ امام علیہ السلام کو ایک نامناسب جگہ جس کا نام "خان الصعالیک" تھا ،جو گداگروں کی جگہ تھی ،وہاں

اتارا جائے اور ایک دن وہاں ٹھہرانے کے بعد محلہ عسکر[۳۰] میں امام علیہ السلام کے لئے ایک گھر لیا گیا اور آپ علیہ السلام کو اس میں منتقل کیا گیا[۳۱] آخر عمر تک آپ علیہ السلام اسی جگہ مقیم رہے اور متوکل اور اس کے بعد کے خلفاء کی طرف سے ہمیشہ نظر بند رہے۔ سامرا میں بیس سالہ قیام کے دوران آپ علیہ السلام نے بڑے دکھ سہے، خاص کر متوکل کی طرف سے ہمیشہ تہدید اور آزار کا شکار رہے۔ بغیر کسی اطلاع کے پیسہ اور اسلحہ کی تلاشی کے بہانہ بارہا آپ علیہ السلام کے گھر کی تلاشی ہوتی رہی اور بہت سے مواقع پر خود آپ علیہ السلام کو خلیفہ کے پاس لے جایا گیا۔

معتز، متوکل کا بیٹا بھی اپنے باپ سے کم نہ تھا۔ علویوں کے ساتھ اس کا سلوک بہت ناروا تھا۔ اس کی حکومت کے زمانہ میں بہت سے علویوں کو یا تو زہر دیا گیا یا قتل کرڈالا گیا۔ امام ہادی علیہ السلام اسی کے زمانہ میں شہید ہوئے۔

امام علیہ السلام کی فعالیت اور آپ علیہ السلام کا موقف

امام ہادی۔ کی علمی اور سماجی فعالیت اور خلافت کی مشینری کے مقابل آپ کے موقف سے آگاہی کے لئے ضروری ہے کہ ہم مسئلہ کی دو حصوں میں تشریح کریں۔

۱۔ مدینہ میں آپ علیہ السلام کی فعالیت اور آپ علیہ السلام کا موقف

۲۔ سامرا میں حضرت علیہ السلام کی کارکردگی اور آپ کا موقف

الف: مدینہ میں آپ کی فعالیت اور موقف

اپنے والد بزرگوار کی شہادت کے بعد اپنی امامت کے زمانہ میں امام ہادی علیہ السلام نے تقریباً تیرہ سال نہایت دشوار گذار اور کھٹن ماحول میں مدینہ میں زندگی بسر کی اور آپ علیہ السلام نے مختلف گروہوں کو آگاہی بخشنے، طاقتوں کو جذب کرنے اور عوامی مرکز تشکیل دینے میں اپنی تمام تر کوششیں صرف کیں۔

یہ کوششیں اتنی موثر اور دربار خلافت کے لئے ایسی خطرناک تھیں کہ حرمین کے امام جماعت "بریحہ" نے متوکل کو لکھا اگر تم کو مکہ اور مدینہ کی ضرورت ہے تو علی ابن محمد ہادي علیہ السلام کو اس دیار سے نکال دو اس لئے کہ وہ، لوگوں کو اپنی طرف بلاتے ہیں چنانچہ بہت سے افراد بھی ان کے گرویدہ ہیں_ [۳۲]

اسی بات کو حکومت بنی عباس کے طرفداروں نے، منجملہ ان کے والی مدینہ نے بھی متوکل کو لکھا اور یہی فعالیت اور لوگوں کی چغلی، اس بات کا باعث ہوئي کہ متوکل امام علیہ السلام کو سامرا منتقل کرنے کے نگرانی میں رکھے_

سامرا لے جاتے وقت مدینہ کے عوام کاردّ عمل، امام کی سیاسی اور سماجی کوششوں اور معاشرہ میں ان کی حیثیت پر دوسری بولتی ہوئي دلیل ہے_

یحیی بن ہرثمہ نقل کرتا ہے کہ جب مدینہ والوں کو معلوم ہوا کہ ہم امام ہادی علیہ السلام کو مدینہ سے لے جانے کے لئے آئے ہیں تو ان کے نالہ و فریاد کی ایسی آوازیں بلند ہوئیں کہ میں نے اس سے پہلے ایسی آوازیں نہیں سنی تھیں، جب میں نے قسم کھا کر یہ بات کہی کہ امام علیہ السلام کے ساتھ کوئي برا سلوک نہیں کروں گا تب لوگ چپ ہوئے_ [۳۳]

مدینہ والوں کے نالہ و شیون اور ان کی فریاد سے دو حقیقتوں کا پتہ چلتا ہے_ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس سے امام کے سلسلہ میں ان کی محبت اور الفت کا اندازہ ہوتا ہے_ اور دوسری بات ہے کہ امام علیہ السلام کے بارے میں حکومت کے معاندانہ رویہ سے لوگ آگاہ ہوگئے_

لوگوں کا غم و غصہ اور ان کی تشویش دو باتوں کی بنا پر تھی :

۱_ آپ کی رہبری اور آپ کے فیوض و برکات سے محرومی اور جدائي_

۲_ اس بات کا احتمال کہ پایہ تخت منتقل کرنے کہ بعد امام علیہ السلام کو شہید کردیا جائیگا اور اس احتمال کو خلیفہ کے بھیجے ہوئے آدمیوں نے لوگوں کے شک آلود چہرہ اور ان کے نالہ و فریاد سے بخوبی محسوس کرلیا تھا_ اسی وجہ سے یحیی بن ہرثمہ نے قسم کھائي کہ کہیں کوئي حادثہ نہ پیش آجائے_

ب: سامرا میں امام علیہ السلام کی فعالیت اور موقف

امام ہادی علیہ السلام نے جو بیس سال سامرا میں زندگی گذاری اس کھٹن ماحول میں اپنے دوستوں اور خود اپنی نگرانی کے، با وجود امکان کی حدتک پیغام الہی کو ہمیشہ کی طرح پہنچانے میں کامیاب رہے_

آپ علیہ السلام کی کارکردگی کا خلاصہ دو حصوں میں بیان کیا جا سکتا ہے :

۱_ اپنے برحق موقف کو بیان کرنا اور اسے مضبوط بنانا اور باطل کے موقف پر تنقید کرنا_

۲_ عوامی مرکز کی پشت پناہی اور لوگوں کو دربار خلافت میں داخل ہونے اور اس کی مدد کرنے سے روکنا_

۱_ پہلا موقف

اس موقف کو بیان کرنے کے لئے چند نمونوں کا بیان کردینا ضروری ہے_

۱_ خلیفہ پر کھلم کھلا امام کی تنقید اور واضح بیانات_

اس کا واضح ترین نمونہ وہ اشعار ہیں جو امام_ نے خلیفہ کی بزم میں پڑھے اور متوکل نے گریہ کیا_

متوکل نے ایک بزم منعقد کی اور اس نے حکم دیا کہ امام ہادی_ کو بھی لایا جائے، جب امام علیہ السلام وہاں پہنچے تو_ متوکل جو شراب خوری میں مشغول تھا_ اس نے امام علیہ السلام کو اپنے پہلو میں بٹھایا اور امام علیہ السلام سے اس نے اس کام کی بھی خواہش کی (معاذاللہ) امام علیہ السلام نے فرمایا "میرا گوشت اور میرا خون ہرگز شراب سے آلودہ نہیں ہوا ہے"_

متوکل آپ کو شراب پلانے سے مایوس ہوگیا اور اس نے اشعار پڑھنے کی پیشکش کی، امام_ نے فرمایا کہ میں بہت کم شعر پڑھتا ہوں متوکل نے کہا شعر پڑھنے کے سوا اور کوئی چارہ ہی نہیں ہے_

امام_ نے اشعار پڑھے جس سے خلیفہ بہت متاثر ہوا اتنا متاثر ہوا کہ خود خلیفہ اور حاضرین مجلس نے گریہ کیا_ پھر اس نے بساط شراب کو سمیٹ دینے کا حکم دیا اور امام ہادی_ کو چار ہزار دینار دے کر احترام سے واپس بھیجدیا_ (۳۴)

لوگوں کے درمیان انفرادی یا اجتماعی طور پر اپنی حقانیت اور امامت کا اثبات کے مرحلہ میں آپ کا موقف کچھ اس طرح تھا کہ جو دربار خلافت سے آپ کے کلی منفی رویہ کے خلاف نہ تھا_

تاریخ میں اس سلسلہ میں بہت سے نمونے درج ہیں کہ امام عليه‌السلام نے اپنی پیش گوئي اور معجزات کے ذریعہ لوگوں کو اپنی حقانیت کی طرف متوجہ کرنے اور انہیں خواب غفلت سے بیدار کرنے کی بہت کوشش کی_

اس میں سے ایک نمونہ حضرت کا "سعید ابن سھل" بصری سے سلوک ہے_ سعید خود نقل کرتے ہیں کہ میں واقفی (۳۵) مذہب کا تھا_ ایک دن امام ہادی عليه‌السلام سے ملا آپ نے مجھ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا، کب تک سوتے رہوگے؟ کیا تم نہیں چاہتے کہ اس غفلت سے بیدار ہوجاؤ؟ امام_ کی باتوں نے مجھ پر ایسا اثر کیا کہ میں نے اپنا عقیدہ چھوڑ کر حق کو قبول کرلیا (۳۶)

کسی خلیفہ کے بیٹے کے ولیمہ کے سلسلہ میں امام ہادی عليه‌السلام کی بھی دعوت تھی جب آپ تشریف لے گئے تو حاضرین آپ کے احترام میں ساکت ہوگئے لیکن ایک جوان اسی طرح باتیں کرتا اور ہنستا رہا وہ چاہتا تھا کہ امام_ کو لوگوں کے درمیان سبک کردے امام عليه‌السلام نے اس نوجوان کی طرف رخ کیا اور فرمایا یہ کیسی ہنسی ہے جس نے تجھے یاد خدا سے غافل بنا دیا ہے؟ درآن حالیکہ تم تین دن کے بعد مرجاؤ گے_

وہ جوان یہ باتیں سن کر چپ ہوگیا، تمام حاضرین امام_ کی پیشین گوئي کی صداقت کو پرکھنے کے لئے دن گنتے رہے یہاں تک کہ تیسرا دن آیا اور وہ نوجوان مرگیا (۳۷)

۲_ علمی کارکردگی

لوگوں کو آگاہ کرنے ،امامت کے موقف کی وضاحت اور اس کی تفسیر بیان کرنے کے لئے امام_کی فعالیت کے محور مند مندرجہ ذیل ہیں :

۱_ مختلف اقوال یا تحریریں جو حق کو ثابت کرنے والے اور لوگوں کے ذہن میں ابھرنے والے شبہات کو ختم کرنے کے لئے ضروری مقامات پر سامنے آئیں _

۲_ مناظرہ کے جلسوں میں شرکت کرنا اور خلیفہ یا ان لوگوں کے سوالات کے جواب دینا جن کو خلیفہ سوال کرنے پر اکساتا تھا _پھر ان کو علمی اعتبار سے عاجز کردینا_

متوکل نے ایک دن ابن سکیت [۳۸] کو اکسایا کہ امام سے مشکل مسائل پوچھے ،انہوں نے ایک نشست میں امام سے وہ مسائل پوچھے جو ان کی نظر میں مشکل تھے امام نے ان تمام سوالوں کے جواب دیئے _

اس کے بعد ابن سکیت ،یحیی ابن اکثم کو میدان مقابلہ میں لایا لیکن یحیی نے بھی منہ کی کھائی اور مغلوب ہوا_ اس نے متوکل سے کہا کہ ایسے جلسے منعقد کرنا حکومت کی بھلائی کے لئے مفید نہیں ہیں ، اس لئے کہ امام_کی برتری اور کامیابی کی آواز شیعوں کے کانوں تک پہنچ چکی ہے یہ جلسے ان کے استحکام اور فخر کا باعث بنیں گے_ [۳۹]

۳_ شاگردوں کی تربیت

دربار خلافت کی طرف سے محدودیت کا شکار ہونے اور آپ کے گھر آنے جانے والوں کی نگرانی ہوتے رہنے کے با وجود امام ، قدرآور شخصیتوں اور با فضیلت لوگوں کی تربیت کرنے میں کامیاب ہوگئے ، شیخ طوسی نے ان لوگوں کی تعداد جو حضرت سے روایت کرتے تھے ایک سوپچاسي (۱۸۵) لکھی ہے جن کے درمیان بڑے نمایاں افراد بھی نظر آتے ہیں منجملہ ان کے :

۱_ حضرت عبدالعظیم حسنی ہیں جن کا سلسلہ چار واسطوں سے امام حسن مجتبي عليه‌السلام سے مل جاتا ہے

آپ محدثین اور بزرگ علماء میں شمار ہوتے تھے اور زہد و تقوی میں بڑا مقام رکھتے تھے _

۲_ حسین ابن سعید اہوازی ہیں جنہوں نے فقہ و ادب و اخلاق کے موضوع پر تقریباً تیس کتابیں لکھی ہیں ، آپ علمی مقام و منزلت کے حامل ہونے کے علاوہ لوگوں کی ارشاد و ہدایت بھی فرماتے تھے [۴۰]

۳_ علی ابن جعفر ینناوی جن کو متوکل نے قید خانہ میں ڈال دیا تھا _

۴_ مشہور ادیب ابن سکیت جو متوکل کے ہاتھوں شہید ہوئے ...

۴_ زیارت جامعہ

امام ہادی_کی باقی رہ جانیو الی یادگاریں میں سے ایک چیز "زیارت جامعہ" ہے "موسی ابن عبداللہ نخعی "نامی ایک شیعہ کی درخواست پر آپ نے ان کو یہ زیارت تعلیم فرمائي تھی_ ولایت اور معرفت امام کے سلسلہ میں شیعوں کے حیات بخش معارف میں سے ایک دریا اس میں موجز لائےورمرحوم شیخ صدوق علیہ الرحمۃجیسے بزرگ عالم نے "من لا یحضرہ الفقیہ " اور عیون اخبار الرضا میں ، مرحوم شیخ طوسی "قدس سرہ" نے تہذیب الاحکام میں اس زیارت کو نقل کیا ہے اور اب تک اس کی مختلف شرحیں لکھی جاچکی ہیں _

۲_ دوسرا موقف

اس موقف کی وضاحت کے لئے بھی ہم چند موارد کو بطور نمونہ ذکر کریں گے _

۱_ شیعوں کی حمایت اور پشت پناہي

اس سلسلہ میں امام علیہ السلام کی کوشش یہ تھی کہ اپنے دوستوں کی معنوی اور اقتصادی مشکلات کی حمایت و مدد کریں ، چنانچہ مختلف علاقوں سے جو پیسے خمس ،زکوۃ اور خراج کے پہنچا کرتے تھے امام علیہ السلام ان لوگوں کو دے دیتے تھے تا کہ وہ لوگ اسے عمومی مصالح اور لازمی ضرورتوں میں صرف کریں _

اصحاب میں سے تین افراد کے درمیان نوّے ہزار دینار دیئے انے کا واقعہ ہم گذشتہ صفحات میں بیان کرچکے ہیں جو اس حقیقت پر واضح دلیل ہے_

مذکورہ رقم کا دیا جانا ایسا حیرت انگیز ہے کہ ابن شہر آشوب اس واقعہ کو نقل کرتے کے بعد لکھتے ہیں کہ اتنی بڑی رقم کا خرچ کرنا صرف بادشاہوں کے بس کا کام ہے اور اب تک سنا نہیں گیا کہ کسی نے ایسے بخشش کی ہو_

جو قرآئن اس روایت میں نظر آتے ہیں وہ اس احتمال کی نفی کرتے ہیں کہ امام نے یہ سارے پیسے اپنے اصحاب کو ذاتی مصارف کے لئے دیئےوں _

رقم کی زیادتی ان میں سے دو افراد کو بغیر درخواست اور بغیر کسی ضرورت کے اتنی بڑی رقم دیا جانا_ یہ ہمارے دعوی کے گواہ بن سکتے ہیں _

۲_اصحاب کو حکومت کے شیطانی پھندے میں پھنسنے سے روکنا اور ان کی ہدایت کرنا _

اپنے بھائي کو متوکل کی بزم شراب سے امام علیہ السلام کا روکنا امام علیہ السلام کے اس موقف کا بڑا واضح نمونہ ہے_(۴۱)

۳_اپنے پیرووں سے مسلسل تحریری رابطہ رکھنا اور ان کو ضروری ہدایات دیتے رہنا_ نمونہ ملاحظہ فرمائیں :

محمد ابن فرج رنجی کو آنے والے ایک خطرہ سے آگاہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ :"یا محمد اجمع امرک و خذ حذرک " اپنے کاموں کو سمیٹ لو اور ہوشیار ہو_ محمد فرماتے ہیں کہ میں نے امام_کا مطلب نہیں سمجھا یہاں تک کہ خلیفہ کے معین کردہ آدمی آگئے اور انہوں نے گرفتار کرنے اور بہت زیادہ مارنے پٹینے کے بعد مجھ کو قید میں ڈال دیا اور میں آٹھ سال تک قید میں رہا_(۴۲)

اگر محمد ابن فرج امام علیہ السلام کا مطلب سمجھ گئے ہوتے تو شاید اس خطرہ سے نکل جاتے_

شہادت امام علیہ السلام

تمام پریشانیوں اور محدودیتوں کے باوجود امام۔بنی عباس کے ظالموں سے معمولی سمجھوتہ پر بھی راضی نہیں تھے اور یہ بات طبیعی ہے کہ امام علیہ السلام کی الہی شخصیت ان کی اجتماعی حیثیت اور خلفاء کے ساتھ ان کا منفی رویہ ان لوگوں کے لئے خوف و ہراس پیدا کرنے والا اورناگوار تھا۔ اس وجہ سے آپ کے حق میں تمام مظالم کرنےیہاں تک کہ زندان میں ڈال دینے کے بعد بھی خوف وہراس سے محفوظ نہ تھے ،اور ان کے پاس کوئي راہ چارہ نہ تھی کہ وہ نور خدا کو خاموش کردیں اور آپ کو قتل کردیں ۔

چنانچہ تیسری رجب ۲۵۴ھ ق میں ۴۲سال کی عمر میں معتزکی خلافت کے زمانہ میں آپ کو زہر دیا گیا اور سامرا میں آپ اپنے ہی گھر میں سپرو لحد کئے گئے۔ (۴۳)

سوالات

۱_ امام ہادی علیہ السلام کس مقام پر کس تاریخ کو پیدا ہوئے ،آپ کے والد اور والدہ کا نام لکھیے ؟

۲_ دسویں امام علیہ السلام نے کس تاریخ اور کس سن میں امامت کے عہدہ کی ذمہ داری سنبھالی آپ کی امامت کی مدت کتنی ہے ؟آپ کے معاصر خلفاء کا نام بتایئے

۳_ دسویں امام علیہ السلام کی امامت کے زمانہ کی خصوصیت کو مختصر طور پر بیان کیجئے ؟

۴_ متوکل کا امام ہادی علیہ السلام کے ساتھ کیسا سلوک تھا_ اس نے امام علیہ السلام کو کس وجہ سے سامرا بلوایا؟

۵_ کیا مدینہ میں امام_کی سیاسی اجتماعی فعالیت پر دلیلیں موجود ہیں ؟

۶_ سامرا میں امام ہادی علیہ السلام کی فعالیت اور ان کے موقف کو اختصار سے بیان فرمایئے

۷_ امام علیہ السلام کی شہادت کس تاریخ کو اور کیسے ہوئي؟

۸_ شہادت کے وقت دسویں امام علیہ السلام کی کیا عمر تھی ؟

حوالہ جات

۱. "صریا" مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک قریہ ہے جس کو موسی ابن جعفر علیہ السلام نے آباد کیا تھا، مناقب جلد ۴/۳۸۲، بحار جلد ۵۰/۱۱۵ "صربا" بھی لکھا گیا ہے_

۲. بحار جلد ۵۰/۱۱۵، ۱۱۴، مناقب ج ۴/۳۰۱، اعلام الوری/۳۵۵، ارشاد/۳۲۷، انوار البھیۃ ۲۴۴_

۳. اصطلاح راویان شیعہ میں ابوالحسن اول امام ہفتم اور ابوالحسن ثانی امام ہشتم ہیں_

۴. "امی عارفه بحقی و هی من اهل الجنة لا یقربها شیطان ما رد و لا ینالها کید جبار عنید و هی مکلوئَة بعین الله التی لا تنام و لا تخلف عن امهات الصدیقین و الصالحین "سفینۃ البحار ۲/۲۴۰، انوار البہیۃ/۲۴۵_

۵. اثباۃ الہداۃ جلد ۶/۲۰۹_

۵. بحار جلد ۵۰/۱۱۸_

۶. الفصول المہمہ/۲۸۳_۲۸۲_

۷. المقنا جلد ۲/۲۱۸ نوشتہ "دخیل" منقول از اصول کافی، تذکرۃ الخواص/۳۲۲_

۸. نور الابصار/۲۷۷، ائمتنا نوشتہ، "دخیل" جلد ۲۱۸_

۹. مناقب جلد ۴/۳۰۹_

۱۰. بحار جلد ۵۰/۱۲۹، انوار البہیہ/۲۴۷_

۱۱. بحار جلد ۵۰/۱۷۵، کشف الغمہ جلد ۳/۱۶۵_۱۶۳_نور الابصار شبلنجی/۱۸۲_۱۸۱_الفصول المہمہ/۲۴۹_۲۴۸، الصواعق المحرقہ/۲۰۷_۲۰۶، انوار البہیہ/۲۵۶_۲۵۵_

۱۲. اعلام الوری/۳۶۱_۳۶۰_مناقب جلد ۴/۳۰۷، بحار جلد ۵۰/۱۳۷_انوار البہیہ/۲۴۷_

۱۳. مزید معلومات کے لئے جبر و تفویض کے مسئلہ میں امام کا خط اور اسی طرح آپ کے احتجاجات جو کتاب تحف العقول میں صفحہ ۲۵۶_۳۳۸ پر موجود ہیں ملاحظہ فرمائیں_

۱۴. اور شاید اس دور میں بنی عباس کے چھ خلیفہ تک ہاتھوں ہاتھ خلافت پہنچنے کی علتوں میں سے ایک بڑی وجہ یہی مسئلہ تھا_ اور خلافت کے عہدہ پر نسبتاً زیادہ دنوں تک متوکل کے قابض رہنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ ایک حد تک قدرت کو اپنے ہاتھوں میں لئے رہنے اور ان لوگوں کی اسیری سے اپنے آپکو نجات دینے میں کامیاب ہوگیا_

۱۵.الیس من العجائب ان مثلی ---یری ما قل ممتنعاً علیه

و تو خذباسمه الدنیا جمیعا ---و ما من ذاك شیئي فی یدیه

الیه یحمل الاموال طرًا ---و یمنع بعض ما یجبی الیه

۱۶. "خلیفة فی قفس بین و صیف: و بغاء، یقول ما قالا له کما یقول البغایٔ"_مروج الذهب جلد ۴/ ۶۱_

۱۷. مقاتل الطالبین / ۳۸۳_۳۸۲_

۱۸. مقاتل الطالبین / ۳۲۳_۳۲۰ کامل ابن اثیر جلد ۷/ ۱۳۰_۱۲۶_

۱۹. مقاتل الطالبین / ۳۰۶ ، کامل ابن اثیر جلد ۷/ ۳۰۷،۲۳۸،۱۳۰_ مروج الذهب ج ۴/ ۶۸_

۲۰. مقاتل الطابین / ۳۰۶، مروج الذهب جلد ۴/ ۶۹_

۲۱. تاریخ الخلفاء / ۲۵۱_۳۵۰_

۲۲. تاریخ الخلفایٔ / ۳۴۷، تاریخ ابو الفداء / جزء دوم / ۳۸_

۲۳. بالله ان کانت امیّه قد اتت---قتل بن بنت نبیّها مظلوماً

فلقد اتاہ بنو ابیه بمثله ---هذا لعمری قبره مهدوماً

اسفو علی ان لا یکونوا شارکوا ---فی قتله فتتّبعوه رمیماً

۲۴. الفداء نے اپنی تاریخ میں ابن سکیب کا بیان اس طرح لکھا ہے کہ "قنبر تجھ سے اور تیرے دونوں بیٹوں سے زیادہ مجھ کو محبوب ہیں_

۲۵. تاریخ الخلفاء / ۳۴۸، تاریخ ابی الفداء جلد ۱/ جزء دوم / ۴۱(۴۰)

۲۶. المختصر فی اخبار البشر (معروف تاریخ ابی الفدایٔ) جلد ۱ / جزء دوم / ۳۸

۲۷. امام کے سامرا جانے کی تاریخ میں اختلاف ہے، مرحوم مفید نے ارشاد میں امام کو متوکل کے خط لکھنے کی تاریخ جمادی الآخر ۲۴۳ھ ق (ارشاد / ۳۳۳) بتائي ہے لیکن جو مناقب جلد ۴/ ۴۰۱ اور دیگر کتابوں میں سامرا میں امام کی قیام کی مدت بیس سال لکھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے سامرا جانے کی تاریخ وہی ۲۳۴ ھ تھے، اس لئے یہ بات بعید معلوم ہوتی ہے کہ متوکل امام کی فعالیت سے گیارہ سال غافل رہا ہو اور اس نے کوئی فکر نہ کی ہو_

۲۸. بحار جلد ۵۰/ ۲۰۱_۲۰۰ ، ارشاد مفید / ۳۳۲ ، تذکرة الخواص / ۳۲۲

۲۹. آپکا سفر زبردستی کا سفر تھا اس کی دلیل خود آپ کا قول ہے آپ نے فرمایا: مجھ کو مدینہ سے زبردستی سامرا لایا گیا بحار ۱۲۹/۵۰

۳۰. چونکہ وہ گھر جہاں امام ہادی_ اور ان کے بعد امام حسن عسکری_ نظر بند کئے گئے تھے عباسی لشکرگاہ کے پاس تھا اور اس محلہ کو محلہ عسکر کہتے تھے اس لئے یہ دونوں امام عسکریین کے نام سے مشہور ہوئے بحار ۵۰/ ۳۶۲_

۳۱. فصول المہمہ /۲۸۱_۲۸۰، ارشاد مفید /۳۳۴_۳۳۳،تذکرہ الخواص ۳۶۲، انوار البہیۃ /۲۵۹، بحارج ۵۰/ ۲۰۰_

۳۲. "ان کان لک فی الحرین حاجۃ فاخرج علی بن محمد منھا فانہ قد دعا الناس الی

نفسہ و اتبعہ خلق کثیر" بحار جلد ۵۰/۲۰۹، سیرۃ الائمہ الاثنی عشر جلد ۲/ ۳۸۵_

۳۳. مروج الذہب جلد ۴/ ۸۴، بحار جلد ۵۰/۲۱۷، تذکرۃ الخواص /۳۳۲_

۳۴. تذکرۃ الخواص /۳۲۳، مروج الذہب جلد ۴/ ۱۲_۱۰، نور الابصار شبلنجی /۱۸۲، بحار جلد ۵۰/ ۲۱۱، امام نے جو اشعار پڑھے ان میں سے کچھ اشعار ملاحظہ ہوں:

با تو علی قلل الاجبال تحرسھم ---غلب الرجال فما اغنتھم القلل

و استنزلوا بعد عزمن معاقلھم ---و اسکنوا حضراً یا بئس ما نزلوا

ناداھم صارخٌ من بعد دفنھم ---این الاساور و التیجان و العلل

این الوجوہ التی کانت منعمہ ---من دونھا تضرب الاستار و الکلل

فافصح القبر عنھم حین سائلھم ---تلك الوجوہ علیھا الدّود تنتقل

قد طال ما اکلوا دھراً و ما شربوا ---فاصبحوا بعد طول الا کل قد اکلوا

انہوں نے پہاڑ کی چوٹیوں کو اپنے رہنے کی جگہ قرار دی اور مسلح افراد ان کی حفاظت کررہے تھے لیکن ان میں سے کوئی چیز بھی موت کو نہ روک سکی_

انجام کار عزت کی بلند چوٹیوں سے قبر کے گڑھے میں گرپڑے انہوں نے کتنی بری جگہ کو اپنے رہنے کی جگہ قرار دیا ایسی صورت میں آواز آئی کہ وہ تاج و زینت و جلال و شکوہ سب کہاں چلے گئے_

کہاں گئے وہ نعمتوں میں غرق چہرے جو مختلف پردوں کے پیچھے زندگی گذارتے تھے (جہاں بارگاہ تھی پردے اور دربان تھے) ایسے موقع پر قبر نے آواز دی اور کہا: نازوں کے پروردہ چہروں کو کیڑے مکوڑے

کھا رہے ہیں_

۳۵. واقفی وہ لوگ ہیں جنہوں نے موسی ابن جعفر علیہ السلام کی امامت پر توقف کیا ان کے بعد آپ کی امامت کو انہوں نے قبول نہیں کیا، ان کا عقیدہ ہے کہ موسی بن جعفر کا انتقال نہیں ہوا ہے بلکہ وہ نظروں سے پنہاں ہوگئے اور ایک دن ظہور فرمائیں گے_

۳۶. مناقب جلد ۴/۴۰۷، بحار جلد ۵۰/۱۴۲_

۳۷. مناقب جلد ۴/۴۱۵_۴۱۴_

۳۸. مناقب جلد ۴/۴۰۵_۴۰۳، بحار جلد ۵۰/۱۴۲_۱۶۴_

۳۹. ابن سکیت ہر چند کہ دل سے شیعہ اور دوستدار اہل بیت تھے لیکن چونکہ وہ متوکل کے بیٹوں کے معلم بھی تھے اور شاید وہ اپنے عقیدہ کو چھپاتے تھے اس وجہ سے انہوں نے یحیی بن اکثم کو اس بات کے لئے آمادہ کیا کہ وہ امام سے سوال کرے_

۴۰. تنقیح المقال جلد ۱/۳۲۹_

۴۱. اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ :جب متوکل امام ہادی پر دسترسی حاصل نہ کر سکا اور آنحضرت کو مجلس لہو لعب اور عیش و عشرت میں نہ کھینچ سکا تو کچھ لوگوں کی پیشکش پر اس نے آپ کے بھائی موسی کو اپنی محفل میں دعوت دینے کا ارادہ کیا_ اور یہ دکھا کر کہ ابن رضا اس کے دستر خوان پر بیٹھے ہیں امام ہادی علیہ السلام کی شخصیت اور حیثیت کو داغدار بنانا چاہا_ موسی اس کی دعوت پر سامراء پہونچے اور تمام چیزیں پہلے سے فراہم تھیں جو لوگ پہلے سے تیار بیٹھے تھے وہ ان کے استقبال کو پہنچے امام علیہ السلام بھی ان کے ساتھ وہاں گئے اور پہلی ملاقات میں انہوں نے اپنے بھائی کو متوکل کے خیانت آمیز نقشہ میں پھنستے ہوئے دیکھ کر ان کو اس کے جلسہ میں شرکت کرنے سے روکا لیکن موسی نے امام کے نصیحتوں کا اثر نہیں لیا امام نے جب یہ محسوس کرلیا تو آپ نے نہایت یقینی لہجہ میں کہا :تم کو متوکل کی بزم میں شرکت کرنے کا موقع ہی نہیں ملے گا_ آخر کار وہی ہوا جسکی پیشین گوئی امام علیہ السلام نے کی تھی_ ارشاد مفید /۳۳۲_۳۲۱_ مناقب جلد ۴/۴۱۰_۴۱۹. بحار ۵۰/۱۵۸_

۴۲. اعلام الوری /۳۵۸، مناقب جلد ۴/۴۱۴، بحار ج ۵۰/۱۴۰_

۴۳. اعلام الوری /۳۵۵، ارشاد مفید /۳۳۴، مناقب جلد ۴/۴۰۱، بحار جلد ۵۰/۱۱۳_۱۱۷_

چودہواں سبق:

امام حسن عسکری علیہ السلام کي سوانح عمري

ولادت

شیعوں کے گیارہویں امام ۱۰ ربیع الثانی ۲۳۲ ھ ق کو مدینہ میں پیدا ہوئے[۱] آپ کا نام حسن، کنیت ابو محمد اور سب سے زیادہ مشہور لقب عسکری تھا_ آپ کے والد بزرگوار امام ہادی_ اور مادر گرامی "حدیث" تھیں[۲]

امامت کی تعیین

بارہویں امام علیہ السلام تک تمام ائمہ کا عام روایتیں تعارف کراتی ہیں ان کے علاوہ امام ہادی_ نے ہر طرح کے ابہام کو دور کرنے اور تاکید کے لئے اپنے فرزند ارجمند امام حسن علیہ السلام کا تعارف اپنے شیعوں کے درمیان امام اور پیشوا کی حیثیت سے کرایا_ ان میں سے کچھ تصریحات کی طرف یہاں اشارہ کیا جارہا ہے_

۱_ "ابوہاشم جعفری" امام ہادی_ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میرے جانشین میرے بیٹے حسن علیہ السلام ہیں، میرے جانشین کے ساتھ کس طرح رہوگے؟ میں نے عرض کیا کہ کیسے رہنا چاہیے، میں آپ پر نثار ہوجاؤں؟

آپ نے فرمایا: جب کوئی شخص ان کو نہ دیکھے تو اس کے لئے درست نہیں ہے کہ انکے نام کا ذکر کرے_

میں نے پوچھا: پھر ان کو ہم لوگ کیسے پکاریں گے؟ آپ نے فرمایا: تم کہنا "الحجة من

آل محمد"(۳)

۲_ "صقربن دلف "کہتے ہیں کہ میں نے امام ہادی_کو فرماتے ہوئے سنا کہ: بیشک میرے بعد میرا بیٹا "حسن علیہ السلام " امام ہے اور ان کے بعد ان کے بیٹے "قائم" ہوں گے یہ وہ ہیں جو زمین کو ظلم جور سے پر ہونے کے بعد عدل و انصاف سے بھردیں گے_(۴)

۳_ ""یحیی بن یسار قنبري" نقل کرتے ہیں کہ امام ہادی_نے اپنی رحلت سے چار مہینہ پہلے اپنے بیٹے امام حسن علیہ السلام سے وصیت کی اور ان کی امامت و خلافت کی طرف اشارہ فرمایا مجھ کو اور کچھ دوستوں کو اس پر گواہ قرار دیا_(۵)

والدبزرگوار کے ساتھ

امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنی عمر کے ۲۲ سال اپنے پدربزرگوار کے دامن تربیت میں گذارے_دو سال کی عمر میں اپنے پدر عالیقدر کے ساتھ سامرا تشریف لے گئے اور بیس سال کی اس تمام مدت میں آپ امام ہادی_کی خدمت میں تھے، خلفاء بنی عباس نے آپ کے کردار اور روابط کی نگرانی کی، بنی عباس کے حکمرانوں خصوصاً متوکل کی خاندان علی علیہ السلام اور خاص کرآپ کے والد امام ہادی_کے ساتھ برتے جانے والے مظالم اور کینہ توزی کو امام حسن عسکری علیہ السلام نے بہت قریب سے مشاہدہ فرمایا_

امام حسن عسکری علیہ السلام اس طویل مدت میں اپنے والد کے مددگار ان کے موقف کے پشت پناہ رہے_ لیکن" عسکرین" علیہما السلام کو خلفاء بنی عباس نے چونکہ حد سے زیادہ محدود کردیا تھا اس لئے ان دونوں بزرگواروں کی سیاسی اورمبارزاتی زندگی کے متعلق ابہام پایا جاتاہے اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ تاریخ، امام حسن عسکری علیہ السلام کی کوششوں اور ان کے موقف کے بارے میں خاموش ہے_

اخلاقی خصوصیات و عظمت

امام حسن عسکری علیہ السلام معنوی فضل و کمالات میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اور اپنے تمام اسلاف کے مکمل آئینہ دار تھے چنانچہ ہر دوست و دشمن آپ کی اخلاقی عظمت و خصوصیات کا معترف تھا_

حسن ابن محمد اشعری، محمد بن یحیی اور کچھ دوسرے لوگوں نے نقل کیا ہے کہ ایک دن احمد ابن عبداللہ خاقان (۶)_ قم کی زمینوں اور خراج کا نگران_ کی نشست میں علویوں اور ان کے عقائد کا تذکرہ چل رہا تھا_ احمد ابن عبداللہ نے_ جو اہل بیت کے سخت ترین دشمنوں اور ناصبیوں میں سے تھا_ کہا "کردار، وقار، عفت، نجابت، فضیلت اور عظمت میں، میں نے اپنے خاندان اور بنی ہاشم میں حسن بن علی_ جیسا کسی کو نہیں دیکھا، ان کا خاندان ان کو سن رسیدہ اور محترم شخصیتوں پر مقدم رکھتا تھا اور لشکر کے صاحب حیثیت افراد، وزراء اور دیگر افراد کے نزدیک بھی ان کا یہی مقام تھا_

اس کے بعد وہ اپنے باپ سے امام حسن عسکری کی ملاقات کا واقعہ_ جو اس کے باپ کے نزدیک آپ کی عظمت و بزرگی کا حاکی ہے_ بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

میرے باپ نے امام حسن عسکری علیہ السلام کے بارے میں مجھ سے کہا: "اگر خلافت بنی عباس کے ہاتھ سے نکل جائے تو مقام خلافت کو بچانے کے لئے بنی ہاشم میں سے ان سے زیادہ کوئي مناسب نہیں ہے اور یہ بات ان کی فضیلت، عفت، زھد، عبادت اور نیک اخلاق کی بنا پر ہے_ اگر تم نے ان کے والد کو دیکھا ہوتا تو تم کو ایک بزرگ اور با فضیلت انسان کی زیارت کا شرف حاصل ہوتا"_ (۷)

امام حسن عسکری علیہ السلام کا زھد

"مفوّضہ"[۸]میں سے کچھ لوگوں نے "کامل بن ابراہیم مدنی "کو چند مسائل پوچھنے کے لئے امام علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا ان کا بیان ہے کہ "جب میں آپ کی خدمت میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ سفید اور لطیف لباس آپ کے جسم پرہے میں نے اپنے دل میں کہا کہ ولی اور حجت خدا نرم اور لطیف لباس پہنتے ہیں اور ہم کو دوسرے بھائیوں کے ساتھ ہمدردی کا حکم دیتے ہیں اور ایسے لباس پہننے سے روکتے ہیں ۔

امام علیہ السلام مسکرائے پھر اپنی آستین چڑھائي ،میں نے دیکھا کہ کھردرا اور کالا لباس (اس لباس کے نیچے)پہنے ہوئے ہیں ۔ پھر آپ نے فرمایا :"ھذا للله و ھذالکم" یہ ۔کھردرالباس ۔ خدا کے لئے اور یہ نرم و سفید لباس جو میں نے اس کے اوپر پہن رکھا ہے ۔تمہارے لئے ہے ۔[۹]

عبادت اور بندگي

اپنے والد بزرگوار کی طرح امام حسن عسکری علیہ السلام بھی خدا کی عبادت اور بندگی کا بہترین نمونہ تھے ۔

"محمد شاکری "نقل کرتے ہیں کہ امام علیہ السلام کا طریقہ یہ تھا کہ محراب عبادت میں بیٹھ جاتے اور سجدہ میں چلتے جاتے ،میں سوجاتا تھا اور پھر جب بیدار ہوتا تھا تو دیکھتا کہ امام اسی طرح سجدہ کی حالت میں ہیں ۔[۱۰]

جب امام علیہ السلام قید خانہ میں تھے اس زمانہ میں بعض عباسیوں نے "صالح بن وصیف" ۔داروغہ زندان ۔کو سمجھایا کہ ان کے ساتھ سختی کرو ۔ اس نے اپنے آدمیوں میں سے دو نہایت شریر افراد کو اس کام کے لئے معین کیا لیکن وہ دونوں حضرت کے ساتھ رہ کر بدل گئے اور عبادت و نماز میں بلند مقام پر پہنچ گئے ۔ داروغہ زندان نے ان کو بلایا اور کہا تم پروائے ہو تم اس شخص کے لئے ایسے

بن گئے ؟

انہوں نے کہا" ہم اس شخص کے بارے میں کیا کہیں جو دن کو روزہ رکھتا ہے، پوری رات عبادت کے لئے کھڑا رہتا ہے کسی سے بات نہیں کرتا، سوائے عبادت کے اس کا دوسرا کوئي کام نہیں ہے_جب وہ ہم کو دیکھتا ہے تو ہمارا جسم لرزنے لگتا ہے اور اہم اپنا توازن کھو بیٹھتے ہیں (۱۱)

جودو کرم

"علی ابن ابراہیم ابن موسی ابن جعفر" فرماتے ہیں کہ ایک زمانہ میں، میں تہی دست ہوگیا تھا میں نے اپنے بیٹے "محمد" سے کہا اس شخص کے پاس (امام حسن عسکری علیہ السلام) چلاجائے جو، جودو کرم میں مشہور ہے_

اور جب میں امام_کی خدمت میں پہنچا تو انہوں نے مجھ کو آٹھ سو درہم عطا فرمائے (۱۲)

"ابوہاشم جعفری" نقل کرتے ہیں کہ میں بہت تنگ دستی میں بتلا تھا_میں نے امام حسن عسکری علیہ السلام سے مدد طلب کرنے کا ارادہ کیا لیکن مجھے بہت شرم آئي جب میں گھر لوٹا تو امام علیہ السلام نے ایک خط کے ساتھ سو دینار میرے لئے بھجوائے_خط میں لکھا تھا_جب تم کو ضرورت ہو بغیر شرمائے مجھ سے مدد مانگ لینا انشاء اللہ جو مانگو گے ملے گا_ (۱۳)

زمانہ امامت

اپنے والد گرامی کے بعد امام حسن عسکری علیہ السلام نے ۲۵۴ھ ق میں منصب امامت کو سنبھالا آپ اپنی امامت کے قلیل دور _چھ سال_ میں خلفائے بنی عباس میں سے تین خلفاء معتز (ایک سال) مھتدی (ایک سال) اور معتمد(چارسال) کے ہمعصر رہے_

امام علیہ السلام کے بارے میں خلفاء کی سیاست

آپ کے زمانہ کے تینوں خلفاء کی سیاست وہی گندی سیاست تھی جو پہلے خلفاء کی آپ کے بزرگوں کے ساتھ تھی۔ سیاست ،مامون کے زمانہ کے بعد اور بھی زیادہ شدید اور تکلیف دہ ہوگئي جیسا کہ دیکھتے ہیں کہ تین اماموں یعنی امام جواد علیہ السلام ۲۵ سال، امام ہادی علیہ السلام ۴۱ سال، امام حسن عسکری علیہ السلام ۲۸ سال، کی مجموعی زندگی ۹۴ سال سے آگے نہیں بڑھتی۔

ان اماموں کے ہم عصر خلفاء کا رویہ اس بات کی حکایت کرتا ہے کہ وہ ائمہ کی کوششوں اور مبارزات سے بے حد خائف تھے اور انہوں نے انسانی معاشرہ کی ان روشن شعلوں کو اسی وجہ سے محدود کردیا تھا اور ان کے اوپر کڑی نظر رکھّے ہوئے تھے۔

اس درمیان امام حسن عسکري علیہ السلام دوسرے دونوں ائمہ کی بہ نسبت زیادہ نظربندی اور نگرانی میں تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ:

۱۔ امام حسن عسکري علیہ السلام کے زمانہ میں اہل بیت کے پیرو ایک عظیم اور قابل توجہ طاقت کی صورت میں ابھر کر سامنے آئے تھے، وہ لوگ مسلسل قیام کرنے اور "رضائے آل محمد" کا نعرہ لگانے کی بناء پر عوام الناس کے خیالات کو خاندان رسالت کی طرف متوجہ کررہے تھے۔ اور خاندان رسالت کی ممتاز شخصیت امام حسن عسکری علیہ السلام تھے۔

معتز کے زمانہ میں، علویوں اور خاندان جعفر طیار و عقیل میں سے ستر سے زیادہ ایسے افراد کو قید کرکے سامرا لایا گیا جنہوں نے حجاز میں قیام کیا تھا۔ [۱۴]

۲۔ متواتر اخبار و روایات کے ذریعہ ان لوگوں کو معلوم تھا کہ مہدی موعود علیہ السلام جو تمام باطل اور خودساختہ حکومتوں کی بنیاد کو ختم کردیں گے۔ وہ نسل امام حسن عسکري علیہ السلام سے ہوں گے۔

خود امام حسن عسکری علیہ السلام کے بارے میں خلیفہ نے قتل کا ارادہ کیا اور "سعید حاجب" کو حکم دیا کہ امام علیہ السلام کو کوفہ لے جائے اور لوگوں کی نظروں سے دور، راستہ میں قتل کردے لیکن امام علیہ السلام نے اپنے ایک

ایسے صحابی کے خط کے جواب میں جو ایسی خبر سن کر تشویش میں پڑگئے تھے لکھا کہ "تین دن کے بعد سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا[۱۵]
اور تین دن کے بعد دربار عباسی کے ترکوں نے _ جنہوں نے معتز کو اپنے لئے نفع بخش نہیں پایا ، حملہ کرکے خلافت سے ہٹا کر ایک تہہ خانہ میں قید کردیا اوروہ وہیں مرگیا _[۱۶]

معتز کے بعد ۲۵۵ھ ق میں مھتدی مسند خلافت پر پہنچا اس کی روش _ جیسا کہ تاریخ بیان کرتی ہے _ خلفائے بنی عباس کے در میان ایسی تھی کہ خلفاء بنی امیہ کے درمیان جیسی روش عمر بن عبدالعزیز کی تھی _ اس نے لوگوں کی فریاد رسی کے لئے قبۃ المظالم" نام کا خیمہ نصب کیا وہ وہاں بیٹھ جاتا تھا اور لوگوں کے مشکلات کو حل کیا کرتا تھا _ اسی طرح اس نے شراب کو حرام قرار دیا اور گانے بجانے سے گریز کیا[۱۷] لیکن یہ ظاہری اور منافقانہ باتیں تھیں اور اس میں محض سیاسی غرض پوشیدہ تھی امام حسن عسکری علیہ السلام کے ساتھ اس کا سخت رویہ اس بات کی بہترین دلیل ہے ، امام _ کو مدتوں قید میں رکھا یہاں تک کہ اس نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا لیکن اس کو اجل نے موقع نہیں دیا اور وہ ہلاک ہوگیا _[۱۸]

مھتدی اگرچہ حق و عدالت کی طرفداری ظاہر کرتا تھا لیکن جو حق وہ چاہتا تھا وہ اسلامی اصولوں پر منطبق نہیں ہوتا تھا اسی وجہ سے اس کی روش عمومی تنفر اور ملامت کا نشانہ قرار پائی _

امام علیہ السلام اور ان کے پیرو دونوں ہی اسلام کے نگہبان اور سماجی حق و انصاف قائم کرنے والے تھے _

امام کی نظر میں معاشرہ کی بنیادی مشکل یہ نہیں تھی کہ مھتدی قابض تھا ، بلکہ بنیادی مشکل یہ تھی کہ رہبری اپنی اصلی روش سے منحرف ہوگئی تھی اور لوگ اسلامی تعلیم و تربیت و ثقافت سے دور ہوگئے تھے _

جو درباری اور دربار خلافت سے وابستہ افراد لہو و لعب اور عیاشی سے انس پیدا کرچکے تھے ان کے لئے بھی مھتدی کا رویہ بڑا گراں تھا _

ان دونوں باتوں کی وجہ سے اس کی خلافت گیارہ مہینہ سے زیادہ نہ چل سکی اور آخر کار ترکوں کی شورش سے وہ قتل کردیا گیا_ اور اس کی جگہ "معتمد" خلیفہ بنا(۱۹)

معتمد کا بھی اپنے اسلاف کی طرح سوائے ستمگری اور عیاشی کے اور کوئی کام نہ تھا وہ اپنا زیادہ تر وقت عیاشی میں گذارتا تھا_ یہاں تک کہ اس کا بھائی "موفق" رفتہ رفتہ سارے امور پر مسلط ہوگیا_ اور اس نے سارے امور اپنے ہاتھوں میں لے لئے_(۲۰)

اس کی حکومت کے زمانہ میں علویوں کا ایک گروہ نہایت بے دردی سے شہید کردیا گیا اس کی خلافت کے زمانہ میں جنگ و فساد بہت تھا_ اتنا خون خرابہ کہ مسلمانوں کے جانی نقصان کی تعداد مورخین نے ۱۵ لاکھ افراد لکھی ہے_(۲۱)

معتمد نے امام حسن عسکری علیہ السلام کو قید خانہ میں ڈال دیا اور داروغہ زندان سے ہمیشہ آپ علیہ السلام کے بارے میں پوچھا کرتا تھا اور وہ ہمیشہ یہی رپورٹ دیتا تھا کہ دن میں روزہ رکھتے ہیں اور راتوں کو نماز و عبادت میں گذارتے ہیں_(۲۲)

شورشیں اور انقلابات

علویوں اور غیر علویوں کی شورشوں اور انقلابات کا سلسلہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی امامت کے زمانہ میں بھی جاری تھا ان میں سے نمونہ کے طور پر کچھ انقلابات کا ذکر کیا جاتا ہے_

۱_ "ابراھیم بن محمد علوی" کی تحریک جو "ابن صوفي" کے نام سے مشہور تھے_ انہوں نے ۲۵۶ھ ق میں مصر میں قیام کیا اور شہر "اسنا" پر قبضہ کرلیا_ "احمد ابن طولون" کے سپاہیوں کو شکست دیدی لیکن دوسری بار اس کے لشکر سے شکست کھا گئے_ اور بہت نقصان اٹھانے کے بعد بھاگ کر روپوش ہوگئے_ پھر ۲۵۹ھ ق میں دوبارہ قیام کیا اور لوگوں کو اپنے گرد جمع کیا_ نتیجتاً مکہ پہنچنے کے بعد اس شہر کے حاکم کے ذریعہ گرفتار ہوئے اور ابن طولون کے پاس بھیجے گئے_ پھر قید

کردیئے گئے زندان سے رہائي کے بعد مدینہ لوٹے اور وہیں انتقال کیا_ (۲۳)

۲_ "علی ابن زید علوی" کی تحریک: آپ نے ۲۵۴ھ ق میں کوفہ میں قیام کیا اور شہر پر قبضہ کرکے حکومت کے نمائندہ کو شہر سے نکال دیا_ خلیفہ کا لشکر متعدد باران سے لڑا آخر کار ۲۵۷ھ ق میں آپ قتل کردیئے گئے (۲۴)

۳_ "عیسی ابن جعفر علوی" کی تحریک: انہوں نے "علی ابن زید" کے ساتھ کوفہ میں قیام کیا "معتز" نے ان سے جنگ کے لئے ایک لشکر بھیجا اور ان کو شکست دے دی_ مسعودی نے ۲۵۵ھ ق میں ان کے قیام کا ذکر کیا ہے_ (۲۵)

۴_ "صاحب زنج" کی شورش: ۲۵۵ھ ق میں اس نے قیام کیا_ اس کی شورش میں ہزاروں آدمی مارے گئے_ لوگوں کی عزت و ناموس پر اس کے سپاہیوں نے حملہ کیا_ دسیوں شہروں میں آگ لگادی گئي اس نے اپنے کو "علی ابن محمد" اور علوی بتایا وہ اپنا سلسلہ نسب "علی ابن حسین علیہ السلام "تک پہنچاتا تھا جبکہ وہ جھوٹا تھا_ بلکہ اس کا سلسلہ نسب "عبد قیس" تک پہنچتا تھا اور اس کی ماں "بنی اسد ابن حزیمہ" سے تھي_ (۲۶)

صاحب زنج کا نعرہ غلاموں اور مزدوروں کی حمایت تھا اسی وجہ سے اس کو صاحب زنج کہتے تھے_

اس کی شورش پندرہ سال تک چلتی رہی وہ ۲۵۲ھ ق میں قتل کردیا گیا (۲۷)

۵_ خوارج کی شورش: ۲۵۲ھ ق سے "مساور بن الحمید" کی رہبری میں خوارج کی شورش شروع ہوئي ۲۶۳ھ ق تک اس کے انتقال کے بعد بھی چلتی رہی_ مساور نے تھوڑے دنوں میں عراق کے بہت سے شہروں پر قبضہ کرلیا اور اس نے خلیفہ کو خراج اور ٹیکس بھیجنے سے انکار کردیا اور تمام معرکوں میں اس نے خلیفہ کے سپاہیوں پر غلبہ حاصل کیا_ (۲۸)

۶_ "یعقوب لیث صفاری" کا قیام: ۲۶۲ھ ق میں خراسان کے بہت سے لوگوں کے ساتھ انہوں نے قیام کیا اور بہت سی زمینوں پر تسلط حاصل کرلیا_ (۲۹)

امام حسن عسکری علیہ السلام کی کوششیں اور موقف

حوادث کے مقابلہ میں امام _کے اقدامات اور ان کی روش کو چار حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے _

الف _ سیاسی واقعات کے سلسلہ میں امام _کا موقف

اپنے پدر بزرگوار کی طرح امام حسن عسکری علیہ السلام نے بھی اس سلسلہ میں بڑا محتاط رویہ اختیار کیا حکومت کے مقابلہ میں امام علیہ السلام کے منفی رویہ نے ان کے احترام اور قدر و منزلت کا موقع فراہم کیا_

ایسی منزلت جس کو نزدیک ترین درباریوں نے بھی سمجھ لیا تھا_ اس طرح کہ "عبیداللہ ابن خاقان" سے امام علیہ السلام کی ملاقات والے واقعہ سے وہ محض اس بات کی جانب متوجہ ہوگیا تھا کہ "موفق"_ طلحہ ابن متوکل_ یہ چاہتا ہے کہ ان کے پاس آئے تو اس نے امام علیہ السلام کو سمجھایا اور عرض کیا کہ آپ جب چاہیں تشریف لے جائیں ،چونکہ وہ جانتا تھا کہ موفق سے امام کی ملاقات میں اس کے لئے بھی خطرہ ہے اور امام علیہ السلام کے لئے بھی_ [(۳۰)]

بہت سے اہم واقعات جو آپ کی امامت کے زمانہ میں دربار خلافت کو پیش آئے اور آپ نے ان میں سکوت اختیار کیا_ ان میں سے شورش "صاحب زنج" کا نام لیا جا سکتا ہے امام علیہ السلام کے موقف سے واقفیت کے لئے ضروری ہے کہ اس واقعہ پر تین پہلوؤں سے غور کیا جائے_

۱_ صاحب زنج کا دعوی کہ اس کا سلسلہ نسب امیرالمومنین_ تک پہنچتا ہے_

۲_ اسلامی قدروں اور اس کے قوانین کے خلاف اس کا قیام_

۳_ حکومت بنی عباس کے خلاف اس کا قیام_

پہلی بات کے بارے میں امام _نے نہایت واضح موقف اپنایا_ آپ نے فرمایا : "صاحب الزنج لیس منّا اھل البیت "[(۳۱)]صاحب زنج ہمارے خاندان سے نہیں ہے_

دوسرے پہلو کے بارے میں امام علیہ السلام کا موقف بڑا واضح ہے _ جن جرائم کا ارتکاب صاحب زنج کررہا تھا آپ قطعی طور پر اس سے متنفر تھے _ کیونکہ اس کے سارے کام عدل اسلامی اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی واقعی تعلیمات کے خلاف تھے اور یہ بات ہر ایک پر روشن تھی اور اس سلسلہ میں امام علیہ السلام کے سکوت کی شاید یہی وجہ تھی کہ سب لوگ جانتے ہی ہیں _

لیکن تیسری بات کے سلسلہ میں امام علیہ السلام نے کوئی خاص موقف اختیار نہیں فرمایا اور ایسا راستہ اختیار کیا کہ ان کے اقدام کو حکومت کی ضمنی تائید نہ شمار کیا جائے _ اگر چہ صاحب زنج کی شورش میں ضعف اور بہت زیادہ انحراف موجود تھا لیکن سیاسی نکتہ نظر سے یہ شورش بنی عباس کی حکومت کو کمزور کرنے اور ان کی طاقت اور نفوذ کو ختم کرنے کے لئے تھی ، اس کے ساتھ ساتھ صاحب زنج سے حکومت وقت کا ٹکراؤ ، امام علیہ السلام اور ان کے پیرووں کے فائدہ میں تھا اس لئے کہ خلافت کی مشینری کا دباؤ کچھ کم ہوگیا تھا

ب: علمی اور ثقافتی تحریک میں امام علیہ السلام کا موقف

اگر چہ امام علیہ السلام نے اپنی زندگی کا زمانہ حکومت کی نظر بندی میں گذارا لیکن اس کے با وجود علمی اور ثقافتی پہلووں میں بلند اور بیش قیمت قدم اٹھانے میں کامیاب رہے کچھ علماء نے اس بارے میں کہا ہے کہ "آپ سے نقل ہونے والے مختلف علوم و دانش نے کتابوں کے صفحات پر کردیئے[۳۲]

کفر آمیز افکار و شبہات کی رد میں آپ کے استدلالی اور منطقی جوابات ، مناظرے ، علمی بحثیں ، بیانات ، علمی خطوط ، تالیف کتاب[۳۳] اور شاگردوں کی تربیت کے ذریعہ حق کو واضح کرنا ، آپ کی علمی اور ثقافتی کوششوں کی آئینہ دار ہے _ چونکہ ان تمام موارد کو ذکر کرنا ہمارے (موجودہ) کام کے دائرہ سے خارج ہے اس لئے ہم کچھ موارد کے ذکر پر ہی اکتفا کرتے ہیں _

۱_ "یعقوب ابن اسحاق کندی" عراق کے مشہور فلسفیوں میں سے تھا _ اس نے تناقض قرآن

کے موضوع پر کتاب لکھنے میں اپنا کافی وقت صرف کیا تھا_امام حسن عسکری علیہ السلام اس واقعہ سے مطلع ہوئے اور اس فلسفی کے شاگردوں میں سے ایک کو ایک جملہ بتا کر اس کو اس کے عقیدہ سے منصرف اور اس بات پر آمادہ کیا کہ جو کچھ اس نے لکھا ہے اس کو اس کے عقیدہ سے منصرف اور اس کتاب کو جلاڈالے_

آپ نے اس کے شاگرد سے فرمایا کہ اس سے جاکر کہو کہ کیا اس بات کا احتمال نہیں ہے، کہ تم نے جو کچھ سمجھا ہے، ان کلمات (قرآن) کے کہنے والے نے اس کے علاوہ کسی اور مطلب کا ارادہ کیا ہو(۳۴)

۲_"ابوحمزہ نصیر"نقل کرتے ہیں کہ میں نے امام_کو بارہا روم،فارس اور دوسرے مختلف نسل و زبان کے اپنے غلاموں سے ان کی زبان میں باتیں کرتے دیکھا مجھے تعجب ہوا اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ امام علیہ السلام تو مدینہ میں پیدا ہوئے اور دوسرے افراد نیز ملتوں سے آپکا رابطہ نہیں رہا پھر یہ زبانیں آپ نے کہاں سے سیکھیں ؟

امام علیہ السلام نے اس بات کی کوشش کی کہ اس طریقہ سے امامت کے حالات کو غلاموں کے لئے واضح کردیں اور ان کو یہ سمجھا دیں کہ امام علیہ السلام کو بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح اپنی طرف رجوع کرنے والوں کی زبان سے واقف ہونا چاہیے ورنہ وہ امام علیہ السلام نہیں ہے اور اس استدلال کے ساتھ کہ "خدا نے اپنی حجت "امام"کو تمام مخلوقات سے جدا بنایا ہے،علم و معرفت اور ہر چیز اسے عطا کی ہے اس وجہ سے وہ تمام ناد اور حوادث روزگار کو جانتے ہیں اس کے علاوہ دوسری صورت میں حجت خدا اور دوسروں کے در میان کوئی فرق نہیں رہ جائے گا_(۳۵)

وہ اپنی علمی قدرت کو خدا کی دی ہوئی قدرت جان کر اس کو اپنی امامت پر دلیل جانتے تھے_

ج_عوامی مرکز کی نگرانی ،اس کی پشت وپناہی اور تیاري

اپنے پیرووں کے چال چلن اور اعمال کی نگرانی کے ساتھ ساتھ امام_ان کو عباسیوں کے

دام میں پھنسنے سے بچاتے اور ضروری مقامات پر معنوی و اقتصادی مسائل میں ان کی مدد فرماتے تھے۔نمونہ کے طور پر ملاحظہ ہو۔

۱۔معتز کے قتل سے بیس دن پہلے امام علیہ السلام نے اپنے ایک چاہنے والے کو لکھا:"الزم بیتک حتی یحدث الحادث"(۳۶) اپنے گھر کے اندر بیٹھے رہو اور ہرگز باہر نہ نکلنا یہاں تک کہ کوئی حادثہ پیش آئے۔

۲۔"محمد ابن علی سمري"آپ کے ایک اصحابی اور آپ کے فرزند کے چوتھے نائب تھے آپ نے ان کو لکھا:"فتنةً تظلّکم فکونوا علی اھبہ"(۳۷) ایک فتنہ ہے جو تمہارے اوپر سایہ ڈال رہا ہے اس بنا پر ضروری تیاری کئے رہو۔

۳۔"ابوطاہر ابن بلبل"نے سفر حج میں علی ابن جعفر حمّانی کو دیکھا کہ بہت زیادہ بخشش و عطا کررہے ہیں واپسی پر ایک خط میں آپ نے امام حسن عسکری علیہ السلام کو لکھا،امام علیہ السلام نے جواب میں تحریر فرمایا:"ہم نے خود ان کو (اس کام کے لئے) ایک لاکھ دینار دیئے ہیں اور جب ہم نے چاہا کہ ایک لاکھ دینار اور دے دیں تو انہوں نے قبول نہیں کیا"(۳۸)

روایت یہ بیان کرتی ہے کہ "علی ابن جعفر"کی بخشش و عطا امام کی زیر نگرانی تھی اور آپ کو اس کی خبر تھی،اور عطا کی جانیوالی خطیر رقم (ایک لاکھ دینار) اس بات کی دلیل ہے کہ پیسے عمومی مصالح اور شیعوں کی ضرورتوں میں خرچ ہورہے تھے۔

د:آپ کے فرزند حضرت مهدی علیہ السلام کی غیبت کے بارے میں آپ کا موقف:

چونکہ امام حسن عسکري علیہ السلام جانتے تھے کہ خدا کی مشیت میں ان کے فرزند کی غیبت ہے۔اس لئے آپ غیبت کے مسئلہ کو اپنی حیات ہی میں حل کردینے کی کوشش کررہے تھے۔ اور اپنی امامت پر اعتقاد رکھنے والے معتقدین کے عمومی افکار کو ایسے اہم واقعہ کو قبول کرنے کے لئے آمادہ کررہے تھے جس کی مثال ماضی میں نہیں تھی۔

البتہ وہ متواتر روایتیں جو پیغمبر اکرم ﷺ اور ائمہ معصومین سے بارہویں امام کی غیبت کے بارے میں پہنچی تھیں ان روایتوں نے اس اہم امر کو قبول کرنے کے لئے راہ ہموار کردی تھي_لیکن امام حسن عسکري علیہ السلام کی "موعود منتظر" کے باپ ہونے کی حیثیت سے جو سب سے مشکل ذمہ داری تھی وہ یہ تھی کہ وہ مسلمانوں کو آگاہ کردیں کہ ان روایتوں اور پیشن گوئیوں کے تحقق کا زمانہ آگیا ہے اور ان کے فرزند ارجمند، ان روایتوں کے مصداق اوروہی "قائم آل محمد ﷺ "ہیں _

ایسے افکار کا بیان اور اس کی تبلیغ_ عقیدہ کے ایک اہم موضوع کے عنوان سے_ لوگوں کے اذہان میں ، وہ بھی ایسے سنگین حالات میں بیشک بڑا مشکل اور حساس کام تھا_

اسی وجہ سے امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنی تمام کوششوں کو صرف کردیا تا کہ لوگوں کا عقیدہ اور ایمان ڈگمگانے نہ پائے اور عمومی اذہان کو اس بات کے قبول کرنے کے لئے آمادہ کرلیں اور اپنے پیرووں کو متوجہ کردیں کہ غیبت پر اعتقاد رکھنا لازمی اور ضروری ہے_

مذکورہ مقصد کو پورا کرنے کے لئے امام کی فعالیت دو حصوں میں تقسیم ہوتی ہے_

۱_ اپنے فرزند کو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رکھنا اور ان کی حفاظت کرنا نیز خاص لوگوں کو ان کی نشاندہی کرنا چاہتے تھے اور اس اقدام کے علاوہ آپ نے لوگوں سے رابطہ کو محدود کرکے ایک خاص تعداد تک رکھا اور آپ کی روش یہ تھی کہ خط و کتابت یا اپنے معین کئے ہوئے نمائندوں کے توسط سے شیعوں سے رابطہ پیدا کرنا تا کہ وہ اس کے عادی ہوجائیں _

۲_ مسئلہ غیبت کا بیان اور اس کی تشریح "انتظار فرج" کی فکر کو مسلمانوں کے ذہنوں میں بٹھانا، اس موقف کو واضح اور مستحکم کرنے کیلئے مختلف مناسبتوں سے آپ کا بیان اور اعلان ہوتا رہتا تھا_

ان بیانات کے چند پہلو ملاحظہ ہوں :

۱_ امام مھدی_ کے صفات کے بارے میں عمومی اور کلی پہلو نیز امام مھدی علیہ السلام کے ظہور اور قیام کی خصوصیتیں بیان کرنا جیسا کہ اپنے اصحاب میں سے ایک صحابی کے جواب میں آپ نے

فرمایا:قائم علیہ السلام جب قیام کریں گے تو اس وقت حضرت داوٴد علیہ السلام کی طرح بغیر بینّہ کے اپنے علم کی بنیاد پر لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں گے ۔[۳۹] یا وہ قول جس میں آپ فرماتے ہیں جس زمانہ میں قیام کریں گے اس زمانہ میں آپ حکم دیں گے کہ مینارے اور مسجدوں میں مخصوص جگہیں ویران کردی جائیں ۔[۴۰]

امام علیہ السلام ان خصوصیتوں کو بیان کرکے اس بدعت کے مقابلہ میں اپنے منفی رویہ کو بیان کررہے،ہیں ۔

۲۔ اس اہم مسئلہ کو قبول کرنے کیلئے شیعوں کے واسطے عمومی اور خصوصی بیانات منجملہ ان کے وہ خط ہے جو آپ نے "ابن بابویہ" قمی کو لکھا ہے ۔ آپ لکھتے ہیں کہ میں تم کو بردباری اور انتظار فرج کا حکم دیتا ہوں ۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :ہماری امت کا سب سے بہتر عمل انتظار فرج ہے ہمارے شیعہ ہمیشہ غم و الم میں مبتلا رہیں گے یہاں تک کہ میرا فرزند ظہور کرے گا بیشک رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ظہور کی بشارت دی ہے ،وہ زمین کو ایسے ہی عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے پر ہوگی ۔

اے مرد بزرگوار تم صابر رہو اور ہمارے تمام شیعوں کو صبر و شکیبائي کی دعوت دو ۔اس لئے کہ زمین خدا کی ملکیت ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے گا اس کا وارث بنائے گا اور عاقبت (نیک انجام) پرہیزگاروں کے لئے ہے [۴۱]

شہادت امام حسن عسکری علیہ السلام :

خلفاء بنی عباس ۔ منجملہ ان کے معتمد ۔ جانتے تھے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین بارہ افراد ہیں ۔ ان میں سے بارہواں غیبت کے بعد ظہور کرے گا اور ظلم و جور کی بساط کو الٹ کر رکھدے گا ۔

اسی وجہ سے معتمد نہایت شدّت سے امام حسن عسکری علیہ السلام کی نگرانی کرتا تھا ،اور طبیب یا معالج یا

خدمتگذار کے عنوان سے اس نے جاسوسوں کو امام حسن عسکری علیہ السلام کے گھر میں رکھ دیا تھا تاکہ وہ امام کی زندگی کو نزدیک سے دیکھتے رہیں اور ان کے فرزند کے بارے میں جستجو کریں_ (۴۲)

آخر کار جب معتمد نے دیکھا کہ لوگوں کی توجہ دن بدن امام علیہ السلام کی طرف بڑھتی جارہی ہے ،نگرانی اور قیدی بنانے کا الٹا اثر ہو رہا ہے تو اس نے آپ کو قتل کردینے کا ارادہ کرلیا_ اور خفیہ طور پر اس نے زہر دے دیا_ امام آٹھ روز کے بعد صاحب فراش ہوگئے اور ۸ ربیع الاول ۲٦۰ھ ق میں عالم جاودانی کی طرف کوچ کرگئے اور اپنے والد بزرگوار کی قبر کے پاس سامرا میں سپرد لحد کئے گئے _ (۴۳)

سوالات:

۱_ امام حسن عسکری علیہ السلام نے کس تاریخ میں ولادت پائی اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ اپنی عمر کے کتنے دن گذارے؟

۲_ امام حسن عسکری علیہ السلام کی امامت کا زمانہ کس سن میں شروع ہوا_ اور کتنے دن تک رہا آپ کتنے خلفا کے معاصر رہے اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ کتنے سال رہے؟

۳_ آپ کے زمانہ کے خلفاء کا آپ کے ساتھ کیسا سلوک تھا اور امام حسن عسکری علیہ السلام میں دوسرے ائمہ کی بہ نسبت کیا خصوصیتیں تھیں؟

۴_ امام حسن عسکری علیہ السلام کے زمانہ میں خلافت بنی عباس کے خلاف جو انقلاب اور شورشیں برپا ہوئیں ان میں سے چند نمونے بیان کیجئے؟

۵_ آپ کے فرزند حضرت مہدی (عج) کی غیبت کے بارے میں آپ کے موقف کی تشریح فرمایئے

۶_ امام حسن عسکری علیہ السلام نے کس تاریخ میں کس طرح اور کس شخص کے ذریعے شہادت پائی؟

حوالہ جات

۱ بحار جلد ۵۰/۲۳۶، منقول از مصباح کفعمی و اقبال الاعمال، آپ کی ولادت کی تاریخ کے بارے میں دوسرے اقوال بھی ہیں منجملہ ان کے ۸ ربیع الآخر ۲۳۲ھ ق (مناقب جلد ۴/۴۲۲ اعلام الوری/۳٦۷) ربیع الاول ۲۳۰ھ ق وغیرہ۔

۲ بحار جلد ۵۰/۲۳٦ "حدیثہ" بھی لکھا گیا ہے نیز "سوسن" کہا گیا ہے۔

۳ ارشاد مفید/۳۳۸، بحار ۵۰/۲۴۰، منقول از کمال الدین صدوق اور غیبت شیخ، اعلام الوری/۲۰۷، کافی جلد ۱/۳۲۸، کشف الغمہ جلد ۲/۴۰٦۔

۴ بحار جلد ۵۰/۲۳۹ منقول از کمال الدین صدوق۔

۵ بحار جلد ۵۰/۱۳٦، اعلام الوری/۳۷۰، کافی جلد ۱/۳۲۵، ارشاد/۳۳۵، غیبت شیخ/۱۲۰، کشف الغمہ جلد ۲/۴۰۳، فصول المہمۃ/۳۸۴، ارشاد و غیبت شیخ راوی کا نام یحیی بن یسار عنبری لکھا ہے۔

٦ احمد کا باپ (عبداللہ ابن خاقان) حکومت بنی عباس کے وزیروں اور نمایاں لوگوں میں سے تھا۔

۷ ارشاد مفید ۳۳۹_۳۳۸، اعلام الوری/۳۷۷_۳۷٦، کافی جلد ۱/۵۰۳، کشف الغمہ جلد ۳/۱۹۷، بحار جلد ۵۰/۳۲۷_۳۲۵، کمال الدین صدوق جلد ۱/۴۲_۴۰ مطبوعہ جامعہ مدرسین۔

۸ مفوضہ ان لوگوں کو کہتے ہیں جو بندوں کے افعال کے بارے میں ارادہ الٰہی کو بے اثر مانتے ہیں ان کے مقابل والے فرقہ کو جبریہ کہتے ہیں

۹ بحار جلد ۵۰/۲۵۳ منقول از غیبت شیخ ائمتنا جلد ۲/۲۷۱ منقول از اثبات الھداۃ۔

۱۰ سفینۃ البحار ج ۱/۲٦۰_ ائمتنا جلد ۲/۲٦۹۔

۱۱ بحار جلد ۵۰/۳۰۸، اعیان الشیعہ جلد ۲/۳۱، کافی جلد ۱/۵۱۲، اعلام الوری/۳۷۹، کشف الغمہ جلد ۱۲/۴۱۴، مطبوعہ تبریز۔ مناقب جلد ۴/۴۲۹، ارشاد/۳۴۴۔

۱۲ اعیان الشیعہ جلد ۲/۴۰ کافی جلد ۱/۵۰٦، ارشاد/۳۳۱، بحار جلد ۵۰/۲۷۸، مناقب جلد ۴/۴۳۸_۴۳۷، کشف الغمہ جلد ۳/۳۰۰ (تین جلدوں والی مطبوعہ بیروت)۔

۱۳ اعلام الوري/۳۷۲، مناقب ج ۴/۴۳۹، بحار جلد ۵۰/۲٦۷۔

۱۴ مروج الذھب جلد ۴/۹۱

۱۵ "بعد ثالث : یاتیکم الفرج"بحار ج ۲۵۱/۵۰ بہ نقل از غیبت شیخ ۱۳۴، کشف الغمہ ج ۲۰۶/۳_۲۹۵ فصوال المہمہ/۲۸۵_

۱۶ مروج الذہب ج۹۲/۴_

۱۷ ملاحظہ فرمایئے روج الذہب ج۹۶/۴ و کامل ابن اثیر ج ۳۳۵/۷_۳۳۳_

۱۸ بحار ج ۳۱۳/۵۰"و کان المهتدی قد صحّح العزم علی قتل ابی محمد فشغله الله بنفسه حتی قتل"

۱۹ تاریخ الخلفائ/۳۶۳،مروج الذہب جلد ۹۹/۴_

۲۰ مروج الذہب جلد۳۶۳/۴_۳۶۵_۳۶۷_

۲۱ مروج الذہب جلد۳۶۴/۴_

۲۲ انوار البھیہ/۲۸۶_

۲۳ کامل ابن ثیر جلد۲۳۸/۷_۲۶۳_۲۶۴_

۲۴ مروج الذہب جلد۹۴/۴_

۲۵ مروج الذہب جلد ۹۴/۴_

۲۶ کامل ابن اثیر جلد۲۰۶/۷_۲۰۵_

۲۷ مروج الذہب جلد ۱۰۸/۴،کامل بن اثیر جلد۲۵۵/۷_۲۰۶_

۲۸ کامل ابن اثیر جلد۱۷۴/۷_

۲۹ مروج الذہب جلد۱۱۲/۴_

۳۰ اس وزیر کے سلسہ میں جو تاریخ سے استفادہ ہوتا ہے اور جو کچھ خود اس کی باتوں سے آشکار ہوتا ہے وہ امام علیہ السلام کا احترام کرتا تھا اور آپ کی منزلت اور عظمت کا قائل تھا_شاید اسی وجہ سے امام علیہ السلام اس کے دیدار کیلئے تشریف لے گئے تھے تا کہ اس کی اس کیفیت کو اور قوی بنایا جا سکے_

۳۱ مناقب جلد ۴ ص ۴۲۹_

۳۲ "فقد روی عنه من انواع العلم ما ملا بطون الدفاتر "اعیان الشیعہ جلد ۳۰/۱

۳۳ اس تفسیر کی طرف اشارہ ہے جو تفسیر حسن عسکري علیہ السلام کے نام سے مشہور ہے مرحوم علامہ مجلسی بحار الانوار میں فرماتے ہیں کہ "امام حسن عسکري علیہ السلام کی طرف منسوب تفسیر مشہور کتابوں میں سے ہے اور مرحوم صدوق کے لئے

مورد وثوق ہے ہر چند کہ کچھ محدثین نے امام علیہ السلام کی طرف اس کی نسبت سے انکار کیا ہے لیکن صدوق کا قول_چونکہ وہ امام علیہ السلام کے زمانہ سے قریب تھے_اس لئے معتبر ہے_اعیان الشیعہ ج ۳۱/۲(دہ جلدی چاپ بیروت)_

۳۴" هل يجوزان يكون مراده بما تكلم منه غير المعانى التى ظننتها انّك ذهبت اليها" بحار جلد ۳۱۱/۵۰،مناقب ۴۲۳/۴_

۳۵"ان الله تبارك وتعالى بيّن حجته من سائر خلقه و اعطاه معرفة كل شى فهو يعرف اللغات و الانساب و الا جال و الحوادث و لولا ذلك لم يكن بين الحجة و الحجوج فرق"اعلام الورى /۳۵۶،مناقب ج ۴۲۸/۴،کشف الغمہ ج ۲۰۲/۳،ارشاد/۳۳۳،بحارج ۲۶۸/۵۰

۳۶ کشف الغمہ جلد ۲۰۰/۳،کافی جلد ۵۰۶/۱،بحار جلد ۲۷۷/۵۰،مناقب ج ۴۳۶/۴،ارشاد/۳۴۰_

۳۷ کشف الغمہ ۲۰۷/۳،تاریخ الغیبۃ الصغری تالیف محمد صدر/۱۹۹،بحار جلد ۲۹۸/۵۰،امام کا یہ جملہ بھی معتز کے قتل کی طرف اشارہ ہے_

۳۸"قد كنا امرنا له بماة الف دينار:، ثم امرنا له بمثلها فابى قبوله ابقاءً علينا"بحار جلد ۲۰/۵۰_۳۰۶،اعیان الشیعہ جلد ۳۱/۲،ائمتنا جلد ۲۷۳/۲،مناقب ج ۴۲۴/۴_عبارت میں تھوڑے اختلاف کے ساتھ_

۳۹"اذا قام يقضى بين الناس بعلمه كقضاء داود عليه‌السلام و لا يسئل البينّة"بحار جلد ۲۶۴/۵۰،مناقب جلد ۴۳۱/۴، کشف الغمہ ج ۲۰۳/۳،ارشاد۳۴۳_

۴۰"اذا قام القائم امر بهدم المنائر و المقاصير التى فى المساجد "...بحار جلد ۲۵۰/۵۰،مناقب جلد ۴۳۷/۴،اعلام الورى /۳۵۵،مناقب اور اعلام الوری میں "منائر"کی جگہ "منابر"لکھا ہوا ہے_

۴۱ عليك بالصبر و انتظار الفرج ،قال النبى افضل اعمال امتى انتظار الفرج و لا يزال شيعتنا فى حزن حتى يظهر ولدى الذى بشر به النبى يملا الارض قسطاً و عدلاً كما ملئت جوراً و ظلماً ،فاصبر يا شيخى يا ابالحسن ،على و امر جميع شيعتى بالصبر فانّ الارض لله يورثها من يشاء من عباده و العاقبة للمتقين_مناقب ج ۴۲۶/۴_بحار ج ۳۱۸/۵۰_

۴۲ کمال الدین صدوق ج ۴۳/۱_۴۲، مطبوعہ جامعہ مدرسین_

۴۳ مناقب جلد ۴۲۲/۲،بحار جلد ۲۳۶/۵۰_۲۳۷،کشف الغمہ جلد۳/۱۹۲_اعلام الوری /۳۴۹،ارشاد مفید/۳۳۵،فصول المہمہ /۲۸۹_

پندرہواں سبق:

امام زمانہ حضرت حجت (عج) کي زندگی کے حالات (پہلا حصہ)

ولادت

شیعوں کے بارہویں امام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے آخری وصی روز جمعہ صبح صادق کے وقت ۱۵_شعبان ۲۵۵ھ ق یا ۲۵۶ھ ق کو مقام سامّرا میں پیدا ہوئے_[۱]

ائمہ نے اپنے شیعوں سے ان کے نام کو بیان کرنے سے منع فرمایا اور اتنا فرمایا کہ وہ پیغمبر ﷺ کے ہم نام ہیں ، ان کی کنیت بھی پیغمبر ﷺ ہی کی کنیت ہے[۲]

آپ کے مشہور ترین القاب مہدی ،قائم، حجت، اور بقیۃ اللہ ہیں_

آپ کے پدر بزرگوار، گیارہویں امام حضرت امام حسن عسکری_اور مادر گرامی "نرجس"[۳] بنت "یوشعا"ہیں جو قیصر روم کے بیٹے اور جناب عیسی ؑ کے ایک حواری "شمعون کی نسل سے تھیں ان عظیم المرتبت خاتون کی عظمت کے لئے اتنا کافی ہے کہ امام حسن عسکری_کی پھوپھی جناب "حکیمہ"نے جو خاندان امامت کی ایک بزرگ خاتون تھیں _ انھیں اپنی اور اپنے خاندان کی سردار کا خطاب دیا ہے اور خود کو ان کی خدمت گذار سمجھتی تھیں _[۴]

جب جناب نرجس روم میں تھیں تو ایک دن انہوں نے خواب میں دیکھا کہ پیغمبر ﷺ اسلام اور حضرت عیسی ؑ نے امام حسن عسکری_سے ان کا عقد کردیا_

آپ خواب کے عالم میں حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی دعوت پر مسلمان ہوئیں لیکن انہوں نے اپنے وابستگان سے اپنا اسلام چھپائے رکھا_

آخر کار آپ کو خواب میں حکم ملاکہ کنیزوں اور قیصر کے خدمت گذاروں کے درمیان چھپ کر

اس لشکر کے ساتھ جو مسلمانوں سے جنگ کے لئے سرحد کی طرف جارہاہے ،چلی جائیں _

آپ نے ایسا ہی کیا اور سرحد پر چند دوسرے افراد کے ساتھ لشکر اسلام کی اسیری میں آگئیں اور بغداد لے جائي گئیں_

یہ واقعہ احتمال قوي کی بناپر ۲۴۸ھ ق میں رونما ہوا جو امام ہادی_ کے سامرا میں قیام کا تیرھواں سال تھا اور امام حسن عسکری _اسوقت سولہ سال کے تھے_امام ہادی علیہ السلام کے قاصد نے ایک خط بغداد میں جناب نرجس کو دیا جو رومی زبان میں لکھا ہوا تھا _اور ان کو بردہ فروشوں سے خرید کر وہ قاصد"سامرا"لایا_

جو کچھ جناب نرجس نے خواب میں دیکھا تھا امام ہادی_ نے اسے بیان کردیا_ اور بشارت دی کہ وہ گیا رہویں امام علیہ السلام کی بیوی اور ایسے بیٹے کی ماں بنیں گی جو ساری دنیا پر تسلط حاصل کرکے زمین کو عدل و انصاف سے پر کردے گا_ اس کے بعد آپ نے جناب نرجس کو اپنی بہن"حلیمہ" کے حوالے کیا تا کہ وہ ان کو آداب و احکام اسلام سکھائیں کچھ دنوں کے بعد جناب "نرجس"امام حسن عسکری_ کی زوجیت میں آئیں (۵)

"حلیمہ"جب بھی امام حسن عسکري علیہ السلام کی خدمت میں پہنچتیں دعا فرماتیں کہ خداوند عالم ان کو فرزند عطا فرمائے_ وہ نقل کرتی ہیں کہ ایک روز عادت کے مطابق امام علیہ السلام کے دیدار کے لئے گئیں میں نے وہی دعا پھر امام علیہ السلام کے سامنے دہرائي امام علیہ السلام نے فرمایا جو بیٹا آپ میرے لئے خدا سے مانگ رہی ہیں وہ آج کی رات پیدا ہونے والاہے_

میں نے عرض کیا میرے سردار وہ بچہ کس سے پیدا ہوگا؟آپ نے فرمایا "نرجس سے"میں اٹھی اور میں نے نرجس کو جستجو کی نگاہ سے دیکھا حمل کی کوئي علامت نہیں ہے_امام علیہ السلام مسکرائے اور فرمایا:سپیدہ سحری کے وقت آپ پر آشکار ہوجائے گا_اس لئے کہ وہ مادر موسی علیہ السلام کی طرح ہیں جن کا حمل ظاہر نہیں ہوا تھا اور ولادت کے وقت تک کسی کو ان کے حمل کی خبر نہ تھی اس لئے کہ فرعون ،موسی علیہ السلام کی تلاش میں عورتوں کے شکم کو چاک کردیتا تھا اور یہ بچہ_ جو آج کی رات پیدا ہوگا_ حضرت

موسی علیہ السلام کی طرح ہے۔

جناب حکیمہ نقل فرماتی ہیں کہ میں سپیدہ سحر تک نرجس کی نگرانی کرتی رہی اور وہ نہایت آرام کے ساتھ میرے پاس سوئی ہوئی تھیں یہاں تک کہ طلوع فجر کے وقت وہ گبھرا کراٹھ بیٹھیں ۔میں نے ان کو اپنی آغوش میں سنبھالا اور ان کے اوپر اسم خدا پڑھ کردم کیا، امام علیہ السلام نے ۔دوسرے کمرے سے آواز دی۔ ان کے اوپر سورہ انا انزلنا دم کیجئے۔

میں نے سورہ انا انزلنا پڑھنے کے بعد نرجس کی حالت کو دیکھنا شروع کیا۔انہوں نے فرمایا جو آپ کے سردار نے خبر دی تھی وہ بات ظاہر ہوگئی ہے۔

میں اسی طرح سورہ قدر پڑھنے میں مشغول تھی کہ بچہ شکم مادر میں میرا ہم آواز ہوگیا اس نے بھی سورہ قدر کی تلاوت کی اور مجھ کو سلام کیا ،میں ڈرگئي ، امام حسن عسکري علیہ السلام نے آواز دی :، امر خدا میں تعجب نہ کریں ۔خداوند عالم ہم کو بچپن میں حکمت سے گویائي عطا کرتا ہے۔اور بڑے ہونے کے بعد زمین پر حجت قرار دیتا ہے ۔

ابھی امام علیہ السلام کی بات ختم بھی نہیں ہوئي تھی کہ یکایک نرجس سامنے سے غائب ہوگئیں جیسے ہمارے اور ان کے درمیان پردہ حائل ہوگیا ہو ،میں آواز دیتی ہوئي امام علیہ السلام کی طرف گئي۔امام علیہ السلام نے فرمایا :پھوپھی جان آپ وہیں تشریف لے جائیں ان کو اپنی جگہ پر پائیں گي۔

میں وہاں پلٹ آئي ابھی تھوڑی دیر بھی نہ گذری تھی کہ میرے اور ان کے درمیان پردہ ہٹ گیا۔اور میں نے "نرجس"کو اس طرح نور میں غرق دیکھا کہ میری آنکھوں میں ان کو دیکھنے کی طاقت نہ تھي۔

اسی عالم میں ،میں نے ایک بچہ کو دیکھا جو سجدہ کے عالم میں تھا اور اپنی انگلی اوپر اٹھائے ہوئے کہہ رہا تھا:"اشھد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له و انّ جدی محمداً رسول الله و انّ ابی امیر المومنين "اس کے بعد آپ نے ایک ایک امام کی امامت کی گواہی دی اور فرمایا خدایا میرے وعدہ کو پورا کر اور میرے کام کو اتمام کو پہنچا ،میرے قدم کو ثبات و

استواری عطا کر اور میرے ذریعہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے [۶]

پوشیدہ ولادت

امام عسکری علیہ السلام کے زمانہ امامت میں حکام بنی عباس کے درمیان بڑی تشویش اور فکر مندی تھی، تشویش ان کثیر اخبارات و احادیث کی بنا پر تھی جو۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ سے۔ مروی تھیں۔ ان میں یہ ذکر آچکا تھا کہ امام حسن عسکری۔ کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوگا جو حکومتوں کی بنیادوں کو پلٹ دینے والا اور تاج و تخت کو الٹ دینے والا ہوگا۔ وہ دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔[۷] اس لئے امام حسن عسکری علیہ السلام سخت پریشانی میں تھے اور خلافت کی مشینری یہ کوشش کررہی تھی کہ اس نو مولود کو پیدا ہونے سے روک دے۔[۸]

یہی وجہ تھی جو حضرت مہدی علیہ السلام کے حمل اور ولادت کے زمانہ کو لوگوں سے پوشیدہ رکھا گیا اور خدا نے ان کے حمل کو جناب موسی۔ کی طرح مخفی رکھا۔

ولادت کے بعد سوائے خاص اصحاب اور دوستوں کے کسی نے مہدی علیہ السلام کو نہیں دیکھا اور وہ بھی الگ الگ ایک ساتھ اور عام طور پر نہیں۔

خواص کیلئے اعلان

امام حسن عسکری۔ کی روش یہ تھی کہ اپنے فرزند کو عام لوگوں کی نظروں سے مخفی رکھنے کہ باوجود مناسب موقع پر قابل اطمینان افراد کو حضرت مہدی علیہ السلام کے وجود سے آگاہ فرماتے رہتے اور ان کو حضرت مہدی علیہ السلام کے سامنے حاضر ہونے کا فیض پہنچا تے رہتے تھے، تا کہ اس طرح وہ ان کی پیدائشے اور وجود کا یقین حاصل کرلیں اور مشاہدہ فرمالیں نیز ضروری موقع پر دوسرے شیعوں کو اطلاع دیں تا کہ آپ کے بعد لوگ گمراہی میں نہ پڑجائیں۔

اس وجہ سے امام مھدی علیہ السلام کی ولادت سے لے کر امام حسن عسکری _کی شہادت تک (۵ سے ٦ سال کی مدت تک) گیا رہویں امام علیہ السلام کے بہت سے قریبی افراد، شاگرد اور خصوصی اصحاب نے امام مھدی علیہ السلام کی زیارت کی _

نمونہ کے طور پر چند واقعات کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے :

۱_ امام حسن عسکری _کے قریبی اصحاب اور بزرگ شیعوں میں سے ایک شخص "احمد ابن اسحاق "نقل کرتے ہیں کہ میں امام حسن عسکري علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا اور میں نے چاہا کہ ان کے جانشین کے بارے میں ان سے سوال کروں کہ اتفاقاً حضرت نے خود ہی بات شروع کی اور فرمایا: اے احمد بیشک خداوند عالم نے جب سے آدم کو پیدا کیا زمین کو حجت خدا سے خالی نہیں چھوڑا اور کبھی خالی نہیں رکھے گا اور حجت خدا کے واسطے سے اہل زمین سے بلائیں دفع ہوتی ہیں ، بارش ہوتی ہے اور زمین کی برکتیں حاصل ہوتی ہیں _میں نے عرض کیا :فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے بعد امام اور جانشین کون ہے ، حضرت گھر کے اندر تشریف لے گئے اور اپنے تین سالہ بچے کو جس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہا تھا، کاندھے پر بٹھائے ہوئے باہر تشریف لائے اور فرمایا :اے احمد ابن اسحاق اگر خدا اور اس کی حجت ائمہ کے نزدیک تم مکّرم نہ ہوتے تو میں اس بچہ کو تمہیں نہ دکھاتا، بیشک یہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کا ہم نام اور ہم کنیت ہے یہ وہ ہے کہ جو ظلم و جور سے بھری ہوئي زمین کو عدل و انصاف سے پر کردے گا[۹]

۲_"معاویہ ابن حکیم "محمد ابن ایوب بن نوح اور محمد ابن عثمان عمری نے نقل کیا ہے کہ شیعوں میں ہم چالیس افراد امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے آپ نے ہم لوگوں کو اپنے بیٹے کو لاکر دکھایا اور فرمایا: میرے بعد یہ تمہارا امام اور میرا جانشین ہے _ان کی پیروی کرنا اور (ان کے پاس سے)پراگندہ نہ ہونا ورنہ ہلاک ہوجاؤگے اور تمہارا دین تباہ ہوجائے گا اور یہ بھی جان لوکہ آج کے بعد تم ان کو نہیں دیکھوگے _[۱۰]

۳_"احمد ابن اسحاق قمي"نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت مھدی علیہ السلام پیدا ہوئے تو میرے جد

کے پاس ایک خط ہمارے آقا امام حسن عسکری علیہ السلام کی طرف سے پہنچا جسے حضرت نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا_
اس میں لکھا تھا کہ "ہمارے یہاں ایک بیٹا پیدا ہوا ہے_ ضروری ہے کہ تم اس کی ولادت کی خبر کو مخفی رکھو ہم اپنے قریبی رشتہ داروں اور دوستوں کو رشتہ داری اور دوستی کی بنا پر آگاہ کررہے ہیں _ اس کے علاوہ ہم کسی کو اس امر سے آگاہ نہیں کریں گے_ ہم نے اس بات کو پسند کیا کہ اس بچے کی ولادت کی خبر تم کو دیں تا کہ خداوند عالم اس کی وجہ سے تم کو مسرور کرے جیسا کہ اس نے ہم کو مسرور کیا والسلام(۱۱)

حضرت مھدی_ کے شمائل اور خصوصیات

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اور ائمہ اکرم سے جو کثرت سے روایتیں نقل ہوئي ہیں ان کی بنیاد پر مورخین و محدثین اسلام نے امام عصر علیہ السلام کے شمائل اور اوصاف اپنی کتابوں میں بیان کئے ہیں یہاں ان میں سے کچھ باتوں کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے_(۱۲)
جواں سال، گندمی رنگ، ہلالی اور کشیدہ ابرو، سیاہ اور بڑی بڑی آنکھیں، چوڑا شانہ، سفید براق اور کشادہ دندان مبارک، ستواں اور خوبصورت ناک، بلند اور روشن پیشانی_ شب زندہ داری کی بناپر_ سر کے بال دوش پر بکھرے ہوئے_(۱۳) کم گوشت والے گا ذرا ذردی مائل_ داہنے گال پر تل اور شانوں کے درمیان علامت نبوت کی سی علامت ہے ... یہ ہے امام زمانہ علیہ السلام کا حلیۂ مبارک_
آپ کے خصوصیات میں سے یہ ہے کہ آپ فرزند پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی اولاد میں سے ہیں_ نسل امام حسین_ سے نویں پیشوا، خاتم الاوصیاء، آخری نجات دھندہ اور عالمی قائد ہیں جو ساری دنیا کو ظلم و جور سے پر ہونے کے بعد عدل و انصاف سے بھر دیں گے_

امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت

امام زمانہ عجل اللہ فرجہ، نے اپنے والد کی شہادت کے بعد ۲۶۰ھ ق میں امامت کی ذمہ داری سنبھالی _

امام حسن عسکری_کی بیماری کے زمانہ میں ان کے بیٹے کی تلاش کی کوشش کو جب معتمد نے بے نتیجہ پایا تو ان کی شہادت کے بعد اس نے "ابو عیسی متوکل"کو معین کیا کہ وہ امام حسن عسکري علیہ السلام کے جنازہ پر نماز پڑھائے اس نے بھی بنی ہاشم اور بقیہ حاضرین کو امام علیہ السلام کا چہرہ دکھایا تا کہ لوگوں کے سامنے ظاہر کرسکے کہ امام علیہ السلام اپنی طبیعی موت سے دنیا سے رخصت ہوئے ہیں پھر اس نے آپ کے جنازہ پر نماز پڑھائي اور حکم دیا کہ جنازہ اٹھایا جائے _[۱۴]

البتہ اس سے پہلے امام علیہ السلام کے گھر میں بغیر کسی ظاہری دکھاوے کے ایک اور نماز چند خاص افراد کی شرکت میں پڑھی جاچکی تھی اور اس کا واقعہ یہ ہے کہ جعفر ابن علی ،جو اس زمانہ تک سیاست کے میدان میں ظاہر نہیں ہوئے تھے اور جنہوں نے اپنا حقیقی چہرہ ظاہر نہیں کیا تھا ،صرف یہ دیکھ کرکہ امام حسن عسکری علیہ السلام کا کوئي شرعی وارث اور جانشین نہیں ہے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے کو امام کی شہادت کے بعد وارث اور جانشین کے عنوان سے نمایاں کرنے کے لئے امام علیہ السلام کے سلسلہ میں لوگوں کی تعزیت اور اپنی امامت کی مبارک باد قبول کرنے کے لئے گھر کے دروازہ پر کھڑا ہوگیا، نماز کے لئے جنازہ تیار ہوتے ہی جعفر آگے بڑھا تا کہ اپنے بھائي کے جنازہ پر نماز پڑھانے تا کہ وہ نئي حیثیت جو ظاہر کی تھی نماز پڑھانے سے اور مستحکم ہوجائے [۱۵]

اتفاقاً ایک بچہ گندمی رنگ ،بال پریشان، گشادہ دندان مبارک و الاظاہر ہوا اور اس نے جعفر کی عبا کھینچی اور کہا:"چچا جان آپ پیچھے کھڑے ہوں میں اپنے باپ پر نماز پڑھانے کے لئے زیادہ حقدار ہوں _[۱۶]جعفر بلاچون و چرا پیچھے ہٹ گئے_ ان کے چہرہ کا رنگ اڑا ہوا تھا امام علیہ السلام آگے کھڑے ہوگئے اور آپ نے اپنے اپنے والد ماجد کے جنازہ پر نماز پڑھائي[۱۷]اس طرح

آپ نے اپنے چچا کو رسوا کیا اور ان کے بنائے ہوئے نقشہ کو باطل کردیا_ آپ نے اپنے باپ کے مقام امامت اور جانشینی کے لئے اپنی وراثت اور لیاقت کو حاضرین کے سامنے ثابت کیا _

امام علیہ السلام عصر اپنے والد کے جنازہ پر نماز پڑھانے اور اپنے حق کو واضح کرنے کے بعد لوگوں کی نظروں سے غائب ہوگئے_

مسئلہ غیبت:

خلافت بنی عباس کی مشینری جب اس بات کی طرف متوجہ ہوئي کہ حکومت کی تمام کوشش اور پابندی کے باوجود وارث امام پیدا ہوگیا تو اس نے حضرت کو گرفتار کرنے کے لئے پورا زور لگایا_ اس غرض سے حکومت کے مامور کردہ افراد امام حسن عسکری _کے گھر پر حملہ آور ہوئے لیکن امام_ کو گرفتار کرنے میں کامیاب نہ ہوسکے(۱۸)

یہ کوششیں بتارہی ہیں کہ بارھویں امام کی جان کو جو خطرات لاحق تھے وہ واقعی تھے_

کیونکہ ضروری تھا کہ زمین پر امامت اور حجت خدا کے باقی ماندہ سلسلہ کی نگرانی کے لئے کوئي واقعی اقدام کیا جائے_

امام عصر کی غیبت کے مسئلہ اور اس کی وجوھات کے بارے میں بہت سی باتیں ہیں_ ان میں سے جو مسلّم ہیں وہ یہ ہیں کہ آپ کی غیبت حکمت اور مشیت الہی کی بنیاد پرہے اور ہم ان حکمتوں کے تمام اسرار سے واقف نہیں ہیں _

لیکن ممکن ہے کہ ظاہری اور محسوس وجوہات میں سے مندرجہ ذیل نکتہ ایک طرف بنی عباس کی حکومت کی مشینری کا امام مھدی علیہ السلام کی تلاش میں گھر پر حملہ اورچھان بین کرنا اوردوسری طرف امامت "عسکریین" علیہما السلام کے زمانہ میں لوگوں کی امامت سے روگردانی اور عدم حمایت نے غیبت کیلئے زمین ہموار کردی تھي_ اگر لوگ حکومت الہی کو قبول کرنے کے لئے آمادہ ہوتے اور

اپنے رہبروں اور اماموں کی حمایت کرتے تو کیا تعجب کہ امام علیہ السلام پردہ غیبت میں نہ جاتے اور قانون الٰہی کو جاری کرنے میں مشغول ہو جاتے جیسا کہ غیبت کے زمانہ کے ختم ہو جانے کے بعد بہت سے لوگ اپنے کو تیار کرلیں گے تو پھر امام۔ان کے سامنے ظاہر ہوں گے۔(۱۹)"ان اللہ لا یغیر ما بقوم: حتی یُضیّروا ما بانفسھم"(۲۰)

مرحوم خواجہ نصیر الدین طوسی اپنے رسالہ میں جوانہوں نے امامت کے بارے میں لکھاہے تحریر فرماتے ہیں: غیبت حضرت مھدی علیہ السلام کے لئے تو یہ سزاوار ہے کہ وہ خداوند سبحانہ کی طرف سے ہوا ور نہ ہی یہ سزاور ہے کہ امام۔کی طرف سے ہو، بس اس بات میں غیبت منحصر ہے کہ مکلفین اور لوگوں کی طرف سے ہو۔اور غیبت کا سبب خوف غالب اور عدم تمکین ہے۔جب غیبت کا سبب زائل ہوجائے گا ظہور ہوگا۔(۲۱)

غیبت صغری:

بارہویں امام۔کی غیبت کے دو مرحلے ہیں: ایک کم مدت کا مرحلہ (غیبت صغری) اور دوسرا لمبی مدت کا مرحلہ (غیبت کبري) غیبت صغری زمانہ کے اعتبار سے بھی محدود تھی اور لوگوں سے رابطہ کے اعتبار بھی محدود۔زمانہ کے اعتبار سے ستر(۷۰)سال سے زیادہ یہ غیبت نہیں تھی۔گیارہویں امام علیہ السلام کی شہادت کے بعد ۲۶۰ھ ق سے ۳۲۹ھ ق کا زمانہ ہے۔(۲۲)

غیبت صغری کے زمانہ میں لوگوں سے امام علیہ السلام کا رابطہ بہت محدود تھا یہ رابطہ بالکل منقطع نہیں ہوا تھا کچھ لوگ تھے جن کا آپ سے رابطہ تھا۔اور ان کو امام علیہ السلام کے "نواب خاص" کے نام سے جانا جاتا تھا۔شیعوں میں سے ہر ایک ان "نواب" کے ذریعہ اپنے مسائل اور مشکلات امام علیہ السلام تک پہنچاتا تھا اور ان ہی کے ذریعہ اپنا جواب حاصل کرسکتا تھا اور کبھی کبھی ان کو امام علیہ السلام کی زیارت کا بھی شرف حاصل ہوتا۔

غیبت کبري:

غیبت صغری کا زمانہ گذر جانے کے بعد غیبت کبری کا آغاز ہوا جو ابھی تک جاری ہے یہ غیبت دنیا میں انسانوں کے امتحان کا ذریعہ اور ایمان و عمل کے لئے میزان قرار پائي_ غیبت کے دونوں زمانوں کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ غیبت کبری کا زمانہ اچانک اور ناگہانی آجاتا تو ممکن ہے کہ افکار کے انحراف کا سبب بن جاتا اور اذہان اس کو قبول کرنے کے لئے آمادہ نہ ہوتے لیکن "نواب خاص "کے توسط سے شیعوں کا امام علیہ السلام سے رابطہ اور ان میں سے بعض کی "غیبت صغري"کے زمانہ میں امام کی بارگاہ میں شرفیابی نے آپ کی ولادت اور حیات کے مسئلہ کو زیادہ مستحکم اور افکار کو غیبت کبری کے قبول کرنے کیلئے آمادہ کردیا(۲۳)

غیبت صغری میں امام_کے معجزات:

غیبت صغری کے زمانہ میں امام علیہ السلام کی طرف سے ان کے خاص نائبین کے ذریعہ بہت سے کرامات و معجزات ظاہر ہوئے جو آپ کے شیعوں اور پیروؤں کے ایمان کے استحکام کا سبب بنے یہ معجزات کثرت سے ہیں کہ شیخ طوسی کے بقول ان کو شمار نہیں کیا جا سکتا(۲۴)

بطور نمونہ چند معجزات ملاحظہ ہوں

۱_"عیسی ابن نصر"نقل کرتے ہیں کہ "علی ابن زیاد صمیری "نے امام علیہ السلام کے لئے خط لکھا اور آپ سے کفن کی درخواست کی، تو جواب آیا تم کو ۸۰ سال میں (۲۸۰ ہجری میں یا ۸۰ سال کی عمر میں) اس کی ضرورت پڑے گي_ اور انہوں نے اسی سال انتقال فرمایا جس سال کا امام علیہ السلام نے فرمایا تھا_ ان کے انتقال سے پہلے امام علیہ السلام نے ان کے لئے کفن بھیجا(۲۵) ۲_ " محمد بن شاذان" نقل فرماتے ہیں کہ ۴۸۰ درہم مال امام علیہ السلام (خمس) میرے پاس تھا_ اس میں اپنے مال سے بیس درہم میں نے اور شامل کردیئےور محمد ابن جعفر ۲۶ کے ذریعے امام علیہ السلام کی

خدمت میں ارسال کردیئے_ لیکن بیس درہم کا اضافہ کرنے کے بارے میں، میں نے کچھ نہیں لکھا امام علیہ السلام کے پاس سے پیسوں کی رسید میرے پاس پہنچی اس میں لکھا تھا_ پانچ سو درہم جس میں ۲۰ درہم تمہارے مال سے تھے مجھ تک پہنچ گئے(۲۷)۳_ "علی ابن محمد سمري" نقل فرماتے ہیں کہ امام کی طرف سے ایک فرمان پہنچا اس میں آپ نے شیعوں کو کربلا اور کاظمین میں ائمہ کی قبروں کی زیارت سے منع فرمایا تھا_ ابھی کچھ دن نہیں گذرے تھے کہ خلیفہ کے وزیر نے "باقطاني" کو بلایا اس سے کہا کہ بنی فرات سے_ جو وزیر کے وابستگان میں سے تھے سے کہے کہ اہل بَرَس سے ملاقات کریں اور ان سے کہیں کہ وہ لوگ مقابر قریش کی زیارت نہ کریں اس لئے کہ خلیفہ نے حکم دیا ہے کہ مامور افراد ہوشیار رہیں اور جو بھی ائمہ علیہم السلام کی زیارت کے لئے جائے اس کو گرفتار کرلیں(۲۸)

امام عصر علیہ السلام کے نائبین

غیبت صغری یا کبری کسی دور میں بھی امام علیہ السلام کا لوگوں سے رابطہ بالکل ختم نہیں ہوا تھا بلکہ سفراء اور "نواب" کے ذریعہ شیعوں سے آپ کا رابطہ برقرار تھا اور ہے_

جس طرح غیبت امام علیہ السلام کے دو حصے ہیں اسی طرح آپ کی نیابت کی بھی دو صورتیں ہیں، غیبت صغری میں نیابت خاصہ اور غیبت کبری میں نیابت عامہ_

نیابت خاصہ یہ ہے کہ امام علیہ السلام خاص افراد کو اپنا نائب قرار دیتے ہیں اور ان کے نام و علامت کا تعارف کردیتے ہیں_ اور نیابت عامہ یہ ہے کہ امام علیہ السلام ایک ایسا کلی ضابطہ ہمارے ہاتھوں میں دے دیتے ہیں کہ ہم ہر زمانہ میں ایک یا کئي افراد جن پر ہر جہت سے وہ ضابطہ صادق آتا ہے، نائب امام علیہ السلام کی حیثیت سے پہنچانے جاتے ہیں_

الف _ نائبین خاص

امام عليه‌السلام عصر کے خاص نائبین چار تھے[۲۹]

۱ _ عثمان ابن سعید

ابوعمرو، عثمان ابن سعید عمري، حضرت مہدی (عج) کے پہلے خاص نائب اور عسکریین علیہما السلام کے مورد وثوق اصحاب میں سے تھے اور ان دونوں کے وکیل بھی تھے_ امام ہادی عليه‌السلام اور امام حسن عسکری عليه‌السلام دونوں ہی کی طرف سے ان کی توثیق و تمجید ہوچکی ہے_

احمد ابن اسحاق قمی نقل کرتے ہیں کہ میں نے امام ہادی عليه‌السلام سے عرض کیا کہ میں کبھی حاضر رہتا ہوں اور کبھی غائب، جب حاضر رہتا ہوں اس وقت بھی میں ہمیشہ آپ کی خدمت میں نہیں پہنچ سکتا تو ایسی صورت میں کس کی بات کو قبول کیا جائے اور کس کے حکم کی اطاعت کی جائے آپ نے فرمایا: "ابوعمرو" "عثمان ابن سعید" ثقہ اور امین ہیں یہ جو کچھ بیان فرمائیں گے میری طرف سے بیان فرمائیں گے اور جو کچھ تم تک پہنچائیں گے، میری طرف سے پہنچائیں گے_"

احمد ابن اسحاق فرماتے ہیں: میں امام ہادی عليه‌السلام کی رحلت کے بعد امام حسن عسکری عليه‌السلام کے پاس گیا اور میں نے وہی بات کہی (جو اس سے پہلے عرض کرچکا ہوں) آپ نے پھر فرمایا:" ابوعمرو، میرے اور میرے والد کے لئے امین ہیں میری زندگی میں اور میرے مرنے کے بعد قابل اطمینان ہیں_ یہ جو کہیں گے وہ میری طرف سے کہیں گے اور جو پہونچائیں وہ میری طرف سے پہنچائیں گے[۳۰] گیارہویں امام عليه‌السلام کی رحلت کے بعد اور مسئلہ غیبت پیش آنے سے پہلے "عثمان ابن سعید" امام مہدی کے طرف سے نیابت کے عہدہ پر فائز ہوئے امام_ اور شیعوں کے درمیان رابط بنے[۳۱]

۲_ محمد ابن عثمان

۲۶۰ ھ ق میں اپنے انتقال سے پہلے عثمان بن سعید نے اپنے بیٹے "محمد" کو امام علیہ السلام زمانہ کے حکم سے اپنے جانشین اور نائب امام علیہ السلام کی حیثیت سے پہچنوایا (۳۲)

ابو جعفر محمد ابن عثمان بھی اپنے والد کی طرح امام حسن عسکری اور امام مہدی علیہما السلام کے لئے مورد اطمینان تھے_

"عبداللہ ابن جعفر حمیری" نقل فرماتے ہیں کہ جب عثمان ابن سعید کا انتقال ہوگیا تو امام علیہ السلام کا خط آیا جس میں ابو جعفر "محمد ابن عثمان" اپنے والد کی جگہ امام کے نائب مقرر کئے گئے تھے (۳۳)

محمد ابن عثمان نے اپنی وفات سے پہلے اپنی موت کی خبر دی ۳۴ اور بزرگان شیعہ کے ایک گروہ کی موجودگی میں انہوں نے حسین ابن روح نوبختی کو امام کے امور کے لئے اپنے جانشین کے عنوان سے تعارف کرایا اور کہا :" وہ میرے قائم مقام ہیں تم ان کی طرف رجوع کرو"_

محمد ابن عثمان ۳۰۵ ھ ق میں انتقال فرما گئے ۳۵ اور ان کی نیابت کی مدت ۴۵ سال رہی_

۳_ حسین ابن روح

امام کے تیسرے سفیر " ابو القاسم حسین ابن روح نوبختی" تھے جو کہ بزرگی اور مخصوص عظمت کے حامل تھے نیز عقل و بینش و تقوی و فضیلت میں مشہور تھے_

یہ محمد ابن عثمان کے مورد اعتماد اور ان کی جانب سے کچھ امور کے ذمہ دار تھے (۳۶)

" محمد ابن عثمان" کے لئے قابل اطمینان افراد میں سے ایک جعفر ابن احمد قمی" تھے جو دوسروں سے زیادہ محمد سے متعلق رہے_ اتنے قریب تھے کہ کچھ لوگوں نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ " محمد ابن عثمان " کے بعد انہیں کو نائب بنایا جائے گا (۳۷)

جب " محمد ابن عثمان" کے انتقال کا وقت قریب پہونچا تو ان کے سرہانے " جعفر ابن احمد"

اور پائنتی "حسین ابن روح" بیٹھے ہوئے تھے محمد ابن عثمان نے جعفر ابن احمد کی طرف رخ کیا اور کہا کہ "مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ تمام امور کو ابو القاسم حسین ابن روح کے حوالہ کردوں_

"جعفر ابن احمد" اپنی جگہ سے اٹھے انہوں نے حسین ابن روح کے ہاتھوں کو پکڑ کر محمد کے سرہانے بٹھایا اور خود پائنتی بیٹھ گئے(۳۸)

حسین ابن روح نے تقریباً ۲۱ سال نیابت کے منصب کی ذمہ داری بنھائي اور اپنی وفات سے پہلے انہوں نے امام علیہ السلام کے حکم سے نیابت کے امور کو "علی ابن محمد سمري" کے حوالہ کردیا اور ۳۲۶ ھ ق میں انتقال فرماگئے(۳۹)

۴_ علی ابن محمد سمري

امام زمانہ کے چوتھے اور آخری سفیر ابو الحسن علی ابن محمد سمری بزرگ اور جلیل القدر تھے کہ صاحب "تنقیح المقال" کے قول کے مطابق محتاج توصیف نہیں_"۴۰

انہوں نے بزرگوں کی ایک جماعت سے فرمایا:" خدا تم کو علی ابن بابویہ قمی "کی مصیبت پر اجر عنایت فرمائے، ان کا انتقال ہو چکا ہے_

ان لوگوں نے اس وقت دن اور مہینہ یاد رکھا اور ۱۷ یا ۱۸ روز بعد خبر پہنچی کہ اسی وقت علی ابن بابویہ" کا انتقال ہوا تھا(۴۱)

"علی ابن محمد" ۳۲۹ ھ ق میں انتقال فرماگئے ان کی وفات سے پہلے شیعوں کا ایک گروہ ان کے پاس آیا اور ان کے جانشین کے بارے میں سوال کیا، آپ نے فرمایا: مجھے اس کے متعلق کوئي وصیت نہیں کی گئي ہے_۴۲ اس کے بعد انہوں نے اس توقیع مبارک کے بارے میں بتایا جو امام علیہ السلام کی طرف سے صادر ہوئي تھي_ اس کا مضمون کچھ اس طرح تھا_

"بسم اللہ الرحمن الرحیم_ اے علی ابن محمد سمری خدا تمہارے غم میں تمہارے بھائیوں کو جزائے

عظیم عطا کرے، تم چھ روز کے بعد مرجاؤگے لہذا اپنے امور سے جلد فارغ ہونے کی کوشش کرو اور کسی کے ابارے میں وصیت نہ کرنا کہ تمہارے بعد وہ تمہارا جانشین ہو، اب غیبت کبری کا زمانہ آگیا ہے اور اس وقت تک ظہور نہیں ہوگا جب تک خداوند متعال اجازت نہ دے..."

چھٹے دن جناب سمری اس دنیا سے رخصت ہوگئے(۴۳)

ب_ عام نائبین

امام عليه‌السلام کے آخری سفیر "علی ابن محمد سمري" کے انتقال کے بعد غیبت کبری کا زمانہ شروع ہوا ہرچند کہ امام مہدي(عج) کی طرف سے کوئي خاص نائب معین نہیں تھا_ لیکن آپ کی اوربقیہ ائمہ کی طرف سے ضوابط اور معیار کا ایک سلسلہ موجود ہے تا کہ لوگ اس معیار سے آگاہی حاصل کرکے ہرزمانہ میں اس فرد سے رجوع کرکے اپنے مسائل کے جوابات معلوم کریں جس کے اندر شرطیں پائي جاتی ہوں اس لئے کہ ان کی نظر مہارت اور روایات کی بنا پر حجت ہے_

مرحوم شیخ طوسی و صدوق و طبری نے اسحاق ابن یعقوب سے نقل کیا ہے کہ حضرت مہدي_ نے (غیبت کے زمانہ میں شیعوں کے فرائض کے بارے میں) فرمایا:

" اما الحوادث الواقعه فارجعوا فيها الى رواة حديثنا فانّهم حجتي عليكم و انا حجة الله عليهم" (۴۴)

آنیوالے حوادث و واقعات میں ہماری حدیثیں بیان کرنے والوں کی طرف رجوع کرو_ اس لئے کہ وہ لوگ تمہارے اوپر ہماری حجت اور ہم ان کے اوپر خدا کی حجت ہیں_

نیز امام حسن عسکری عليه‌السلام ، امام جعفر صادق عليه‌السلام سے ایک روایت کے ضمن میں بیان فرماتے ہیں:

" اما من كان من الفقهاء صائنا لنفسه حافظاً لدينه مخالفاً لهواه مطيعاً لامر مولاه فللعوام ان يقلّدوه ..."(۴۵)

"فقہاء میں سے جو اپنے نفس کو بچانیوالا اپنے دین کا نگہبان اپنے ہوا و ہوس کا مخالف اپنے مولا (ائمہ) کے فرمان کا مطیع ہو تو لوگوں پر لازم ہے کہ اس کی تقلید کریں_"

اس طرح اسلامی معاشرہ کی رہبری اور مسلمانوں کے امور کا حل اور ان کا فیصلہ "غیبت کبری" کے زمانہ میں "ولی فقیہ" کے ہاتھوں میں آیا۔ ولی فقیہ امام زمانہ کی نیابت میں "ولایت شرعیہ" کا مالک ہے۔ اسلامی معاشرہ کی مشروعیت اور حکومت ذمے قانون کا لازم الاجراء ہونا اس کی تائید او رنفاذ سے متعلق ہے اس کے حکم کی مخالفت امام علیہ السلام کے حکم کو رد کرنا ہے اور امام۔ کے حکم کو رد کرنا خدا اور حکم خدا کو رد کرنا ہے[۴۶]

دیدار مہدی۔

غیبت صغری کے زمانہ میں ان چار مخصوص نائبین کے علاوہ جو امام کی خدمت میں پہنچتے رہتے تھے کچھ دوسرے افراد بھی تھے جو ان چاروں کے توسط سے آپ کی خدمت میں زیارت کا شرف پاتے تھے۔

شیعہ بزرگ علماء نے اپنی کتابوں میں ان لوگوں میں سے بہت سے افراد کا نام بیان فرمایا ہے جنہوں نے غیبت صغری کے زمانہ میں امام علیہ السلام کو دیکھا اور ان کے معجزات کو درک کیا ہے۔ علماء نے ان ملاقات کرنے والوں میں سے ہر ایک کے واقعہ اور قضیہ کو مختلف اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

اسی طرح ان بزرگوں میں سے بعض افراد نے ان لوگوں کی داستان کو اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے جو "غیبت کبری" کے زمانہ میں آپ کی خدمت میں پہنچے یا آپ کی کرامات و معجزات کو۔ بیداری یا خواب کے عالم میں ۔ مشاہدہ کیا ہے لیکن چونکہ اس وقت اختصار مد نظر ہے اس لئے ان کے ذکر سے چشم پوشی کی جاتی ہے[۴۷]

سوالات:

۱۔ بارہویں امام علیہ السلام کس تاریخ کو اور کہاں پیدا ہوئے؟

۲۔ امام علیہ السلام عصر کی ولادت کو کیوں چھپایا گیا؟

۳۔ خواص سے امام حسن عسکری علیہ السلام کا اپنے بیٹے کی ولادت کو بتانے کا مقصد کیا تھا؟ ان میں سے ایک نمونہ بیان کیجئے۔

۴۔ غیبت صغری و کبری کی مدت، دونوں غیبتوں کے درمیان تفاوت اور رابطہ کو بیان فرمائیے

۵۔ غیبت صغری کے زمانہ کا امام علیہ السلام عصر کا ایک معجزہ بیان فرمائیے

۶۔ غیبت صغری کے زمانہ کے امام علیہ السلام کے نائبین کا نام اور ان کی مدت نیابت بیان فرمائیے

۷۔ غیبت کبری کے زمانہ میں امام علیہ السلام عصر کی نیابت کے مسئلہ کی نوعیت بتائیے ور توضیح دیجئے۔

حوالہ جات

۱ کافی جلد ۱/ ۳۳۱؛ ارشاد مفید/ ۳۳۶؛ کمال الدین صدوق جلد ۲/ ۴۳۰؛ بحار جلد ۱ باب ۳ ص ۳۱؛ منتخب الاثر/ ۳۲۰؛ الفصول المہمۃ/ ۲۹۲؛ اعلام الوری/ ۲۹۳؛ غیبت شیخ/ ۲۵۸؛ اعیان الشیعہ جلد ۲/ ۴۴

۲ منتخب الاثر ۱۸۳_۱۸۲؛ کافی جلد ۱/ ۲۶۸

۳ آپ کا نام سوسن، صیقل اور ریحانہ بھی بتایا گیا ہے_ بحار جلد ۵۱/ ۵_۱۵ کمال الدین ۲/ ۳۲

۴ "انت سیدتی و سیدۃ اهلی" بحار جلد ۵۱/ ۲؛ "بل اخذنک علی بصري" بحار جلد ۵۱/ ۱۲_ منتخب الاثر/ ۳۲۵؛ کمال الدین صدوق/ ۴۲۳/ ۴۲۷؛ اعیان الشیعہ جلد ۲/ ۳۶_

۵ بحار جلد ۵۱/ ۱۰_۸ غیبت شیخ طوسی/ ۱۲۸_۱۲۳ کمال الدین صدوق جلد ۲/ ۴۲۳_۴۱۷_ دلائل الامامہ طبری/ ۲۶۴/ ۲۶۲_

۶ "اللهم انجزلی وعدی واتمم لی امری و ثبت وطئتی و املا الارض بی عدلا و قسطاً" بحار جلد ۵۱/ ۱۳_۱۲_۲۶_۲۵، کمال الدین صدوق جلد ۲/ ۴۲۷_۴۳۸_

۷ ان احادیث سے واقفیت کے لئے منتخب الاثر فصل دوم باب ۲۵_۳۴ ملاحظہ ہو_

۸ امام حسن عسکری علیہ السلام نے ایک حدیث کے ضمن میں اہل بیت سے بنی امیہ و بنی عباس کی مخالفت کی ایک وجہ اس مسئلہ کو قرار دیا ہے_

۹ "یا احمد ابن اسحاق لو لا کرامتك علی الله و علی حججه ما عرضت علیك ابنی هذا انّه سمّی رسول الله و کنّیه الذی یملا الارض قسطا و عدلا کما ملئت ظلماً و جوراً"_ بحار جلد ۵۲/ ۲۴_۲۳_ کمال الدین صدوق جلد ۲/ ۳۸۴، کشف الغمہ مطبوعہ تبریز جلد ۲/ ۵۲۶_

۱۰ بحار جلد ۵۲/ ۲۶_۲۵ کمال الدین جلد ۲/ ۴۳۵، منتخب الاثر ۳۵۵، کشف الغمہ جلد ۳/ ۵۲۷

۱۱ منتخب الاثر/ ۳۴۴_۳۴۳، کمال الدین صدوق جلد ۲/ ۴۳۴_۴۳۳_

۱۲ خصوصیات حضرت مھدی کے بارے میں زیادہ معلومات کے لئے ملاحظہ ہو منتخب الاثر از باب چہارم تا باب ۲۵، اعیان الشیعہ جلد ۲/ ۴۴، غیبت نعمانی باب ۱۳/ ۳۱۲ کشف الغمہ جلد ۳/ ۲۶۴_۲۷۰_

۱۳ "یسیل شعرہ علی منکبیہ" اعیان الشیعہ جلد ۲/ ۴۴، منتخب الاثر/ ۱۸۵، کشف الغمہ مطبوعہ تبریز جلد ۲/ ۴۶۴_

۱۴ ارشاد مفید/ ۳۴۰کمال الدین صدوق جلد۱/۴۳، بحار الانوار جلد ۳۲۸/۵۰_
۱۵ یہ جعفر وہی ہیں جو بعد میں جعفر کذاب کے نام سے مشہور ہوئے_
۱۶ "تاخریا عم فانا احق بالصلوة علی ابي"
۱۷ بحار جلد ۳۳۲/۵۰_۳۳۳_
۱۸ کمال الدین مرحوم صدوق جلد ۱/ ۴۳ مطبوعہ جامعہ مدرسین_
۱۹ یہ یاد دلادینا ضروری ہے کہ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تمام لوگ اس گناہ میں آلودہ ہیں بلکہ اس سے مراد نصاب کی وہ حد ہے جو امام علیہ السلام کے ظہور کے لئے ضروری ہے_ ورنہ بہت سے نیک افراد ہمیشہ ظہور کے لئے آمادہ رہے ہیں اور آج بھی آمادہ ہیں_
۲۰ سورہ رعد/۱۱_
۲۱ "اما سبب غيبته فلا يجوز ان يكون من الله سبحانه و لا منه كما عرفت فيكون من المكلفين و هو الخوف الغالب الغالب و عدم التمكين و الظهور يجب عند زوال السبب" رسالہ امامت فصل سوم ص ۲۵ منقول از نوید امن و امان ۱۹۰ چونکہ غیبت ولی عصر کے اسرار و علل کی بحث عقیدہ کی بحث ہے اس لئے اس کے اسرار و علل کی تحقیق اس رسالہ کی ذمہ داری سے الگ ہے یہاں جس کی طرف اشارہ ہوا ہے، وہ اس عہد کے سیاسی اور تاریخی حالات تھے_
۲۲ شیخ مفید اپنی کتاب ارشاد ص ۳۳۶ پر غیبت صغری کے آغاز کو ولادت کے موقع سے شمار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ " غیبت صغری ولادت مہدی علیہ السلام کے زمانہ سے سفارت کے زمانہ کے اختتام اور آخری سفیر کی رحلت تک ہے اس حساب سے غیبت صغری کا زمانہ ۷۵ سال ہوتا ہے_
۲۳ بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ غیبت کبری کیلئے لوگوں کو آمادہ کرنے کا کام امام ہادی علیہ السلام بلکہ امام جواد علیہ السلام کے زمانہ سے شروع ہوچکا تھا اور وہ لوگ زیادہ تر خط و کتابت کے ذریعہ شیعوں سے رابطہ رکھتے تھے اور ان کا ارتباط غیبت صغری کے زمانہ کے ارتباط کے مشابہ تھا تا کہ لوگ غیبت کبری کیلئے ضروری آمادگی پیدا کرلیں_
۲۴ غیبت شیخ/ ۱۴۰_
۲۵ بحار جلد ۵۱/ ۳۱۲، ارشاد مفید/۳۵۶، غیبت شیخ/۱۴۲، منتخب الاثر/ ۳۹۰ کشف الغمہ مطبوعۃ تبریز جلد ۴۵۶/۲
۲۶ شیخ نے اپنی رجال میں ایک باب کے عنوان میں ان کا نام لیا ہے" رجال طوسی باب لم یروعن الائمہ/ ۴۹۶/ مجمع الرجال جلد ۱۴۷/۵_

۲۷ بحار جلد ۳۲۵/۵۱، ارشاد مفید /۳۵۶_۳۵۵ دلائل الائمہ طبری /۲۸۶، منتخب الاثر /۳۸۲_ غیبت شیخ /۲۵۸، کشف الغمہ مطبوعہ تبریز جلد ۳۵۶/۲_

۲۸ وزیر کا نام ابوالفتح فضل بن جعفر فرات تھا اور وہ بنی عباس کے وزراء میں سے تھا_ "برس" حلہ اور کوفہ کے درمیان ایک قریہ ہے، مقابر قریش سے مراد "کاظمین" ہے بحار جلد ۳۱۲/۵۱ غیبت شیخ /۱۸۲، ارشاد مفید /۳۵۶، کشف الغمہ مطبوعہ تبریز جلد ۳۵۶/۲_

۲۹ البتہ ان چار افراد کے علاوہ دوسرے وکلاء بھی مختلف شہروں میں تھے جو ان ہی چار افراد کے ذریعہ لوگوں کے مسائل کو امام کی خدمت میں پہنچاتے تھے اور مرحوم سید محسن امین کے اقوال کے مطابق ان چار افراد کی سفارت عام اور مطلق تھی لیکن دوسرے افراد بھی جیسے محمد ابن جعفر اسدي، احمد ابن اسحاق اشعري، ابراہیم ابن محمد ہمداني، احمد ابن حمزہ بن الیسع کو خاص موارد میں نیابت حاصل تھي_ اعیان الشیعہ جلد ۴۸/۲_

۳۰ بحار جلد ۳۴۴/۵۱، غیبت شیخ /۲۱۵، اعیان الشیعہ ج ۴۷/۲، منتخب الاثر /۳۹۳، الکنی و الالقاب جلد۳ /۲۶۴_۲۶۶، رسائل شیخ انصاری مطبوعہ جامعہ مدرسین /۱۳۹_

۳۱ بحار جلد ۳۴۶/۵۱_

۳۲ بحار جلد ۳۴۹/۵۱، غیبت شیخ /۲۲۰، ۲۱۸_ اعیان الشیعہ جلد ۴۷/۲_

۳۳ بحار جلد ۳۴۹/۵۱، غیبت شیخ /۲۲۰، ۲۱۸، اعیان الشیعہ جلد ۴۷/۲_

۳۴ بحار جلد ۳۵۲/۵۱، الکنی و الالقاب جلد ۲۶۸/۳، غیبت شیخ /۲۲۲، اعیان الشیعہ جلد ۴۷/۲_

۳۵ بحار جلد ۳۵۲/۵۱، غیبت شیخ /۲۲۳، اعیان الشیعہ جلد ۴۷/۲، الکنی و الالقاب جلد ۲۶۸/۳_

۳۶ اعیان الشیعہ جلد ۴۸/۲، غیبت شیخ /۲۲۷_

۳۷ بحار ج ۳۵۴/۵۱_۳۵۳، غیبت شیخ /۲۲۶، اعیان الشیعہ ج ۴۸/۲_۴۷_

۳۸ بحار جلد ۳۵۴/۵۱_ ۳۵۳، غیبت شیخ /۲۲۶، اعیان الشیعہ ج ۴۸/۲_۴۷، اس سلوک سے پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ معرفت، ایمان اور تسلیم و رضا میں ایسے کامل تھے کہ ہمیشہ اور تمام امور میں اپنے امام کے سامنے سر تسلیم خم کردیتے تھے_

۳۹ بحار ج ۳۵۸/۵۱، اعیان الشیعہ ج ۲ ص ۴۸_

۴۰ تنقیح المقال جلد ۳۰۵/۲، "ثقتہ و جلالتہ اشہر من ان یذکر و اظہر من ان یحرّر"_

۴۱ بحار جلد ۳۶۱/۵۱، جلد ۱۵۱/۵۲، غیبت شیخ /۲۴۳، الکنی و الالقاب جلد ۲۶۶/۳، اعیان الشیعہ جلد ۴۸/۲،

منتخب الاثر/۳۹۹، تنقیح المقال جلد ۳۰۵/۲_

۴۲ بحار جلد ۳٦۰/۵۱، منتخب الاثر/۳۰۰_

۴۳ اعیان الشیعه جلد ۴۷/۲، بحار جلد ۳٦۱/۵۱، کشف الغمہ مطبوعہ تبریز جلد ۵۳۰/۲، منتخب الاثر/۹۹، تنقیح المقال جلد ۳۰۵/۲_

۴۴ کمال الدین جلد ۳۸۴/۲، غیبت شیخ/۱۷۷، احتجاج طبرسی جلد ۲۷۰/۲، مطبوعہ بیروت، وسائل الشیعہ جلد ۱۰۱/۱۸، کتاب البیع للامام الخمینی جلد ۴۷۳/۲، کشف الغمہ مطبوعہ تبریز جلد ۵۳۱/۲، بحار جلد ۱۸۱/۵۳، رسائل شیخ انصاری مطبوعہ جامعہ مدرسین/۱۳۹_

۴۵ احتجاج طبرسی بیروت جلد ۲۵۸/۲، وسائل الشیعہ جلد ۱۹۵/۱۸، سفینۃ البحار جلد ۳۸۱/۲، رسائل شیخ انصاری مطبوعہ جامعہ مدرسین/۱۳۱_

۴٦ مقبولہ عمر ابن حنظلہ کے ذیل میں امام جعفر صادق_ فرماتے ہیں کہ: "فاذا حکم بحکمنا فلم یقبل منه فانما استخف بحکم الله و علینا ردّ و الراد علینا الرّاد علی الله و هو علی حد الشرك بالله" وسائل جلد ۹۹/۱۸، کافی جلد ۵۴/۱، کتاب فضل العلم باب اختلاف الحدیث حدیث ۱۰، تہذیب جلد ۲۱۸/٦ و ۳۰۱، کتاب لبیع للامام الخمینی جلد ۴۷٦/۲، فروع کافی جلد ۴۲/۷ حدیث ۵ باب کراهیة "الارتفاع الی قضاة الجور"_

۴۷ تفصیلی معلومات کے لئے ملاحظہ ہو، اعلام الوری/۴۲۵، النجم الثاقب/۲۱۱_۲۰۹، بحار جلد ۵۱ باب اول، جلد ۵۲، باب ۱۸،۱۹،۲۳ و جلد ۲۰۰/۵۳_ ۳۳۵_ منتخب الاثر فصل چہارم باب اول و فصل پنجم باب دوم و کتاب تبصرة الولی فیمن رای القائم المهدی تالیف علامہ سید ہاشم بحراني، کشف الغمہ جلد ۵۳۳/۲، دلائل الامامہ طبري/۳۰٦_۲۹۵_

سولہواں سبق:

مہدی علیہ السلام موعود کا عقیدہ -دوسرا حصہ:

آخری زمانہ میں ایک مصلح الہی کا ظہور، پرانے زمانہ سے لوگوں کا بنیادی عقیدہ رہا ہے_ نہ صرف شیعہ بلکہ اہل تسنّن یہاں تک کہ دوسرے ادیان کے ماننے والے " جیسے یہود و نصاری "زردشتی اور ہندو بھی ایک بڑے الہی مصلح کے ظہور کا اعتقاد رکھتے ہیں اور اس کے انتظار میں ہیں_

وہ بشارتیں اور پیشین گوئیاں جو حضرت مہدی علیہ السلام اور ان کے ظہور کے بارے میں مقدس کتابوں اور اسلاف کے دوسرے آثار میں ہیں اسی طرح اسلامی ماخذ میں موجود ہیں اور وہ بہت زیادہ ہیں_

اس مقام پر ان بشارتوں میں سے ہم چند بشارتوں کا ذکر کر رہے ہیں_

الف_ تمام ادیان کی نظر میں

زردشتیوں کی کتابوں میں آخری زمانہ اور ظہور مہدی علیہ السلام موعود کے بارے میں بہت سی باتیں مذکور ہیں_

منجملہ ان کے کتاب " جاماسب "[۲] میں مرقوم ہے کہ زمین عرب اور خاندان ہاشم سے ایک شخص بڑے جسم اور بڑی پنڈلی والا نکلے گا وہ اپنے جد کے دین پر ہوگا، بہت زیادہ لشکر کے ساتھ وہ ایران کی طرف رخ کرے گا اور اس کو آباد کرے گا_ اور زمین کو انصاف سے بھر دے گا اور اس کی عدالت کی بناء پر بھیڑیا، بھیڑ کے ساتھ پانی پیے گا"[۳]

ہندوؤں نے بھی اپنی کتاب مقدس وید میں لکھا ہے کہ " دنیا کی خرابی کے بعد آخری زمانہ میں

ایک بادشاہ پیدا ہوگا جو خلائق کا پیشوا ہوگا_ اس کا نام "منصور" ہوگا_[۴] وہ ساری دنیا کو اپنے قبضہ میں کرکے اپنے دین پر لے آئے گا_ اور مومن و کافر میں سے ہر ایک کو پہچانتا ہوگا، وہ جو کچھ خدا سے مانگے گا وہ اس کو ملے گا_

"توریت"[۵] سفر پیدائشے میں نسل اسماعیل سے پیدا ہونے والے بارہویں امام کے بارے میں گفتگو موجود ہے"... اور خاص کر اسماعیل کے بارے میں، میں نے تیری دعا قبول کی اب اس کو برکت دیگر بار آور کرونگا اور اس کو بہت زیادہ کردونگا اور اسی سے بارہ سردار پیدا ہوں گے اور ایک عظیم امت اس سے پیدا کروں گا_[۶]

"داؤد" کی زبور میں بھی لکھا ہے کہ... اور صالحین کی خدا تائید کرتا ہے... صالحین وارث زمین ہوں گے اور اس میں ابد تک سکونت اختیار کریں گے_[۷]

عیسائیوں کی کتاب مقدس میں موعود آخر الزمان کے بارے میں زیادہ واضح بشارتیں موجود ہیں_ منجملہ ان کے... پھر تم انسان کے بیٹے کو دیکھو گے کہ جو عظیم قوت اور جلالت کے ساتھ بادلوں پر آرہا ہوگا اس وقت فرشتے چاروں طرف سے زمین کی انتہا اور آسمان کے آخری سرے سے اپنے کو جمع کریں گے لیکن باپ (خدا) کے علاوہ اس دن کی کسی کو خبر نہیں ہے_ نہ فرشتوں کو آسمان میں اور نہ بیٹے کو لہذا ہوشیار اور بیدار ہو کر دعا کرو اس لئے کہ تم کو نہیں معلوم کہ وقت کیسا آنے والا ہے... اور کس وقت گھر والا آئے گا_[۸]

ب_ اسلامی مآخذ و مصادر میں

مہدی علیہ السلام موعود کا عقیدہ اسلام کا ایک بنیادی اور اس کی حیات کا مسئلہ شمار کیا جاتا ہے_

اسلامی مذاہب میں سے کسی خاص مذہب_ حتی کہ فقط شیعہ مذہب_ میں ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کے تمام فرقوں نے مستند اور معتبر مدارک اور روایتوں سے اس کو نقل کیا ہے_ اس سلسلہ میں ایک دو روایت نہیں بلکہ بہت سے اقوال اور متواتر روایتیں موجود ہیں[۹]

استاد علی محمد علی دخیّل نے اپنی کتاب میں اہل سنت کے بزرگ علماء کی ۲۰۶ کتابوں کا نام لکھا ہے جن میں سے ۳۰ افراد نے حضرت مہدي علیہ السلام کے بارے میں مستقل کتاب لکھی ہے اور ۳۲ افراد نے اپنی کتاب کی ایک فصل کو حضرت مہدی علیہ السلام کے بارے میں پائي جانے والی روایات اور ان کی شرح احوال کیلئے مخصوص کیا ہے اور بقیہ افرد نے مختلف مناسبت سے امام عصر (عج) سے مربوط احادیث کو نقل کیا ہے اور آپ کے خصائص کے بارے میں گفتگو کی ہے[۱۰]

شیعہ مذہب میں بھی پیغمبر اکرم اور ائمہ معصومین ـ سے بہت سی حدیثیں مرقوم ہیں جن میں بارہا حضرت مہدی علیہ السلام ان کی غیبت ، ظہور اور قیام سے متعلق گفتگو ہوئي ہے ـ

شیعوں سے امام زمانہ علیہ السلام کے سلسلے میں جو روایتیں نقل ہوئي ہیں وہ اس قدر زیادہ ہیں کہ مسائل اسلامی کے کم موضوعات اس پایہ کو پہنچیں گے اور شیعہ علماء میں سے بہت ہی کم لوگ ایسے ملیں گے جنھوں نے آپ کے بارے میں کتاب نہ لکھی ہویا کوئي بات نہ کہی ہو ـ

کتاب " امام مہدی علیہ السلام " کے مؤلف تحریر فرماتے ہیں : حضرت مہدی ـ کے بارے میں جو روایتیں شیعہ اور سنی طریقوں سے پہنچی ہیں وہ چھ ہزار سے زیادہ ہیں[۱۱]

ان اخبار کی کثرت اور شہرت کی بنا پر آپ کی ولادت سے پہلے ہی کچھ لوگوں نے مہدویت کا جھوٹا دعوی کیا ہے یا ان کی طرف ایسے دعوے کی نسبت دی گئي ہے نمونہ کے طور پر ملاحظہ ہو امام زمانہ علیہ السلام کی ولادت سے دو سو سال پہلے ۱۲ " کیسانیہ فرقہ" محمد حنفیہ کو مہدی منتظر تصور کرتا تھا اور اس بات کا مقصدیہ تھا کہ وہ نظروں سے پنہان ہوگئے ہیں اور ایک دن ظہور کریں گے ـ وہ لوگ اپنے دعوے کی دلیل میں ان روایتوں سے تمسک کرتے تھے جو غیبت قائم کے بارے میں منقول ہیں[۱۳]

منصور ، خلیفہ عباسی نے اپنے بیٹے کا نام " مہدي" رکھا تا کہ لوگوں کے انتظار سے فائدہ حاصل کرے[۱۴]

اسی شہرت کی بنا پر بہت سے شیعہ اور سنی علماء نے غیبت کے زمانہ سے پہلے حتی کہ امام

عصرکی پیدائشے سے پہلے ان بزرگوار کے بارے میں کتاب لکھی ہے علماء اہل سنت میں سے "عباد ابن یعقوب رواجني" متوفی ۲۵۰ھ ق اور مؤلف کتاب " اخبار المہدي" کا نام لیا جاسکتا ہے(۱۵)

کتاب مسند احمد، مولفہ احمد ابن حنبل شیساني، متوفی ۲۴۱ھ اور صحیح بخاری مؤلفہ محمد اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اہل سنت کی ان معتبرکتابوں میں سے ہیں جو امام علیہ السلام زمانہ کی ولادت سے پہلے لکھی گئي ہیں اور ان لوگوں نے آپ سے متعلق احادیث کو نقل کیا ہے(۱۶)

کتاب " مشیخہ "تالیف " حسن ابن محبوب" بھی منجملہ مؤلفات شیعہ میں سے ہے جو امام زمانہ علیہ السلام کی غیبت کبری سے ایک صدی سے زیادہ پہلے لکھی گئي ہے۔ اس میں امام علیہ السلام سے متعلق اخبار درج ہیں (۱۷)

اسی شہرت اور کثرت روایات کی بنا پر مسلمان صدر اسلام ہی سے قیام مہدی موعود(عج) سے آشنا تھے، خاص کر شیعہ اس حقیقت پر راسخ اعتقاد رکھتے تھے اور مناسب موقع پر اسکو مختلف انداز سے بیان کرتے تھے۔

"کمیت" شیعہ اور انقلابی شاعر متوفی ۱۲۶ھ نے امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں امام موعود(عج) کے بارے میں شعر پڑھا اور آپ کے قیام کے زمانہ کے بارے میں سوال کیا(۱۸)

"اسماعیل حمیري" اہل بیت علیہ السلام کا چاہنے والا ایک شاعر متوفی ۱۷۳ھ ق نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے حضور میں ایک طولانی قصیدہ پڑھا اس کے بعض اشعار کا موضوع اس طرح ہے کہ "میں پروردگار کو گواہ قرار دیتا ہوں کہ آپ (امام جعفر صادق علیہ السلام) کا قول مطیع اور گناہگار سب پر حجت ہے ولی امر اور قائم کہ میرا دل جس کا مشتاق ہے وہ یقیناً غائب ہوگا۔

درود و سلام ہو ایسے غائب پر یہ کچھ دنوں تک پردہ غیبت میں رہے گا پھر ظہور کرے گا اور دنیا کے مشرق و مغرب کو عدل و انصاف سے پر کردے گا(۱۹)

ایک زبردست انقلابی شاعر دعبل خزاعی ، متوفی ۲۳۶ھ ق نے ایک قصیدہ کے ضمن میں

جیسے امام رضاء کی خدمت میں پڑھا تھا، کہا: اگر وہ چیز نہ ہوتی جس کے واقع ہونے کی امید آج یا کل ہے تو میرا دل ان پر (ائمہ _پر) حسرت و اندوہ کی وجہ سے پارہ پارہ ہوجاتا (اور وہ امید) ایک امام علیہ السلام کے قیام کی ہے جو بلا تردید نام خدا اور برکات الٰہی کے ساتھ قیام کرے گا اور ہمارے درمیان حق و باطل کو جدا کردے گا_ اور اجر و سزا دے گا[۲۰]

احادیث کے نمونے

امام علیہ السلام زمانہ کے بارے میں اہل سنت اور شیعوں کے طریق سے وارد ہونے والی روایات کے مضامین سے آشنا ہونے کے لئے نمونہ کے طور پر چند احادیث کا ذکر کیا جا رہا ہے_

١_ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر دنیا کی عمر کا ایک ہی دن بچے گا تو بھی خدا ہم میں سے ایک شخص کو بھیجے گا جو دنیا کو عدل و انصاف سے اسی طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگي ۲۱_

۲_ ام سلمہ نقل فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہدی علیہ السلام کو یاد کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہاں وہ حق ہے وہ بنی فاطمہ علیہا السلام میں سے ہوگا[۲۲]

۳_ امام رضا_ نے فرمایا: خلف صالح، فرزند حسن ابن علی، صاحب الزمان اور وہی مہدی موعود (عج) ہے[۲۳]

۴_ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا نے فرمایا: قائم (عج) میری اولاد میں سے ہیں ان کا نام میرا نام ہے ان کی کنیت میری کنیت ہے، ان کے شمائل میرے شمائل ہیں ان کی رفتار میری رفتار ہے وہ لوگوں کو میری شریعت اور دین پر قائم کریں گے اور کتاب خدا کی طرف دعوت دیں گے جس نے ان کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی جس نے ان کی مخالفت کی اس نے میری مخالفت کی اور جس نے ان کا انکار کیا اس نے میرا انکار کیا[۲۴]

۵_ اصبغ بن نباتہ فرماتے ہیں: میں امیر المؤمنین کی خدمت میں پہنچا، دیکھا کہ آپ فکر میں ڈوبے ہوئے ہیں اور زمین کو کھود رہے ہیں ، میں نے عرض کیا کہ میں آپ کو متفکر دیکھ رہا ہوں کیا آپ کو زمین سے کوئي رغبت ہے؟ نہیں خدا کی قسم مجھکو دنیا اور زمین سے کوئي رغبت نہیں ہے لیکن میں ایک مولود کے بارے میں سوچ رہا ہوں جو میری نسل سے ہے اور میرے فرزندوں میں سے گیارہواں فرزند ہوگا وہ مہدی علیہ السلام ہے وہی جو زمین کو عدل و داد سے پر کردے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی اس کے لئۓ غیبت اور حیرت ہے ایک گروہ اس کے بارے میں گمراہ ہوجائے گا اور ایک گروہ ہدایت پائے گا(۲۵)

٦_ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: قائم کے لئۓ دو غیبتیں ہیں ایک کم مدت کی اور دوسری زیادہ مدت کی ، غیبت اول میں خواص شیعہ کے علاوہ کوئي اور ان کی قیام گاہ کو نہیں جان سکے گا اور دوسری غیبت میں سوائے ان کے خاص دوستوں کے کوئي ان کی جگہ کی معلومات نہیں رکھتا ہوگا(۲۶)

انتظار فرج

امید و انتظار اور اس کے مختلف آثار انسان کی فردی اور اجتماعی زندگی میں ناقابل انکار ہیں کوئي بھی انسان اپنی فطرت کے تقاضے کے مطابق امید اور انتظار سے خالی اور بے نیاز نہیں ہے اس لئۓ کہ انحراف سے دوری مشکلات کے مقابلہ میں مقاومت پیدا کرنے اور کمالی کی طرف بڑھنے کیلئۓ امید اور انتظار سے بہتر اور کوئي کارساز وسیلہ نہیں ہے_

تمام آسمانی ادیان حتی وہ مکاتب فکر جو دست بشر کے ساختہ اور پرداختہ ہیں وہ بھی اس بات کی ضرورت پر اتفاق نظر رکھتے ہیں ہرچند کہ انتظار کی مدت ، کیفیت اور اس کے مورد میں باہم اختلاف نظر رکھتے ہیں_

تمام ادیان و مکاتب اسلام میں خصوصاً مکتب تشیع میں مسئلہ انتظار اور امید کو خاص اہمیت دی

گئي ہے_ اور اس كى خاص كيفيت كى عكاسى كى گئي ہے جو انتظار اور ظہور حضرت مہدى _كے موضوع ميں درخشاں ہيں [۲۷]
انتظار فرج مہدى عليه السلام اور حق كى باطل پر آخرى كاميابى كى فكر تاريخ ميں ستمگروں اور ظالموں كے مقابل شيعوں كى مقاومت كا راز اور ان كے رشد كا فلسفہ رہا ہے_ امام موسى كاظم عليه السلام ايک روايت ميں على ابن يقطين سے فرماتے ہيں: دو صديوں سے شيعہ اميد و آرزو كے سايہ ميں رشد اور پرورش پا رہے ہيں [۲۸]
اس لفظ پر توجہ دينے سے پتہ چلتا ہے كہ " مسئلہ انتظار فرج" اسلام ميں امام زمانہ_ كے نظروں سے غائب ہونے كے بعد شروع نہيں ہوا بلكہ اس كا سلسلہ صدر اسلام اور بنى كريم كے زمانہ تک پہنچتا ہے وہ روايات جو پيغمبر اكرم صلى الله عليه وآله وسلم اور ائمہ معصومين سے ظہور قائم اور فضيلت انتظار فرج كے بارے ميں ہم تک پہنچى ہيں وہ بہت ہيں ان ميں سے چند نمونے بيان كئے جا چكے اور اب چند دوسرے نمونے خاص كر " انتظار فرج" كے بارے ميں ملاحظہ فرمائيں :
۱_ اميرالمؤمنين نے پيغمبر اكرم صلى الله عليه وآله وسلم سے نقل فرمايا ہے: انتظار فرج (مہدى) تمام عبادتوں سے افضل ہے [۲۹]
۲_ اميرالمؤمنين نے فرمايا : تم منتظر فرج رہو اور رحمت خدا سے مايوس نہ ہونا بيشک خدا كے نزديک محبوب ترين عمل، انتظار فرج ہے [۳۰]
۳_ امام زين العابدين عليه السلام نے فرمايا: امام زمانہ عليه السلام كا انتظار بزرگ ترين كشائشے ہے [۳۱]
۴_ امام جعفر صادق عليه السلام نے فرمايا: ہمارے قائم كے چاہنے والے خوش نصيب ہيں جو ان كى غيبت كے زمانہ ميں ان كے ظہور كے لئے چشم براہ ہيں اور جب وہ ظاہر ہوجائيں گے تو ان كا حكم مانيں گے وہ لوگ خدا كے اولياء ہيں اور كسى قسم كا خوف و ہراس ان كو نہيں ہے [۳۲]
انتظار فرج قائم آل محمد صلى الله عليه وآله وسلم نے ان كے پيروؤں كو اس قدر جستجو و كوشش ميں ڈالا كہ اكثر ايسا بھى ہوا كہ ائمہ اطہار سے ان كے شيعہ پوچھ ليا كرتے تھے كہ كيا قائم آل محمدعج اور مہدى منتظر آپ

ہی ہیں ؟ اور وہ حضرت بھی حالات کی مناسبت سے امام قائم کا تعارف کراتے تھے[۳۳]

وقت ظہور

امام زمانہ کے چوتھے نائب کی وفات کے بعد غیبت کبری کا زمانہ شروع ہوا اور اب تک غیبت کبری کا دور چل رہا ہے۔ آپ کا ظہور اور قیام اس دور کے اختتام کے بعد خدا کے حکم سے ہوگا۔ ان روایتوں کی بنیاد پر جو ائمہ معصومین سے وارد ہوئي ہیں حضرت کے ظہور کا وقت صرف خدا کو معلوم ہے اور جو کوئي بھی اس سلسلہ میں وقت معین کرے وہ جھوٹا ہے۔

فضیل نے امام باقر علیہ السلام سے پوچھا: کیا اس امر کے لئے وقت نہیں معین کیا جاسکتا؟ آپ نے فرمایا: "کذب الوقاتون" وقت معین کرنے والے جھوٹے ہیں [۳۴]

اسحاق ابن یعقوب نے محمد ابن عثمان عمری کے ذریعہ ایک خط امام عصر۔ کو بھیجا اور ان سے چند سوالات دریافت کئے۔ امام علیہ السلام نے اس سوال کے جواب میں جو ظہور سے متعلق پوچھا گیا تھا، فرمایا: ظہور فرج خداوند عالم کے حکم سے وابستہ ہے اور وقت معین کرنے والے جھوٹے ہیں [۳۵]

محمد ابن مسلم نقل کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق۔ نے مجھ کو بتایا: جس نے تمہارے سامنے وقت ظہور کو معین کیا اس کو جھٹلانے میں دریغ نہ کرنا۔ اس لئے کہ ہم ظہور کے لئے وقت معین نہیں کرتے[۳۶]

ان روایات کے مجموعہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ظہور کے وقت کا تعین اسرار الہی میں سے ہے ائمہ علیہم السلام میں سے بھی کسی نے وقت ظہور معین نہیں کیا ہے۔ لیکن علامتیں .بیان فرمائي ہیں۔ ان علامتوں کا واقع ہونا ظہور کی خوشخبری دیتا ہے۔

ظہور سے پہلے کے حالات

جو روایات ظہور سے پہلے کے حالات اور علامتوں کے بارے میں نقل ہوئي ہیں انکی تعداد بہت زیادہ ہے پھر ان روایتوں کو نقل کرنا اور انکی تحقیق کرنا بھی آسان نہیں ہے_ اس لئے یہاں چند حالات کے ذکر پر اکتفا کی جاتی ہے_

۱_ ساری دنیا میں ظلم ، گناہ اور بے دینی کا پھیل جانا:

بہت سی روایتیں یہ بتاتی ہیں کہ آپ کا قیام اس وقت ہوگا جب ظلم و جور دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے چکا ہوگا_

بعض روایتوں میں یہ بھی بیان ہوا ہے کہ حضرت قائم عج کے ظہور سے پہلے حتی کہ اسلامی معاشرہ میں بھی فسق و فجور ، مختلف قسم کے گناہ اور برائیاں _ جیسے منشیات کی خرید و فروخت ، شراب خوری ، سود خوري ، زنا ، بدعت ، بے حجابي ، بے عفتي ، مکمل طور پر رائج ہوجائے گي[۳۷]

ہم متمدن دنیا میں مذکورہ برائیوں کے اوج کو دیکھ رہے ہیں_

اسلامی انقلاب کے عظیم رہبر حضرت امام خمینی کی رہبری میں ملت ایران کا اسلامی انقلاب انشاء اللہ امام عصر_ کے عالمی انقلاب کا مقدمہ ہوگا_ در حقیقت یہ انقلاب انھیں مظالم کے خلاف تھا_ خدا کا شکر ہے کہ بہت سی برائیوں اور خرابیوں کی جڑ اسلامی ملک ایران میں قطع ہوگئي_ اور اس بات کی امید ہے کہ ایک دن ساری زمین عدل و انصاف سے پر ہوجائے گي_

۲_ خروج سفیانی

سفیانی_ جو روایتوں کی بنیاد پر اموی اور عتبہ ابن ابی سفیان کی نسل سے ہوگا_ اس کا نام "عثمان ابن عنبسہ" ہے وہ خاندان رسالت اور شیعوں سے خاصی دشمنی رکھتا ہے_ وہ سرخ چہرہ ٹیڑھی آنکھوں والا چہرہ پر چیچک کے داغ، کریہہ المنظر، ظالم و خیانت کار ہے_۳۸ شام میں قیام

کرے گا اور بڑی تیزی سے پانچ شہروں پر قبضہ کرے گا_ ۳۹ اور ایک بڑے لشکر کے ساتھ کوفہ کی سمت بڑھے گا_ عراق کے شہروں خصوصاً نجف اور کوفہ میں بڑے جرائم کا مرتکب ہوگا اور مدینہ کی طرف لشکر روانہ کرے گا_ اس کے سپاہی مدینہ میں قتل و غارت گری مچائیں گے_ وہاں سے مکہ کی طرف جائیں گے لیکن مدینہ اور مکہ کے درمیان بیابان میں خدا کے حکم سے زمین میں دھنس جائیں گے_

خود سفیانی بھی_ امام علیہ السلام کے مکہ سے مدینہ کی طرف اور مدینہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہونے کے بعد_ عراق سے دمشق کی طرف فرار کرے گا اور امام علیہ السلام ایک لشکر اس کے تعاقب میں روانہ فرمائیں گے_ انجام کار سفیانی بیت المقدس میں امام_ کے سپاہیوں کے ہاتھوں ہلاک ہوگا[۴۰]

۳_ سید حسنی کا خروج

سید حسنی_ موجودہ روایات کی بنا پر بزرگان شیعہ میں سے ہیں_ ایران میں دیلم و قزوین ۴۱ کے علاقہ میں قیام کریں گے اور لوگوں کو اسلام اور ائمہ (علیہم السلام) کی روش کی طرف بلائیں گے_ بہت سے لوگ ان کے ساتھ ہوں گے اور بہت بڑے علاقہ کو_ اپنی جگہ سے کوفہ تک_ ظلم و جور سے پاک کردیں گے اور کوفہ میں خبر ہوجائے گی کہ امام قائم علیہ السلام نے ظہور کیا ہے اور اپنے اصحاب کے ساتھ کوفہ کی طرف آرہے ہیں_ وہ سید حسنی کے استقبال کے لئے جائیں گے_ بجز ان چالیس ہزار آدمیوں کے جو امام_ کی دعوت کو قبول نہیں کریں گے_ اور امام تین دن تک موعظہ کرتے رہیں گے اور ان لوگوں کے اس موعظہ کو قبول نہ کرنے کے بعد ان کے قتل کا حکم صادر فرمائیں گے_ پھر سید حسنی اپنے پیروؤں کے ساتھ امام کی بیعت کریں گے[۴۲]

۴_ ندائے آسمانی

ظہور کی علامتوں میں سے ایک ندائے آسمانی ہے جو حضرت علی علیہ السلام اور ان کے شیعوں کی حقانیت کو ثابت کرنے کے لئے آئے گی[۴۳]

مذکورہ علامتوں کے علاوہ دوسری علامتیں بھی ذکر ہوئي ہیں جن میں سے کچھ ظہور سے پہلے اور کچھ ظہور کے ساتھ ظاہر ہوں گي۔

ظہور کے بعد کی حالت

ان تمام روایتوں کے مجموعہ سے جو ظہور حضرت مہدی علیہ السلام کے بعد کے واقعات کے بارے میں ہم تک پہنچی ہیں یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام عصر (عج) اذن پروردگار کے بعد کعبہ میں رکن و مقام کے مابین ظاہر ہوں گے اس حالت میں کہ پرچم، شمشیر، عمامہ اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیرہن آپ کے ساتھ ہوگا۔

حق کا منادی آپ کے ظہور کی بشارت کو ساری دنیا کے لوگوں کے کانوں تک پہنچائیگا اور اسم و علامت کے ساتھ امام۔ کا تعارف کرائے گا اور لوگوں سے کہے گا کہ ان کی بیعت کرو۔

امام علیہ السلام کے خاص چاہنے والے جن کی تعداد ۳۱۳ ہے آسمانی آواز پر لبیک کہکر دعوت کے بعد فوراً مکہ میں آپ کی بیعت کریں گے[(۴۴)]

اس کے بعد امام علیہ السلام اپنی عمومی دعوت کو شروع کریں گے اور فرشتوں کے ذریعہ آپ کی مدد کی جائے گی محروم اور ستم رسیدہ افراد ہر طرف سے جمع ہوکر امام۔ کی بیعت کریں گے۔ ان کے مددگار جنگجو، فداکار، دن کے شیر اور رات کے راہب ہوں گے ان کے دل لوہے کہ ٹکڑے کی طرح مضبوط ہوں گے اور ان میں سے ہر آدمی چالیس آدمیوں کی طاقت رکھتا ہوگا وہ لوگ امام علیہ السلام کی اطاعت کرنے میں انتھک کوشش کرنے والے ہوں گے اور جدھر جائیں گے، کامیاب ہوں گے۔

امام علیہ السلام کچھ دنوں تک مکہ میں رہیں گے پھر مدینہ کی طرف روانہ ہوں گے اور مدینہ میں جنگ کے بعد اپنے سپاہیوں کے ساتھ کوفہ آئیں گے اور اس کو اپنی حکومت کا مرکز قرار دیں گے۔

امام عصر (عج) اللہ کی مشیت سے تھوڑے دنوں میں عالم کے مشرق و مغرب کو فتح کرلیں گے

اسلام کو پوری دنیا میں پھیلائیں گے اور دین خدا کی تجدید کریں گے_ اسلام کے پیکر کو بدعتوں سے الگ کریں گے اور کتابوں خدا و سنت پیغمبر ﷺ کے مطابق حکومت کریں گے_ امیرالمؤمنین کی طرح ان کی غذا سادہ اور ان کا لباس کھردرا ہوگا(۴۵)

حضرت عیسی مسیح آسمان سے تشریف لائیں گے اور نماز میں آپ کی اقتدا کریں گے(۴۶)

حضرت مہدی کی حکومت میں زمین کے خزانے اور اس کی برکتیں آشکارہ ہوجائیں گی_ ثروت و نعمت اتنی بڑھ جائے گی کہ فقر ختم ہوجائے گا زکوة و صدقہ دینے کے لئے کوئي فقیر نہیں ملے گا_ عدل اور امن و امان ہر جگہ کو گھیرلے گا_ اس طرح کہ اگر کوئي بوڑھی عورت اپنے سرپر سونے اور جواہرات کا طشت رکھ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ جارہی ہوگی تو کوئي آدمی اس کے لئے رکاوٹ نہیں بنے گا_ امام_کے ساتھ تمام ستم رسیدہ افراد کی ویرانیاں آباد ہوجائیں گي_ آپ کے اصحاب کی آنکھوں اور انکے کانوں کو خداوند کریم اتنی طاقت عطا کرے گا کہ وہ لوگ آپ کی باتیں سنیں گے اور آپ کو دیکھیں گے جبکہ آپ اپنی جگہ پر ہوں گے_

امام مہدی علیہ السلام کی حکومت میں خداوند عالم اپنا دست لطف و مرحمت اپنے بندوں کے سرپر رکھے گا اور ان کی عقل کو استحکام اور ان کے افکار کو ترقی عطا کرے گا_

اس زمانہ میں ہر شخص اور ہر چیز اپنے مطلوبہ کمال اور زیبائي تک اور انسانیت کی تمام تمنائیں اور آرزوئیں خدا کے ولی اعظم وصی خاتم الانبیاء کی حکومت کے زیر سایہ پوری ہوں گی اور خدانے جو یہ وعدہ فرمایا ہے کہ "و نرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض و نجعلهم ائمة و نجعلهم الوارثین"_(۳۷) ہم وعدہ کرتے ہیں کہ مستضعفین پر ہم احسان کریں گے اور ان کو زمین کا وارث بنائیں گے_پورا ہوگا(۴۸)

ظہور حضرت مہدی_ اور حکومت موعود(عج) میں دنیا اور انسان کا کیا حال ہوگا یہ اس کا مختصر بیان تھا_

سوالات:

۱_ امام زمانہ علیہ السلام کے بارے میں توریت کی پیشن گوئیوں اور بشارتوں میں سے ایک کا ذکر فرمایئے

۲_ کیا اسلامی مصادر میں امام عصر علیہ السلام کی ولادت سے پہلے آپ علیہ السلام سے متعلق روایات کسی مدوّن کتاب میں مذکور ہوئي تھیں اگر جواب مثبت ہو تو کتاب اور مؤلف کا نام لکھیئے_

۳_ انتظار فرج کا مسئلہ اور اس بات میں وارد روایتیں کب بیان ہوئیں ؟اس سلسلہ کی دو روایتوں کا ذکر فرمایئے

۴_ امام مہدی علیہ السلام کا ظہور کب ہوگا؟ ائمہ کا اس سلسلہ میں کیا نظریہ ہے؟

۵_ امام عصر_کے ظہور سے پہلے کے واقعات میں سے دو واقعات کا ذکر کیجئے_

۶_ وہ روایتیں جو ہم تک پہنچی ہیں_ ان کے پیش نظر حکومت حضرت مہدی (عج)کا جائزہ لیجئے_

حوالہ جات

۱. اس بات کی وضاحت کردینا ضروری ہے کہ اس درس میں جو باتیں بیان ہوئی ہیں وہ مختلف نکتہ نظر اور پہلوؤں سے قابل بحث ہیں لیکن یہاں جو ہمارا نظریہ ہے۔ وہ ان مسائل کے تاریخی پہلوؤں سے بحث ہے دوسرے گوشوں سے اپنے مقامات پر بحث ہوگی۔

۲. زرتشت کے شاگرد اور داماد "جاماسب" سے منسوب "دائرۃ المعارف فارسی و بشارت عہدین۔ حاشیہ/۲۴۳۔

۳. بشارت عہدین/۲۵۸، ادیان و مہدویت/۱۶۔

۴. " نجم الثاقب "ص ۴۷ شمارہ ۱۳۵ میں ذخیرہ اور تذکرہ سے منقول ہے کہ امام عصر(عج) کے ناموں میں سے ایک نام "منصور" ہے کتاب "وید" براہمہ میں جو ان کے عقیدہ کے مطابق آسمانی کتاب ہے آیا ہے اور امام محمد باقر علیہ السلام سے آیت "من قتل مظلوماً فقد جعلنا لولیّہ سلطاناً" کی تفسیر میں ہے کہ اس سے مراد امام حسین ہیں جو مظلوم قتل کئے گئے اور آیہ "فلا یسرف فی القتل انہ کانَ منصوراً" سورہ اسراء / ۳۲ کے ذیل میں فرمایا کہ خدا نے مہدی کا نام منصور رکھا ہے اس طرح جس طرح پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام محمد، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور محمود صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور جس طرح حضرت عیسی کا لقب مسیح ہے۔" مدارک بالا اور بحار الانوار جلد ۵۱/۳۱۔۳۰۔

۵. بشارت عہدین/۲۴۵، ادیان و مہدویت/۱۶۔

۶. کتاب مقدس سفر پیدائشے باب ۱۷ ص ۲۱ بند ۲۰۔۲۱۔

۷. کتاب مقدس ص ۵۵۷۔۸۵۶ کتاب مزامیر خزمور ۳۷۔ بند ۱۷ و ۲۹۔ قرآن زبور میں صالحین کے غلبہ کے ذکر سے متعلق بیان کرتا ہے'﴿و لقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصالحون﴾سورہ انبیا/۱۰۳"زبور میں ذکر "تورات کے بعد ہم نے لکھا ہے کہ ہمارے صالح بندے زمین کے وارث ہوں گے۔

۸. کتاب مقدس انجیل مرقس باب ۱۳ بند ۳۲، ۲۷، ۲۶،، ۳۵، ۳۳ ص ۴۹۔۴۸ یہ بتادینا ضروری ہے کہ لفظ "پسر انسان" کتاب قاموس کتاب مقدس میں مسڑھاکس کی تحریر کے مطابق کتب عہد جدید میں ۸۰ بار آیا ہے جس میں سے صرف ۲۰ موارد ایسے ہیں جن کا مصداق حضرت عیسی ہیں۔ قاموس کتاب مقدس مادہ پسر خواہر ۲۱۹" اور ان میں سے ۵۰ مورد ایسے ہیں جو ایک نجات دہندہ کے بارے میں بتاتے ہیں اور ان کے ظہور کا وقت اور دن خدا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور وہ نجات دینے والا حضرت مہدی علیہ السلام کے علاوہ اور کوئی

نہیں ہے۔

۹. علماء اہل سنت میں سے جن لوگوں نے حضرت مہدی کے بارے میں احادیث نبوی کے متواتر ہونے کی تشریح کی ہے ان میں حافظ ابوعبداللہ گنجی شافعی کتاب "البیان" میں ابن حجر عسقلانی نے "فتح الباري" میں، قاضی محمد شوکانی نے "التوضیح فی تواتر ماجاء فی المنتظر و الدجال و المسیح" میں شیخ عبدالحق نے لمحات میں شبلنجی نے نور الابصار" میں ابوالفرمان صبّان نے "اسعاف الراغبین" میں تشریح کی ہے۔ ملاحظہ ہو منتخب الاثر/۵_ ۳ حاشیہ حدیث متواتر اصطلاح میں اس حدیث کو کہا جاتا ہے جس میں متعدد راوی ہوں اس طرح کہ ان کو فی حد نفسہ اور نہ قرائن کے ضمیمہ کے ساتھ کذب سے متہم کیا جاسکتا ہو اس طرح حدیث متواتر کو حدیث قطعی اور حدیث ثابت کہا جاسکتا ہے۔

۱۰. امام المہدی علیہ السلام مصنفہ علی محمد دخیل/ ۳۱۸_۲۹۸ مطبوعہ نجف۔

۱۱. پیشوائے دوازدہم مطبوعہ مؤسسہ در راہ حق/ ۴۱ منقول از کتاب امام مہدی (عج)/ ٦٦_ صرف کتاب منتخب الاثر میں ۱۵۷ معتبر کتابوں سے امام زمانہ علیہ السلام کے بارے میں تقریباً ٦٢٠٧، احادیث کی طرف اشارہ ہوا ہے۔

۱۲. کیسانیہ شیعہ فرقہ میں سے ہے یہ لوگ مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی، جن کو یہ لوگ کیسان کہتے تھے، کے دوستوں میں شمار کئے جاتے ہیں کچھ لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام کے غلاموں میں سے ایک غلام کا نام کیسان تھا اور مختار نے اپنی باتیں ان سے سیکھی تھیں۔ الملل و النحل شہرستانی جلد ۱ مطبوعہ بیروت/ ۱۴۷ الفرق بین الفرق مطبوعہ بیروت/ ۳۹_۳۸ تالیف عبدالقادر بغدادی، مذاہب الاسلامیین ج ۲/ ۴۲، ۴۷ مصنفہ ڈاکٹر عبدالرحمان بردی۔

۱۳. اعلام الوری مطبوعہ بیروت ۱۳۹۹ ص ۳۱٦، اعیان الشیعہ جلد ۲/ ۵۷۔

۱۴. الحیاۃ السیاسیہ لامام الرضا مصنفہ استاد جعفر مرتضی/ ٦۹ و ۸۲_۸۳_ مؤلف محترم یہ نکتہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے مہدویت کا دعوی کیا ان میں سے ایک "محمد ابن عبداللہ" علوی بھی تھا۔ اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے علاوہ لوگوں نے ان کی امامت قبول کرلی تھی۔ منصور نے لوگوں کے افکار کو اپنی جانب متوجہ کرنے کے لئے اپنے بیٹے کو مہدی کا لقب دیا اور مجمع میں کہا کہ جو محمد ابن عبداللہ علوی دعوی کرتا ہے وہ جھوٹ ہے اور مہدی موعود میرا بیٹا ہے۔

۱۵. فہرست شیخ طوسی/ ۱۴٦۔

۱٦. مسند احمد حنبل جلد ۱/ ۸۴، ۷۹۹، ۴۴۸ و جلد ۲/ ۴۱۱ و جلد ۳/ ۵۲، ۳۷، ۲۷، ۲۱ و جلد ۵/ ۷۔ صحیح بخاری جلد ۳

کتاب بدء الخق باب منزول عیسی ابن مریم /۸۷_

۱۷. اعلام الوری ص ۴۱۶، اثبات الہداۃ ج ۵۳/۷، اعیان الشیعہ ج ۵۸/۲_

۱۸. الغدیر جلد ۲۰۳/۲_۲۰۲_

۱۹. اشهد ربّی ان قولك حجة ---علی الخلق طرّاً من مطیع و مذنب:

بانّ وليّ الامر و القائم الذی ---تطلّع نفسی نحو بتطرّب:

له غیبة لابدَّ من ان یضیبها ---فصلی علیه الله من متغیب:

فیمکث حینا ثمّ یظهر حینه ---فیملا عدلاً کلّ شرق و مغرب:

ارشاد مفید/۲۸۳/ اعلام الوری/۲۸۰/ الغدیر جلد ۲۴۷/۲ کمال الدین جلد ۳۵/۱ مطبوعہ جامعہ مدرسین یہ یاد دلانا ضروری ہے کہ سید حمیری امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں پہونچنے سے پہلے اس بات کے معتقد تھے کہ موعود محمد ابن حنیفہ ہیں_ کمال الدین جلد ۳۲/۱ ،ارشاد مفید/۲۸۳_۲۹۳

۲۰.فلو لا الذی ارجوه فی الیوم اوغد: تقطع نفسی اثرهم حسرات:

خروج امام: لا محالة خارج یقوم علی اسم الله بالبرکات

یمیز فیناکل حق: و باطل: و یجزی علی النعماء و النقمات

الغدیر جلد ۳۶۰/۲ الفصول المہمہ/۲۴۹_کمال الدین جلد ۲ باب ۳۵ جلد ۳۷۲/۶

۲۱."لو لم یبق من الدنیا الا یومٌ لبعث الله عزوجل رجلا منا یملاها عدلاً کما ملئت جوراً" مسند احمد ابن حنبل جلد ۹۹/۱، سنن ابی داؤد جلد ۱۰۷/۴_کتاب المہدی علیہ السلام حدیث ۸۳،۲۲ تھوڑے اختلاف کے ساتھ_

۲۲.سعید بن المسیب یقول سمعت امّ سلمةَ تقول سمعت النّبی صلی‌الله‌علیه‌وآله‌وسلم یذکر المهدی فقال نعم هو حق و هو من بنی فاطمة_ مستدرک حاکم جلد ۵۵۷/۴ کتاب الفتن و الملاحم، عقدالدرر/۲۲ و فرائد السمطین ج ۳۲۶/۲ حاشیہ_

۲۳. الخلف صالح من ولد ابی محمد الحسن بن علی و ہو صاحب الزمان و ہو المہدی علیہ السلام _ منتخب الاثر فصل دوم باب ۲۰/ ۲۲۹ ج ۶ منقول ازینابیع المودۃ/۳۹۱، غایۃ المراد کشف الغمہ ج ۲۶۵/۳_

۲۴."القائم من ولدی اسمه اسمی کنیته کنیتی و شمائله شمائلی و سنته سنتی یقیم الناس علی ملتی و شریعتی و یدعوهم الی کتاب ربی من اطاعه فقد اطاعنی و من عصاه فقد

عصانی و من انکره فی غیبته فقدانکرني ..." منتخب الاثر/۱۸۳ بہ نقل از کمال الدین صدوق، اعیان الشیعہ ج ۲/۵۳ دہ جلدی چاپ بیروت_

۲۵.عن الاصبغ بن نباته قال اتیت امیرالمومنین علیه السلام فوجدته متفکراً ینکت فی الارض فقلت یا امیرالمؤمنین مالی اراك متفکراً تنکت فی الارض ارغبة منك فیها؟ فقال لا والله ما رغبت فیها و لا فی الدنیا یوماً قطّ و لکنی فکرت فی مولود یکون من ظهري، الحادی عشر من ولدی ، هو المهديّ الذی یملا الارض عدلا و قسطا کما ملئت جوراً و ظلماً ، تکون له غیبه و حیرة یضل فیها اقوامٌ و یهتدی فیها آخرون" کافی ج ۱ کتاب الحجۃ باب الغیبہ، ح ۷ص ۳۳، کمال الدین، ج ۱ باب ۲۷ حدیث ۱ ص ۲۸۵، دلائل الامامہ طبری ص ۲۸۹_

۲۶."للقائم غیبتان احداهما قصیرة و الاخری طویلة ، الغیبة الاولی لا یعلم بمکانه فیها الا خاصة شیعته و الاخری لا یعلم بمکانه فیها الا خاصة موالیه "_کافی جلد ۱/ باب الغیبہ، حدیث ۱۹ ص ۳۴۰_

۲۷. شہید مطہری اپنی کتاب "قیام و انقلاب مہدي" میں فرماتے ہیں کہ انتظار فرج کا نظریہ اسلام کی ایک کلی اصل کے نظریے سے پیدا ہوتا ہے اور وہ نظریہ اللہ کی رحمت سے مایوسی کے حرام ہونے کا نظریہ ہے_قیام انقلاب مہدی علیہ السلام انتشارت صدرا ۱۳۶۱ ھ ش ص ۷_ استاد کی مراد شاید وہ آیت ہو جس میں ارشاد ہوتا ہے:"لا تیا سوا من روح الله انہ لاییا س من روح الله الا القوم الکافرون "(یوسف /۸۷)_

۲۸."یا علی الشیعة تربّی بالامانی منذ ما تی سنة"، غیبت نعمانی باب ۱٦ حدیث /۱۳ ص ۲۹۵_

۲۹." افضل العبادۃ انتظار الفرج" منتخب الاثر فصل ۱۰ باب ۲ ص ۳۹۹ ح ۱٦ منقول ازینابیع الموده و غایۃ المرام و کمال الدین صدوق باب ۲۵ حدیث ٦_

۳۰."انتظروا الفرج و لا تیا سوا من روح الله فانّ احبّ الاعمال الی الله عزّو جلّ انتظار الفرج" _بحار الانوار جلد۵۲/۱۲۳، منتخب الاثر/۳۹۸_

۳۱."انتظار الفرج من اعظم الفرج" بحار الانوار ج ۵۲ / ۱۲۲، کمال الدین باب ۳۱ ح ۲ ص ۳۲۰_

۳۲."طوبی لشیعة قائمنا المنتظرین لظهوره فی غیبته و المطیعین له فی ظهوره اولئك اولی اء الله الذین لا خوفٌ علیهم و لا هم یحزنون" کمال الدین باب ۳۳ حدیث / ۵۴_

۳۳. اعلام الوری /۳۰۹_۳۰۸_

۳۴."عن الفضیل قال سئلت ابا جعفر علیه‌السلام هل لهذا لامر وقت ؟ فقال علیه‌السلام کذب الوقاتون کذب الوقاتون، کذب الوقاتون" غیبت شیخ /۲۶۲_۲۶۱_بحار الانوار ج ۱۳۰/۵۲، منتخب الاثر فصل ۶، باب ۸ ح ۱ ص ۳۶۳_

۳۵."و امّا ظهور الفرج فانّه ، الی الله تعالی ذکره و کذب الوقاتون"کمال الدین ۲/ص ۱۶۰ حدیث /۳_

۳۶."من وقّت لک من الناس شیئاً فلاتهابن ان تکذبه فلسنا نوقت لاحد:"_بحار الانوار ج ۱۰۳/۵۲ و ۱۱۷/_

۳۷. اس روایت کے مضمون سے مزید آگاہی حاصل کرنے کے لئے بحار الانوار جلد ۵۲/باب ۲۵ احادیث /۲۳_۲۶، کمال الدین جلد ۲ باب ۴۷/ ۵۲۵_ منتخب الاثر جلد ۱ فصل ۶/ باب ۲/ احادیث ۹،۸، ۱۰، ۱۵، اعیان الشیعہ جلد ۴۸/۲_۴۷_

۳۸. اس سے مراد زمانہ سابق کا شام ہے جو سیریا، فلسطین اور اردن پر مشتمل تھا_

۳۹. یہ پانچ شہر: دمشق، حمص، فلسطین، اردن_ قنرین، بحار الانوار جلد ۵۲ /۲۰۶ و اثباۃ الہداۃ ج ۳۹۸/۷ و ۴۱۷ و اعیان الشیعہ ج ۴۳/۲"_

۴۰. ملاحظہ ہو_ اثبات الھداۃ جلد ۷ /۴۱۷، غیبت نعمانی باب علامات ظہور /۲۸۳ و ۲۴۷ غیبت شیخ ص ۲۸۰_ ۲۶۵_ بحار الانوار جلد ۵۲ باب ۲۵ /۲۷۹_ ۱۸۱ منتخب الاثر فصل ۶/ باب ۶/ و فصل ۷/ باب ۱۰/ اعیان الشیعہ جلد ۴۷/۲_ ۴۳_

۴۱. کوہستان شمالی قزوین کے ایک حصہ کا نام "دیلمان" ہے_

۴۲. بحار الانوار جلد ۱۶/۵۳_۱۵_

۴۳. بحار الانوار ج ۵۲ /۲۰۶ و ۳۰۵، اثباۃ الہداۃ ج ۳۹۹/۷_

۴۴. امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ایک روایت کا مضمون یہ ہے کہ جب امام زمانہ ظہور فرمائیں گے تو اس وقت شیعہ نوجوان بغیر کسی پہلے سے کئے وعدے کے اپنے کو مکہ پہنچادیں گے اور امام عصر عج کے حضور میں حاضر ہو جائیں گے_ بحار الانوار جلد ۵۲/ ۳۷۰ و غیبت نعمانی /۳۱۶_

۴۵."رسول اکرم صلی‌الله‌علیه‌وآله‌وسلم ... مالباس القائم الا الغلیظ ما طعامه الا الجشب" غیبت نعمانی /۲۸۵،

منتخب الاثر فصل ۲ باب ۳۲ ص ۳۰۷ ح ۱ _

۳۶. رسول اکرم ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ علیہا السلام زہراء سے فرمایا تھا: "و منّا و الله الذی لا اله الا هو مهدی هذه الامة الذی یصلّی خلفه عیسی بن مریم " اثباۃ الھداۃ ج ۷/۱۳ یعنی خدا کی قسم جس کے سوا کوئي معبود نہیں ہے اس امت کا مہدی ہم میں سے ہے کہ جس کے پیچھے عیسی ابن مریم نماز پڑھیں گے_

۴۷. سورہ قصص آیہ ۴_

۴۸. ان روایات کے مضمون سے واقفیت کے لئے کہ جس میں سے کچھ مضمون کو ہم نے یہاں بیان کیا ہے ملاحظہ ہو_

بحار الانوار جلد ۵۲ / باب ۲۶ احادیث ۳، ۱۰ ، ۸۳، ۷۸، ۷۳ و باب /۲۷ احادیث ۲۵، ۸۳، ۷۲، ۳۱، ۲۹، ۹۱، ۱۱۲، ۱۱۹، ۱۲۹، ۱۶۴، ۲۱۳ و جلد ۵۳ باب ۲۸ ، کشف الغمہ ج ۳/ ص ۲۵۵ ، ۲۶۲، ۲۶۹، اعلام الوری ص ۴۳۰_۴۲۶ ، ارشاد مفید /۳۶۳، منتخب الاثر فصل ۲ باب ۴۳ و فصل ۶ باب ۱ ، ۱۱ و فصل ۱۷ باب ۱، ۳، ۴، ۵ ، ۷، ۸، ۱۱، ۱۲ و فصل ۸ باب ۲ ، اعیان الشیعہ ج ۲/ ۸۴_ ۸۱_

فہرست

عرض ناشر: ۴

پہلا سبق: ۵

حضرت علی علیہ السلام کی زندگی کے حالات (پہلا حصہ) ۵

ائمہ طاہرین اور ان کی تعداد ۶

ائمہ معصومین کے نام: ۶

ائمہ معصومین کی سیرت ۷

اختلاف کی اصل وجہ ۹

علی ابن ابیطالب _ ۱۱

ولادت سے بعثت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک ۱۲

بعثت سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت تک ۱۳

علی علیہ السلام ، بستر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ۱۴

ہجرت سے رحلت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک ۱۵

الف_ علی علیہ السلام ، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امین ۱۵

ب_ علی علیہ السلام اور راہ خدا میں جہاد ۱۶

ج_ علي علیہ السلام اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشيني ۱۸

سوالات ۲۰

حوالہ جات ۲۱

دوسرا سبق: ۲۳

حضرت علی علیہ السلام کی سوانح عمري (دوسرا حصّہ) ۲۳

پیغمبر اکرم ﷺ کی رحلت سے خلافت تک ۲۴
خلافت سے شہادت تک ۲۵
حضرت علی_ منصب فرماں روائی پر ۲۷
الف_ حقوق کا مرحلہ ۲۷
ب_ مالی مرحلہ ۲۷
ج_ انتظامی مرحلہ ۲۸
حضرت علی علیہ السلام کے اقدامات پر مخالفین کا رد عمل ۲۹
الف_ ناکثین (عہد توڑدینے والے) ۲۹
ب_ قاسطین ۳۱
معاویہ اور حضرت عثمان کا کرتا ۳۲
آغاز جنگ ۳۳
ج_ مارقین ۳۵
حضرت علی علیہ السلام کی شہادت ۳۶
سوالات ۳۷
حوالہ جات ۳۸
تیسرا سبق: ۴۰
حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی زندگی ۴۰
ولادت اور بچپن کا زمانہ ۴۱
والد کے ساتھ ۴۱
حضرت فاطمہ علیہا السلام کی شادی ۴۳

فاطمہ علیہا السلام علی علیہ السلام کے گھر میں ۴۵
الف_ گھر کا انتظام ۴۵
ب_ شوہر کی خدمت ۴۶
ج_ تربیت اولاد ۴۷
جناب فاطمہ کی معنوی شخصیت ۴۸
حضرت فاطمہ سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہر و محبت ۴۹
ایمان و عبادت فاطمہ ۵۰
فاطمہ علیہا السلام باپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ۵۱
"سقیفہ بنی ساعدہ" میں مسلمانوں کے ایک گروہ کے اجتماع کی خبر ۵۱
حضرت فاطمہ علیہا السلام زہراء کے مبارزات و مجاہدات ۵۱
پہلا مرحلہ: ۵۲
دوسرا مرحلہ: ۵۲
تیسرا مرحلہ: ۵۳
۱_ بحث و استدلال: ۵۳
۲_ مسجد بنوي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تقریر: ۵۳
۳_ ترک کلام: ۵۵
۴_ رات میں تدفین: ۵۵
شہادت ۵۵
سوالات ۵۷
حوالہ جات ۵۸

چوتھا سبق: ٦١
امام حسن مجتبی علیہ السلام کي سوانح عمري........................ ٦١
بچپن کا زمانہ ٦٢
والد گرامی کے ساتھ........................ ٦٣
اخلاقی خصوصیات........................ ٦٥
پرہیزگاري:........................ ٦٥
سخاوت: ٦٥
بردباري:........................ ٦٦
خلافت ٦٧
معاویہ کی کارشکني........................ ٦٨
معاہدہ صلح........................ ٧٢
صلح نامہ کے بعض شرائط ملاحظہ ہوں: ٧٢
معاویہ کی پیمان شکني........................ ٧٣
مدینہ کی طرف واپسي........................ ٧٣
شہادت ٧٥
سوالات........................ ٧٦
حوالہ جات........................ ٧٧
پانچواں سبق: ٨٠
امام حسین علیہ السلام کی سوانح عمري (پہلا حصہ) ٨٠
ولادت........................ ٨١

پیغمبر ﷺ کے دامن میں.. ۸۱
والد ماجد کے ساتھ ۸۲
بھائي کے ساتھ ۸۲
اخلاقی فضائل و مناقب.. ۸۳
قیام حسیني.. ۸۵
کوفہ سے دو خط ۸۷
حضرت مسلم ابن عقیل کی شہادت ۸۸
ظلم کے خلاف عظیم ترین قیام.. ۸۹
شہادت ۹۰
سوالات.. ۹۲
حوالہ جات.. ۹۳
چھٹا سبق:.. ۹۵
امام حسین علیہ السلام کی سوانح عمري (دوسرا حصّہ).. ۹۵
زندہ جاوید روداد.. ۹۶
امام حسین علیہ السلام نے معاویہ کے زمانہ میں قیام کیوں نہیں کیا؟.. ۹۸
معاویہ اوریزید کی سیاست میں فرق.. ۹۹
انقلاب کی ماہیت.. ۱۰۲
یزید کیلئے بیعت لیتے وقت امام علیہ السلام کی تقریر.. ۱۰۳
معاویہ کے نام امام حسین علیہ السلام کا خط.. ۱۰۳
منی میں امام حسین علیہ السلام کی تقریر.. ۱۰۴

عراق کی طرف روانگی سے پہلے امام حسین علیہ السلام کی تقریر........ ۱۰۴
انقلاب کے اثرات و نتائج........ ۱۰۵
الف _ امویوں کے جھوٹے دینی نفوذ کو ختم کرنا........ ۱۰۶
ب _ احساس گناہ........ ۱۰۸
ج _ روح جہاد کی بیداري........ ۱۰۹
سوالات........ ۱۱۱
حوالہ جات........ ۱۱۲
ساتواں سبق :........ ۱۱۴
امام زین العابدین علیہ السلام کي سوانح عمري........ ۱۱۴
ولادت........ ۱۱۵
اخلاقی خصوصیتیں........ ۱۱۵
حضرت سجاد علیہ السلام کی عظمت........ ۱۱۷
امام سجاد علیہ السلام اور پیغام عاشورائ........ ۱۱۸
کوفہ میں........ ۱۲۰
شام میں........ ۱۲۱
روح مبارزہ و جہاد کی بیداري........ ۱۲۳
مدینہ واپسی کے بعد........ ۱۲۴
دعائیں........ ۱۲۷
شہادت........ ۱۲۹
سوالات........ ۱۳۰

حوالہ جات ۱۳۱
آٹھواں سبق : ۱۳۳
امام محمد باقر علیہ السلام کی سوانح عمري ۱۳۳
ولادت اور بچپن کا زمانہ ۱۳۴
امام علیہ السلام کے اخلاق و اطوار ۱۳۵
علم امام محمد باقر علیہ السلام ۱۳۷
امام_ اور اموی خلفائ ۱۳۸
خلافت کے بالمقابل امام علیہ السلام کا موقف ۱۴۱
اسلامی ثقافت کا احیائ ۱۴۳
اسلامی نظام کی تشکیل ۱۴۴
امام محمد باقر علیہ السلام کے مکتب فکر کے پروردہ افراد ۱۴۶
۱_ ابان ابن تَغلب: ۱۴۶
۲_ زرارہ ابن اَعیُن: ۱۴۶
۳_ کُمَیت اسدی : ۱۴۶
۴_ محمد بن مسلم فقیہ اہل بیت: ۱۴۷
شہادت کے بعد مبارزہ ۱۴۷
امام_ کی شہادت ۱۴۹
سوالات: ۱۵۰
حوالہ جات ۱۵۱
نواں سبق: ۱۵۳

امام جعفر صادق عليه السلام كي سوانح عمري ۱۵۳
ولادت ۱۵۴
امام_كی پرورش كا ماحول ۱۵۴
امام_كا اخلاق اور انكی سيرت ۱۵۵
الف_ حلم و بردباري ۱۵۶
ب_ عفو اور درگذر ۱۵۶
ج_ حاجت مندوں كی مدد ۱۵۶
د_ امام_اور زراعت ۱۵۷
امام_كی شخصيت و عظمت ۱۵۷
امام كا علمی مقام ۱۵۸
امام جعفر صادق عليه السلام كے ہم عصر زمامداران حكومت ۱۵۸
بنی اميہ كے جرائم ۱۵۹
بنی اميہ كی حكومت ختم ہونے كے وجوہات ۱۶۰
۱_ ائمہ عليهم السلام كا مسلسل جہاد اور انكی پھيلائي ہوئي روشني: ۱۶۰
۲_ اقتصادی دباؤ: ۱۶۱
۳_ غير عرب كو نظر انداز كرنا: ۱۶۱
امام_اور تحريكوں كا رابطہ ۱۶۳
بنی عباس كا زمانہ ۱۶۴
امام جعفر صادق عليه السلام كا اصلاحی منصوبہ ۱۶۵
الف_ مسئلہ امامت كا بيان اور اس كی تبليغ ۱۶۷

ب_ اسلامی ثقافت کی نشر و اشاعت ١٦٨
شہادت امام جعفر صادق علیہ السلام ١٧١
جعفری یونیورسٹی کے تربیت یافتہ افراد ١٧١
حمران بن اَعیُن ١٧٢
مفضل ابن عمر ١٧٣
جابربن یزید جعفي ١٧٣
سوالات ١٧٥
حوالہ جات ١٧٦
دسواں سبق : ١٧٩
امام موسی بن جعفر علیہ السلام کي سوانح عمري ١٧٩
ولادت ١٨٠
باپ کی خدمت میں ١٨١
اخلاقی فضائل ١٨١
امامت حضرت موسی ابن جعفر علیہ السلام ١٨٢
امامت کا زمانہ ١٨٢
الف_ امام موسی کاظم _کی علمی تحریک کی تحقیق ١٨٣
ب_ امامت کا تحفظ اور عمومی انقلاب کیلئے میدان کی توسیع ١٨٦
ایک استثنی ١٨٧
امام کے اس موقف کو واضح کرنے والا ایک نمونہ ١٨٨
ج_ خلفاء کے عیش و نشاط کے خلاف جنگ ١٩٠

شہادت ۱۹۱
آپ کی عملی اور اخلاقی سیرت کے نمونے ۱۹۲
الف: عبادت.. ۱۹۲
ب_ درگذر اور بردباري.. ۱۹۳
ج_ کام اور کوشش.. ۱۹۴
د_ سخاوت و کرم.. ۱۹۵
ھ_ تواضع اور فروتني.. ۱۹۵
سوالات.. ۱۹۷
حوالہ جات.. ۱۹۸
گيارہواں سبق:.. ۲۰۲
امام علی ابن موسی الرضا علیہ السلام کی سوانح عمري.. ۲۰۲
ولادت.. ۲۰۳
امامت پر نص.. ۲۰۳
اخلاق و سیرت.. ۲۰۴
امام کا علمی مقام.. ۲۰۶
امام علیہ السلام کی شخصیت.. ۲۰۷
امامت کا زمانہ.. ۲۰۷
الف_ آغاز امامت سے خراسان بھیجے جانے تک.. ۲۰۸
علویوں کا قیام.. ۲۱۰
ب_ سفر خراسان کی پیشکش کے آغاز سے شہادت تک.. ۲۱۲

ولی عہدی کا واقعہ ۲۱۳
الف_خلافت کی سیاست کے اعتبار سے ۲۱۳
ب:امام_کے نکتہ نظر سے ۲۱۵
امام علیہ السلام کی ناراضگی کے دلائل ۲۱۶
ولی عہدی قبول کرنے کے دلائل: ۲۱۷
امام کا منفی رویہ ۲۱۸
شہادت امام علیہ السلام ۲۲۱
سوالات ۲۲۳
حوالہ جات ۲۲۴
بارہواں سبق: ۲۲۷
امام محمد تقی علیہ السلام کی سوانح عمري ۲۲۷
ولادت ۲۲۸
تعیین امامت ۲۲۹
والد کے ساتھ ۲۳۰
آپ علیہ السلام کی امامت ۲۳۱
مکارم اخلاق و فضائل ۲۳۱
الف_جود وسخاوت ۲۳۲
ب_دوسروں کی مشکل کو حل کرنا ۲۳۲
امام جواد علیہ السلام کی شخصیت ۲۳۳
خلافت کے مقابلہ میں امام علیہ السلام کا موقف ۲۳۴

شادی کی سازش ۲۳۵
علمی اور ثقافتی کوششیں ۲۳۷
نمایاں افراد کی تربیت ۲۳۹
معتصم کے دور حکومت میں ۲۴۰
سوالات ۲۴۳
حوالہ جات ۲۴۴
تیرہواں سبق: ۲۴۷
امام علی النقی علیہ السلام کي سوانح عمري ۲۴۷
ولادت ۲۴۸
امام علیہ السلام کی پرورش کا ماحول ۲۴۸
امامت پر نص ۲۴۹
امام علیہ السلام کا اخلاق اور ان کی سیرت ۲۵۰
عبادت و بندگي ۲۵۱
جودو بخشش ۲۵۱
عقدہ کشائي ۲۵۲
امام علیہ السلام کی معنوی ہیبت و عظمت ۲۵۳
امام_کا علمی مقام ۲۵۴
امامت کا زمانہ ۲۵۴
دوران امامت کی خصوصیتیں ۲۵۵
الف :دربار خلافت کی ہیبت و عظمت کا زوال اور موالی کا تسلط ۲۵۵

ب: علویوں کی تحریک کی وسعت ۲۵۶
امام علیہ السلام کے ساتھ متوکل کا سلوک ۲۵۷
سامرا میں امام_کی جلا وطني ۲۵۹
امام علیہ السلام کی فعالیت اورآپ علیہ السلام کا موقف ۲۶۰
الف :مدینہ میں آپ کی فعالیت اور موقف ۲۶۰
ب: سامرا میں امام علیہ السلام کی فعالیت اور موقف ۲۶۲
۱_پہلا موقف ۲۶۲
۲_علمی کارکردگي ۲۶۳
۳_شاگردوں کی تربیت ۲۶۴
۴_ زیارت جامعہ ۲۶۵
۲_ دوسرا موقف ۲۶۵
شہادت امام علیہ السلام ۲۶۷
سوالات ۲۶۸
حوالہ جات ۲۶۹
چودہواں سبق: ۲۷۳
امام حسن عسکری علیہ السلام کي سوانح عمري ۲۷۳
ولادت ۲۷۴
امامت کی تعیین ۲۷۴
والد بزرگوار کے ساتھ ۲۷۵
اخلاقی خصوصیات و عظمت ۲۷۶

امام حسن عسکری علیه السلام کا زهد.. ۲۷۷
عبادت اور بندگي.. ۲۷۷
جودو کرم.. ۲۷۸
زمانہ امامت.. ۲۷۸
امام علیه السلام کے بارے میں خلفاء کی سیاست.. ۲۷۹
شورشیں اور انقلابات.. ۲۸۱
امام حسن عسکری علیه السلام کی کوششیں اور موقف.. ۲۸۳
الف_ سیاسی واقعات کے سلسلہ میں امام_کا موقف.. ۲۸۳
ب:علمی اوروثقافتی تحریک میں امام علیه السلام کا موقف.. ۲۸۴
ج_عوامی مرکزکی نگرانی ،اس کی پشت وپناہی اور تیاري.. ۲۸۵
د:آپ کے فرزند حضرت مهدی علیه السلام کی غیبت کے بارے میں آپ کا موقف:.. ۲۸۶
شہادت امام حسن عسکري علیه السلام :.. ۲۸۸
سوالات:.. ۲۹۰
حوالہ جات.. ۲۹۱
پندرہواں سبق:.. ۲۹۴
امام زمانہ حضرت حجت (عج) کي زندگی کے حالات (پہلا حصہ).. ۲۹۴
ولادت.. ۲۹۵
پوشیدہ ولادت.. ۲۹۸
خواص کیلئے اعلان.. ۲۹۸
حضرت مهدی_کے شمائل اور خصوصیات.. ۳۰۰

امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت ۳۰۱
مسئلہ غیبت: ۳۰۲
غیبت صغری: ۳۰۳
غیبت کبري: ۳۰۴
غیبت صغری میں امام_کے معجزات: ۳۰۴
امام عصر علیہ السلام کے نائبین ۳۰۵
الف_ نائبین خاص ۳۰۶
۱_ عثمان ابن سعید ۳۰۶
۲_ محمد ابن عثمان ۳۰۷
۳_ حسین ابن روح ۳۰۷
۴_ علی ابن محمد سمري ۳۰۸
ب_ عام نائبین ۳۰۹
دیدار مهدی_ ۳۱۰
سوالات: ۳۱۱
حوالہ جات ۳۱۲
سولهواں سبق: ۳۱۶
مهدی علیہ السلام موعود کا عقیده -دوسرا حصه; ۳۱۶
الف_ تمام ادیان کی نظر میں ۳۱۷
ب_ اسلامی مآخذ و مصادر میں ۳۱۸
احادیث کے نمونے ۳۲۱

انتظار فرج ۳۲۲
وقت ظہور ۳۲۴
ظہور سے پہلے کے حالات ۳۲۵
۱_ ساری دنیا میں ظلم ، گناہ اور بے دینی کا پھیل جانا: ۳۲۵
۲_ خروج سفیانی ۳۲۵
۳_ سید حسنی کا خروج ۳۲۶
۴_ ندائے آسمانی ۳۲۶
ظہور کے بعد کی حالت ۳۲۷
سوالات: ۳۲۹
حوالہ جات ۳۳۰